جلال الدین خوارزم شاہ

(ایک تاریخی ڈراما)

ترجمہ از تُرکی

از

سیّد سجّاد حیدر

عرضِ مترجم

نامق کمال بک، ترکی ادبیاتِ جدیدہ کے زندۂ جاوید بانیوں میں سے ہے۔
وہ، وہ ہے جس کی معنی آفریں قلم نے بقول پروفیسر براؤن کے "وطن" کے عام لفظ کو محض زاد بوم کے مفہوم سے بلند کر کے عشق ملک و ملت، دین و مذہب کا حامل کر دیا۔
میں اس ڈرامے سے جتنا متاثر ہوا ہوں، اگر اس کا شمّہ بھی ناظرین کے دل میں پیدا کر سکا، تو میں سمجھونگا کہ میری محنت وصول ہوگئی۔

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
۲۵ ستمبر ۱۹۲۵ء

سیّد سجّاد حیدر

نورالدین منشی ۔ ۔ ۔ [جلال الدین کے وزرا میں سے ایک وزیر]

براق حاجب ۔ ۔ ۔ [دولت قرہ خطائی کا بانی]

سیف الدین ۔ ۔ ۔
بدرالدین ۔ ۔ ۔
امیر نوشتگین ۔ ۔ } خوارزمی اُمرا
عمادالملک
خادم خاں

عزیزالدین قزوینی ۔ ۔ ۔ مہرجہاں کا محرم

قوام الدین بغدادی ۔ ۔ ۔ قاضی تبریز

سلمان ۔ ۔ ۔ اوّل ملک نصرت کا بعد میں براق حاجب کا تابع

جابر ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″

مُبارک ۔ ۔ ۔ مہرجہاں کا خواجہ سرا

نیرۃالاقبال ۔ ۔ ۔ جلال الدین کی پہلی ملکہ

مہرجہاں ۔ ۔ ۔ جلال الدین کی دوسری ملکہ

زاہدہ ۔ ۔ ۔ غیاث الدین کی ماں

پردۂ اوّل

جزیرۂ اپسکوں میں ایک شاہانہ مگر پُرانا خیمہ

مجلس اوّل

جلال الدین ... ... نیرۃ الاقبال

نیرہ ۔ آفتاب، ابر کے پردۂ ماتم سے نکل کر جس طرح تاباں ہوتا ہے، اسی طرح یہ چہرہ بھی ایک زمانہ میں نوبہار سے مشابہ تھا ہمیشہ اس کے گرد نور بھرے شفق، اور تبسّم سے کھلے ہوئے غنچے نظر آتے تھے۔ اس چہرے پر جس کی نظر پڑتی، اس کا دل صفائے روحانی، اور اس کی آنکھیں اشک مسرت سے بھر جاتیں۔ آفتاب کو گہن میں آتے تو میں نے دیکھا ہی لیکن میں کبھی یہ خیال نہ کر سکتی تھی کہ آپ کے جمال نورانی پر یہ سیاہیٔ غم چھا جائے گی۔ اب تو بھول کر بھی ایک لمحہ کے لئے مُسکراتے نہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ اپنی نیرہ کو دیکھتے تھے تو مسرت تازہ حاصل کرتے تھے۔ اب وہی ہوں کہ آپ مجھے دیکھتے ہیں تو اس طرح جیسے کہ ایک زخمی شیر جس کے جگر میں تیر گھس گیا ہو آتش بار نظروں اور قہر کے ہونٹوں سے اپنے صیاد کو دیکھتا ہے، ایک وقت تھا کہ آپ نے

جس نے کبھی آسمان کے سامنے بھی سر نیچا نہیں کیا، میری خاطر سے اپنے پادشاہ والد کے قدموں پر سر رکھکر سلطنت فارس کو میرے خاندان میں باقی رکھا تھا۔ کیا اب اس دل پر اُس توجہ اور اس محبت کا ذرّہ برابر بھی اثر نہ رہا؟

جلال الدین۔ وہ محبت ایک ذرہ برابر بھی کم نہیں ہوئی میں نے تجھے پہلی نظر میں جیسا چاہا ہے، ہر نظر میں اُس سے دُگنا چاہتا ہوں۔

نیرہ۔ اگر یہ بات ہے تو پھر آپ ہر وقت رنجیدہ کیوں رہتے ہیں۔ کیا دُنیا میں کوئی غم ایسا ہے جسے محبت مغلوب نہ کر سکے؟ آؤ اس دنیا کے غم کو اس دنیا کے لیے چھوڑ دیں اور صرف اپنی محبت کو تازہ کریں، کیا یہ نہیں ہو سکتا؟ ہم ایسی مصیبت کے زمانہ میں ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کبھی ختم ہی نہ ہوگی آج کل فلک مصیبت کے دنوں کو برسوں کی طرح، اور غم کی گھڑیوں کو عمروں کی طرح طول دے رہا ہے سچی محبت زندگی کی سب سے بڑی لذت ہے۔ اگر ان کٹھن گھڑیوں کو جتنا ممکن ہو محبت میں گذاریں، تو فلک سے تھوڑا سا انتقام لے سکیں گے، للہ مجھے یوں محزون نظروں سے نہ دیکھئے۔ میں کہتی ہوں ہم آسمان سے بدلہ لے سکتے ہیں ہم ایک دوسرے سے دنیا کی تمام خوشیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ آہ! نہ معلوم کیا بات ہے کہ آپ کے دل میں تو سارے عالم کا فکر جمع ہو گیا ہے مگر میرے دل میں سوائے آپ کے کسی اور چیز کی جگہ نہیں۔ سوائے آپ کے کسی اور چیز کے خیال کو وہ قبول ہی نہیں کرتا۔ آپ کو

یاد ہی ہم نے ایک دوسرے کو پہلی دفعہ کب دیکھا تھا؟ تلواروں نے شفق پیدا کر رکھا تھا۔ ہلال سیمی خون کے اندر سے چمک رہا تھا۔ گرز خوں چوسنے کے لئے اژدہوں کی طرح لہرا لہرا کر سروں کو چمٹ رہے تھے۔ تیر محبّت کی طرح جگروں میں گھسے جا رہے تھے ہاتھی ان برجوں کی طرح جن میں فوجیں بھری ہوں لیکن جو شدید زلزلے سے متحرک ہوں۔ ہمارے اوپر فلاخن، تیر، اور نیزے نعرے اور واویلا کی بوچھار کرتے ہوئے آرہے تھے۔ شاید میں آپ کو اپنی باتوں سے تھکا رہی ہوں؟

جلال۔ نہیں کہے جاؤ کہے جاؤ۔ میرے سامنے وہ نقشہ لارہی ہو جسے میں تمہاری ہی طرح چاہتا ہوں۔

نیرہ۔ والد مرحوم جب لڑائی کے لئے روانہ ہوئے تھے تو مجھے اپنے ہمراہ لیتے گئے تھے۔ میری مرحوم والدہ بیچاری عورت ذات کس قدر پریشان ہوئی تھیں۔ خدا بخشے والد سے کہنے لگیں "ورکہیں اٹھارا برس کی لڑکیاں لڑائیوں میں جاتی ہیں۔ اللہ نے مجھے دو لڑکے دیئے ہیں۔ انھیں لے جاؤ۔ خدا کرے ایک تمہاری زرہ کا کام دے اور ایک تمہاری سپر کا اگر اُن کے جسم میں چاروں طرف خون آلود تیر لگے ہوں تو میں سمجھوں گی کہ وہ پھول کے درخت ہیں جن کی شاخیں اوپر سے نیچے تک پھولوں سے لدی ہیں اور ان پر میں فخر کروں گی۔ مگر لڑکی کو لے جا کر کیا کرو گے۔ اُسے میرے

پاس چھوڑ جاؤ۔

آہ! اولاد میں لڑکے ہوتے ہیں تو وہ سات آٹھ برس کے ہوتے ہی اپنی دید کو ترسانے لگتے ہیں کیا لڑکی کو بھی مجھ سے چھین لو گے۔ کیا اولاد میں لڑکے ہوں یا لڑکیاں، مائیں انھیں پیٹ میں رکھیں، گودوں میں پالیں۔ بیمار ہوں تو شام سے صبح تک کھڑے ہو کر ان کی تیمار داری کریں۔ لیکن ان پر تصرف اور امر و نہی کا اختیار صرف باپوں کا ہو؟" والدہ مرحومہ روئیں، خوشامدیں کیں والد مرحوم کے پاؤں سے لپٹ گئیں مگر کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ اس تمام آہ و بکا پر وہ صرف تھوڑا سا مسکرائے۔ وہ تو آپ بھی دیکھ چکے ہیں مرحوم جب چاہتے کہ کسی بات کا جواب نہ دیں، تو بطور جواب کے تھوڑی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر ہوتی تھی) پھر کہنے لگے کہ جو شخص نسل شاہی میں سے ہو اُس کے لئے یہ زیبا ہے کہ فداکاری میں رعایا کے لئے نمونہ بنے۔ میں اپنی اولاد کو، گو وہ لڑکی ہی ہو، اپنے ملک پر قربان کرنے کے لئے مجبور ہوں اگر میں اپنی لڑکی کو خطرہ میں ڈال لوں گا تو ہر شخص خواہ مخواہ اپنے لڑکوں کو تیر و تفنگ کے سامنے ڈال دیگا اس پر بھی والدہ مرحومہ کے چہرہ کو آمادۂ رجا پا کر زور سے کہنے لگے۔ عورتیں پادشاہوں کے کاموں میں دخل نہیں دیا کرتیں اور یہ کہتے وقت انھیں حقیقت میں غصہ آگیا تھا۔ اُن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے آنکھیں آگ کی طرح سُرخ تھیں اور چمک رہی تھیں۔ میں نے ڈرتے

ڈرتے اپنی آنکھیں ان کے چہرے پر ڈالیں تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک شیر کا چہرہ نظر آرہا ہی۔ سچ کہیے گا اپنی باتوں سے آپ کو اُکتا تو نہیں رہی ؟

جلال۔ کہے جاؤ۔ کہے جاؤ۔ تم ایک ایسے باپ کا نقشہ کھینچ رہی ہو جس کی مجھے ہمیشہ تمنا رہی اُس کے مرد ہونے کو سوچتا ہوں تو میرا دل تھوڑی سی تسلّی پاتا ہی۔ کاش کہ میں بھی تمہاری طرح خوش قسمت ہوتا تو میرا باپ خوف کے مقام میں سلطنت قربان کرنے کی بجائے سلطنت کی جگہ مجھے قربان کرتا۔

نیرہ۔ میں بھی کیسی بے سمجھ ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے فکروں کو دُور کروں۔ مگر میری باتوں سے اُنھیں اور قوت حاصل ہو جاتی ہی۔

جلال۔ اللہ چُپ نہ ہو۔ تمہاری باتیں سنتا ہوں تو میرے قلب میں وہ انشراح پیدا ہوتا ہی گویا تیرے دہن کو چومتا ہوں۔

نیرہ۔ تو جو حکم۔ خیر تو میرے والد کا جب یہ حال ہوا تو والدہ مرحومہ بالکل ڈر گئیں گویا اُن کے ہونٹ اور اُن کی پلکیں سی گئیں۔ پھر نہ ایک کلمہ کہتے اور نہ ایک دفعہ میرے چہرے پر نظر ڈالنے کی اُنھیں ہمّت ہوئی۔ چپکے سے حرم کی طرف اُٹھ کے چلی گئیں۔ میں بالکل حیرت میں رہ گئی۔ والد مرحوم بھی اُٹھے اور دیوان خانہ شاہی کی طرف چلنے لگے۔ ایک دفعہ اُنھوں نے میرے چہرے پر نظر ڈالی۔ ان کی آنکھیں

گویا کہ ہاتھیں اور میرا جسم گھاس۔ میں بے اختیار اُن کے پیچھے ہولی۔ میں جانتی ہوں کہ میں میدانِ جنگ تک کیسی نفرت و عذاب میں آئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری گردن میں زنجیر ڈال کر پتھریلی زمین پر مجھے گھسیٹے لئے جا رہے ہیں۔ لیکن میرا رنج والم بچّوں کے رنج والم کا سا تھا جو عدم سے دُنیا میں آتے وقت روتے ہیں۔ اللہ مجھے اصل زندگی تو اس وقت سے عطا کر رہا تھا! اور میں اس زندگی کے استقبال کے لئے جا رہی تھی۔ میں وہاں اپنے جلال تک پہونچنے کو تھی۔ لڑائی شروع ہوئی۔ ابتدا ہی میں ہمارے لشکر نے شکست کھائی۔ لڑکیوں کو اور ہم جیسی لڑکیوں کو جو اپنی ماؤں کے پہلوؤں سے نئی جدا ہوئی ہوں یہ حال کیسا وحشت انگیز ہوتا ہے، آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ سواروں میں سے جس پر نظر ڈالتی تھی معلوم ہوتا تھا کہ موت مجسم ہو کر دوڑتی ہوئی میری طرف آ رہی ہے۔ والد مرحوم کو دیکھا کہ ہزاروں تلواروں اور ہزاروں نیزوں کا اُن پر ہجوم ہے۔ کئی جگہ سے زخمی ہو گئے ہیں ان کا لباس خون کے قطروں سے گلدار کی کھال معلوم ہو رہا ہے۔ فضائے عالم میں بھی سیاہی پیدا ہو گئی ہے۔ گرج غضب الٰہی کی خلق کردہ جہنم کی طرح، خوف ناک طریقے سے آوازیں دے رہی تھی۔

بجلی منٹ منٹ میں ایک آتشیں اژدہی کی طرح بادلوں کو پھاڑ رہی تھی اور کبھی

کسی درخت پر گرتی تھی یا کسی کوٹے یا سیاہ جانور کو بھسم کر دیتی تھی۔ ہزارہا آدمی زرہ پہن کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے دلوں کو بھی لوہے کا کر بیٹھے ہیں اور جان لینے میں عزرائیل سے بازی لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک طرف دیکھو تو ایک سپاہی ہے کہ دوسرے سپاہی کی جان کو نہایت حرص' نہایت غصّے سے لینے کی کوشش کر رہا ہے گویا وہ جان اس کی تھی اور اب وہ اُسے واپس لینا چاہتا ہے جدھر نظر ڈالو تیر' تلوار' خنجر' نیزہ' آتش منجنیق' صاعقہ بھائیوں کو دیکھتی تھی تو زخموں سے ایسے چور تھے کہ یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کون سی مخلوق ہیں۔ ماں یہاں سے دُور دنیا کے ایک گوشے میں پڑی ہوئی۔ نوکر میدان میں جاں فروشی کر رہے تھے' کنیزیں خوف سے بے ہوش پڑی تھیں۔ طوفان نے خیمہ کو ایک طرف پھینک دیا تھا۔ جسم سردی سے' بارش سے خزاں کے پتّے کی طرح تھرتھر کانپ رہا تھا۔ یہ غلط ہے کہ انسان خوف اور رنج سے مر جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو میں اُس دن زندہ رہ سکتی تھی؟

جلال الدین۔ آہ تمھیں کیا معلوم کہ مرد ایسی بلا ایسی دہشت میں اپنے تئیں پائے اور خود اپنے کو' اپنے دوست کو بلکہ اپنے دشمن کو مردانہ وار موت کے پنجے سے چھڑانے کی کوشش کرے تو اس کی زندگی کو کیسی بالیدگی حاصل ہوتی ہے اور اس کا دل کیسا بڑھتا ہے۔

نیرہ - ہاں مجھے معلوم ہے۔ میں نے اُس محاربہ میں، اس قیامت میں آپ کو دیکھا ہے اس لئے مجھے معلوم ہے۔ سب میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ہماری فوج پر حملہ کرنے والی فوج میرے خیمہ کی طرف آ ئی تھی۔ اس وقت نیزوں کی بارش شروع ہوئی۔ سپاہیوں میں سے ایک کا سر دوسرے کے تنے سے ٹکرا رہے تھے اور وہ میرے خیمہ کے گرد چکر کھا رہے تھے۔ میں ہر دقیقہ میں عزرائیل کا انتظار کر رہی تھی کہ سامنے سے ایک گرد پیدا ہوئی۔ گو وہ مجھ سے ابھی کئی سو قدم کے فاصلہ پر ہی تھی کہ تیز ہوا آئی اور اُس نے فضا کو صاف کر دیا۔ گرد چھٹ گئی۔ میں کیا دیکھتی ہوں کہ اس سیاہ گرد کے بادل سے ایک چاند، چاند نہیں ایک گل چہرہ، انسان شمائل فرشتہ نکلا، ایک فرشتہ جس نے گو انسان کی شکل اختیار کر رکھی تھی پھر بھی اس کا فرشتہ پن اُس کے بشرے سے عیاں تھا۔ میں اپنی آنکھیں اس کے جمال سے ہٹا نہ سکی۔ بے خودی کے عالم میں حیراں رہ گئی۔ میں اُس کے طرز اس کے طور اس کی ادا کو دیکھ رہی تھی۔ میں اس قدر مبہوت تھی کہ خیمہ میں کشتوں کا خون بہتا ہوا میرے پاؤں تک آیا اور میرے دامنوں کو بھگو دیا۔ پھر بھی مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ یکایک آپ میری سامنے سے غائب ہو گئے میں اپنے حال کو بھول گئی اور آپ کی جستجو کرنے لگی۔ میں چاروں طرف نظر دوڑا رہی تھی کہ میرے کانوں میں ایک دل فریب آواز آئی۔ آپ نے میرے پاس آکر میرے

تخت رواں کے لیے حکم دیا تھا۔ میں نے آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا اور بے ہوش ہو گئی۔ مجھ میں اتنی تاب بھی نہ رہی کہ اپنے ہونٹوں کو ہلا کر شکریہ کا ایک لفظ آپ سے کہوں۔ ہمارے درمیان میں چار پانچ قدم کا فاصلہ ہی تھا نا؟ اگر اس وقت آپ مجھ پر ایک تیر چلاتے تو یقین مانئے آپ کی محبت سے پہلے دل میں نہیں پہونچ سکتا تھا۔ پھر بھی کہنے کو آپ کہتے ہیں آپ نے مجھے قیدی نہیں کیا تھا؟ کون کنیز، میری طرح آپ کی کنیزی کرے گی؟

جلال الدین (چھیڑ کر) آزاد ہونا چاہتی ہو؟

نیرہ۔ اللہ مجھے آپ کا اسیر رکھے۔ میں نے عمر بھر میں اس خیال سے کہ میں آپ کو ذرا ہنساؤں اک ذرا سی چھیڑ کی، آپ اُس کے مقابلہ میں مجھے رُلانا چاہتے ہیں۔

مجلس دوم

نیرہ۔ جلال الدین قطب الدین

قطب الدین۔ امّاں جان آپ کی آنکھوں میں کیوں آنسو بھرے ہیں۔ اگر میں کبھی روتا ہوں تو آپ ناراض ہوتی ہیں۔ کیا دنیا ایسی بدل گئی کہ مائیں روئیں اور اُن کے بچّے اُنھیں تسلّی دینے کے لئے اُن کے آنسو پونچھنے کی کوشش کریں۔

نیرہ۔ میری آنکھوں میں آنسو ہیں؟ آنکھوں میں مٹی پڑ گئی ہو گی۔ ہر آنکھ جس سے
پانی نکلے روتی نہیں۔ ہاں میرے شیر بچے۔ باہر جاؤ۔ کھیلو۔ تیر پھینکو۔ اپنی چھوٹی
تلوار سے وار کرو۔ شعر پڑھو۔ غرض کر کھیلو دل بہلاؤ۔ یہاں تم دق ہو گے۔

قطب الدین۔ اپنے بادشاہ اپنے باپ اور ماں کے پاس ہوں۔ کیوں دق
ہوں (قطب الدین باہر جاتا ہی)

جلال الدین۔ کوئی مذاق کی، دل بہلانے کی، بات بھی نہیں کہتیں۔

نیرہ۔ اس طرح دُور دُور رہ کر بھی مذاق ہوا کرتا ہی؟

جلال۔ تمہارے چہرے پر تو مُردنی چھا گئی۔ میری رُوح۔ میری جان سے
پیاری! دُنیا میں تم سے ہٹنا تم سے جُدا ہونے کی خواہش کرنا کیا میرے لئے ممکن
ہی؟ للہ ایسے توہمات ایسے خیالات میں مبتلا نہ ہو۔ اپنے ہی دل سے پوچھو، اپنے
ہی ضمیر سے دریافت کرو۔

نیرہ۔ سچ کہتی ہوں قسم دیتے ہوئے ڈرتی ہوں اگر جھوٹ کہوں تو خدا میری
محبت کی مجھے سزا دے۔ آپ کا حال دیکھ کر میرے دل میں سینکڑوں قسم کے وہموں
کا گزر ہوتا ہی مگر میرا دل ابھی تک اس بات کا قائل نہیں کہ آپ مجھ سے اُکتا گئے ہیں
اللہ نے آپ کو اپنے جمال سے متجلّی کیا ہی۔ اور اگرچہ آپ کو اپنا بندہ پیدا کیا ہے لیکن

ایسا پیدا کیا ہے کہ اگر مجوسی آپ کو دیکھیں تو آفتاب کو چھوڑ کر آپ کی پرستش کریں اور اس اپنے بندے کو مجھے عنایت کیا۔ میں اس اللہ کی درگاہ میں التجا کرتی ہوں جس نے انسان سے عاجز مخلوق میں "جلال" جیسا وجود عالی پیدا کیا۔ اور اس عالی وجود کے دل میں مجھ جیسی بے قیمت چیز کی محبت ڈالی، اور جس طرح کانٹوں میں اور مٹی میں پھول پیدا کرتا ہے اس طرح مجھ میں سے قطب الدین سا فرشتہ پیدا کیا۔ اس اللہ کی درگاہ میں اس کی عظمت اور قدرت کا واسطہ دے کر التجا کرتی ہوں کہ مجھے جلال کی محبت سے مایوس اس کے التفات سے محروم نہ کرے۔

جلال الدین۔ نیرہ! کیسی حزیں دعا کر رہی ہو۔ تم نے مجھے بھی اپنا جیسا کر لیا اگر قطب الدین اس وقت مجھے دیکھے تو یہی خیال کرے میں بھی رو رہا ہوں جس وقت میرے والد نے سلطنت اپنے ہاتھ سے کھوئی اس وقت بھی میری آنکھیں اس قدر نم آلودہ نہ ہوئی تھیں۔

نیرہ۔ آہ یہ سلطنت! آپ کی نظروں میں تو سوائے سلطنت کے کسی چیز کی قدر و قیمت نہیں۔ آپ کی پادشاہت نہیں آپ کی پادشاہت کی اُمید خطرہ میں پڑ گئی ہے بس اب دُنیا میں چاہنے کے قابل کوئی چیز آپ کو نظر نہیں آتی۔

جلال الدین۔ تم کیسی نادان ہو۔ کیا میں اپنے لئے افسوس کر رہا ہوں؟

کیا میں بادشاہت کرنے کے لئے اس کا محتاج ہوں کہ اپنے باپ سے وراثت میں ملک حاصل کروں؟ کیا وہ تلوار جس نے میرے آبا واجداد کو سلطنت دلوائی میرے ہاتھ میں آکر کچھ کام نہ کرے گی؟ کیا میں اس کا بھی اقتدار نہیں رکھتا کہ کم سے کم اتنا ملک حاصل کر سکوں جتنا میرے والد کے پاس ہے جنھوں نے دشمن کا منہ دیکھے بغیر خوف میں ایسی مہارت ظاہر کی کہ دنیا میں رہ کر عدم کا سا ایک گوشہ اپنے لئے پیدا کر لیا؟ ان کا ملک، پادشاہت کے لئے کافی ہے مگر اپنی پیاری نیزہ کی قسم جس کے ناخن کے برابر میں دنیا کی قیمت نہیں سمجھتا، جلال کے ہاتھ میں تلوار ہو اس کے سینہ پر زرہ چمکتا ہوا اور وہ دنیا کے کسی حصے میں جائے انشاء اللہ وہ اپنے لئے ایک سلطنت پیدا کرے گا۔ اور پیدا نہ بھی کر سکے تو دولت شہادت تو ضرور حاصل کرے گا۔ میں جس بات کے غائب ہونے کا رنج کر رہا ہوں اس کا دوبارہ حاصل ہونا مشکل ہے۔ وہ سلطنت ہاتھ سے گئی جواب دوبارہ نہیں مل سکتی۔ اس کے سبب سے، اس کے رنج کی وجہ سے ماتمی لباس، نہیں نہیں کفن پہنے جنازہ کی طرح پھرتا ہوں۔ آہ میرے خاندان کی ناموس برباد ہو گئی۔ تمھیں کچھ خبر ہے۔ ظلم کی آگ نے اقالیم دنیا کو جلا رکھا ہے اور اس کا دھواں آسمان تک سر اُٹھا رہا ہے۔ دشمن کی تلوار مردوں پر، عورتوں پر، بڈھوں پر، بچوں پر چل رہی ہے۔ شہیدوں کا خون زمین کے

سب سے نیچے طبقے تک پہونچ گیا ہی۔ دشمن کے اور ہمارے درمیان صرف اس قدر فاصلہ ہی کہ ہوا یہاں تک انسان کے لاشوں کی اور انسان کے جلنے کی بو لارہی ہی زمین سے اگر سُنو تو یتیموں کی فریاد سُنائی دیتی ہے پانی میں اگر دیکھو تو شہیدوں کا خون نظر آتا ہی۔ آج دُنیا میں جس قدر کمالات جس قدر بدائع ہیں وہ عرب عجم میں جمع ہو گئے تھے۔ لیکن جہالت اور وحشت اور ظلم سے بھرا ہوا ایک خنزیر انسان کے چھ ہزار سال کے ثمرہ حیات کو بالکل محو کرکے اس کی جگہ انسانوں کی کھوپڑیوں سے بنے ہوئے تو دوں اور مظلوموں کے خون سے لکھے ہوئے مرثیوں کے سوا، اور کچھ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ ہم ان درگاہوں کے محافظ تھے، مگر اب ان کے بانیوں کی ہزارہا سال سے مزاروں میں گڑی ہوئی ہڈیوں کو زمین سے نیچے اضطراب میں لارہی ہیں۔

نیرہ۔ اللہ ہمارے حال پر رحم کرے۔

جلال الدین۔ اللہ سے کس کے لئے رحم چاہتی ہو؟ کیا ہمارے لئے؟ تمہاری دُعا کس طرح مقبول ہو؟ آج کے دن کاشغر سے لے کر مغرب کے آخر تک ہر شخص اپنے اپنے دین میں اللہ کی عبادت کرتا ہی، لیکن آج ایک کتا جو ایک فاحشہ کے مُردار خون سے پیدا ہوا ہی، اپنے قابل نفرت وجود کو نعوذ باللہ خدا سے زیادہ قابلِ عبادت

سمجھتا ہے اور دنیا سے اللہ کے نام کو محو کر کے اس کی جگہ اپنے ملعون نام کو قایم کرنا اور اللہ کے جتنے عبادت گزار بندے ہیں ان سے اپنی پرستش کرانا چاہتا ہے۔

ہم ان عبادت گاہوں کے مساجد کے دیوار محافظت تھے مگر اب ان کے شکستہ پتھر اور سایئدہ خاک کے برابر بھی کام نہیں آتے، منہ چھپائے ہوئے کونوں میں پڑے ہیں۔

نیرہ۔ خدا کے واسطے چپ رہئے۔ آپ کے چہرے کو دیکھ کر میں اس کی دہشت اور غضب سے خوف کھاتی ہوں۔ میں بے ہوش ہو جاؤں گی۔

جلال الدین۔ سنو میرے بولنے کا باعث تم ہوئیں وہ آگ جسے میں اپنے سینہ میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا تم نے اسے بھڑکا دیا، اس کے بعد مجھ سے ضبط نہیں ہو سکتا۔ اسلام پر اس بلا کو لانے والے ہم ہوئے۔ پھر دشمن کو دیکھتے ہی سب سے پہلے ہم بھاگے۔ پہلی لڑائی تو بیشک ہم لڑے اور اس میں ہم غالب رہے، دشمن نے ہم سے منہ موڑا لیکن گویا تاتار کا سامنا انسان تھا اور اس کی پیٹھ اجل تھی کہ جونہی ہم نے اس کی پیٹھ دیکھی ہم نے بھاگنا شروع کر دیا۔

ہزارہا کروڑہا انسان جو ہم کو صاحبِ ہمت، صاحب کفایت، غیور الحاصل

اپنے سے بڑا شمار کرتے تھے، ہمارے قدموں کو اپنے سروں سے اونچا سمجھتے تھی ہماری تلواروں کو جانوں سے عزیز رکھتے اور ایک سو سال سے ہماری تلوارنے زمانہ کی ہر قسم کی جفاؤں کے مقابلہ میں اُن کی حمایت کرتی تھی۔ ایسی رعایا کو ہم نے یہ کہکر چھوڑ دیا اور یہ کہتے وقت ہم نہ شرمائے "دشمن آرہا ہی ہم بھاگتے ہیں تمہارے سر جو کچھ پڑے اس کا علاج خود کرنا" اُس قہار و منتقم حقیقی کے حضور میں عبادت کرنے والے جس قدر بندے تھے، اُن سب کے ہلاکت کا سبب ہونا اور اپنے پر و بال بچا کے بھاگنا، یہ اخلاق، یہ ہمت ہی؟ ہمارے زمانہ میں جس شخص پر انسان کے لفظ کا اطلاق ہوا اُن میں سے ننانوے فی صدی کے ناحق خوں ریزی کا دھبہ ہمارے ماتھے پر ہی، آہ یہ کیسی ذلت ہی تم اپنے ذہن میں اس کا اندازہ کرسکتی ہو؟ ہم خدا کے حضور میں نمرودوں، فرعونوں کے برابر قابل مواخذہ ہوں گے۔ آیندہ دُنیا میں جس قدر مُسلمان جس قدر انسان پیدا ہوں گے، یزید و شیطان کی بجائے ہم پر لعنت بھیجیں گے۔

نیرہ۔ اُف میں نے آپ کو کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا بات کرتے وقت آپ کے مُنہ سے آگ برس رہی ہی، کیا آپ کے دل میں ملائکۂ آتش بیٹھے ہوئے ہیں؟ چنگیز کے حملے میں آپ کا کیا دخل ہی۔

جلال الدین ۔ میرا اگر ذرّہ برابر بھی دخل ہوتا، اور چنگیز کو دست بستہ میرے سامنے بھی لاتے تو میں اُسے چھوڑ کر اپنے تئیں قتل کرتا۔ افسوس کہ اس حملہ کا باعث میرے والد ہوئے ہیں۔ اس سب کا وہی باعث ہوئے اور پھر میں کچھ نہیں کرسکتا کہ وہ میرے باپ میرے بادشاہ ہیں۔ اُن کی والدہ ستّر برس کی بڑھیا ہو کر ملک کی حفاظت کر رہی ہیں اور یہ پینتالیس برس کے جوان ہو کر ایک قزاق سے جس کا نام نکل گیا ہی، ایک درندہ جانور سے جو نہایت غلیظ سنڈا اس میں پیدا ہوا ہی۔ اس طرح بھاگ رہے ہیں گویا وہ آسمان سے اُتری ہوئی قضائے مبرم ہی۔ اور اُنھوں نے اپنے تئیں ایک ایسے تنہا گوشہ میں لاکے چھپا دیا ہی جس میں جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی انسان کا قدم نہیں پڑا، اور یہ خیال کیا کہ اپنی جان بچانے کے لیے ایک ایسی جگہ چھپنا جو قبر کی سی تنہائی رکھتی ہو بہتر ہی اگر کہیں برق صاعقہ سے خوف نہ ہوتا تو وہ آسمان پر چلے جاتے، آہ خود بھی بھاگے اور مجھے بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لائے۔ کیا کروں میرے والد ہیں بادشاہ ہیں، دونوں وجہوں سے اُن کی اطاعت کے لیے مجبور ہوں ورنہ لڑائی شروع ہوتے وقت حکم میرے ہاتھ میں ہوتا تو خدا علیم ہی کہ اب سرحد سے کئی گھنٹوں کے فاصلے پر پیچھے پڑے ہیں اس وقت اس سے دُگنا آگے ہوتے۔

نیرہ۔ آہ آپ کے ذہن میں تو ملک فتح کرنے کے سوا کوئی فکر ہی نہیں سماتا کاشکے ہم اس خیمہ کے آدھے کے برابر ایک جھونپڑے میں ہوتے تاکہ آپ کا فکر اس قدر وسیع، میرا دل اس قدر تنگ نہ ہوتا۔

جلال الدین۔ کاشکے کاشکے! اس وسیع دنیا میں تیرے دل کا بندہ ہوں لیکن کیا کروں جس گھر میں پیدا اس میں میرا گہوارہ کئی سلطنتوں کے تختوں کے ٹکڑوں سے جنھیں میرے آبا و اجداد نے اپنے قدموں سے توڑا تھا بنایا گیا تھا، میری نیرہ ہم نے اللہ کی طرف سے جو عنایت، خلق کی طرف سے جو اطاعت دیکھی تھی اس کا اقتضا یہ تھا کہ ہم اللہ کے لئے اور اُس کی مخلوق کے لئے جان قربان کر دیتے مگر ہم ایک جا نذار بُت بنے بیٹھے ہیں، نعوذ باللہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا کی قدرت پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ خدا کے خوف کو چھوڑ کر چنگیز کے خوف میں مبتلا ہو رہے ہیں اور اس قبر میں اپنے تئیں دفن کر کے جہنم کے دروازے کے کھلنے کا انتظار کر رہے ہیں، نیرہ رو اچھی طرح رو تیرا جلال رحم کا سزاوار ہے۔ کاشکے اللہ نے جس وقت مجھے اس دُنیا میں بھیجا اُسی وقت جہنم میں ڈال دیا ہوتا، شاید وہاں کا عذاب اُس اذیت سے جو میری رُوح اس وقت برداشت کر رہی ہے۔ آسان ہوتا۔

مجلس سوم

جلال الدین۔ نیرہ۔ قطب الدین

قطب الدین - دادا جان ہوا خوری سے واپس آرہے ہیں - اسی طرف کو رُخ ہے -

جلال الدین - آئیں - میں مجبور ہوں میں انھیں نامرد کا دل رکھنے والا مرد کہوں گا یا شاہیں کے انڈے سے نکلی ہوئی فاختہ - وہ مجھے وطن و ملّت کی خدمت سے منع کرتے ہیں میں بھی غالباً ان کی اطاعت سے انکار کرنے کے لئے مجبور ہو جاؤں گا۔

(محمد علاء الدین داخل ہوتا ہی)

علاء الدین - یہ تم دونوں کا کیا حال ہی - ایک کی آنکھوں سے برسات کی جھڑی لگی ہوئی ہی دوسرے کے چہرے سے بجلیاں چمک رہی ہیں -

جلال الدین - اس سے آپ کو تعجب ہوتا ہی ؟ آپ کے طفیل میں جو خون بہے، جو ملک آگ سے جلائے گئے، یہ اُس کی یادیں، وہ اُس کے رنج میں ہی -

علاء الدین - جب سے تم یہاں آئے ہو اشارہ سے کنایہ سے مجھ پر اعتراض ہی کرتے رہتے ہو - ناحق ہدفِ تعریض ہونا ہر بدبخت کے نصیب میں ہوتا ہی

یہ خیال کر کے میں خاموش رہتا تھا۔ زمانہ جو چاہے کہے۔ دنیا کے کہے کو میں حقارت کی نظر سے بھی جواب دینے کے قابل نہیں سمجھتا لیکن تم ذی فہم انسان ہو۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میری طرف سے غلط خیالات اپنے دل میں رکھو۔ اچھا کہو میرے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو؟ میرا کیا قصور ہے۔

جلال الدین۔ سبحان اللہ۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں بے ادبی پر مجبور ہو جاؤں درندہ جانوروں کا ایک گروہ جو اپنے ہاتھ سے تراشے پتھروں کی پرستش کرتا ہے، موحدوں کو زمین میں دفن کرنے توحید کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کر رہا ہے ہماری مسجدوں میں گھوڑے باندھ رہا ہے، وہ اس قدر شراب لنڈھا رہے ہیں کہ ہمارے شہیدوں کے خون آلود کفنوں کو بھی تر کر دیا، وہ شخص جو ان ملکوں کا بادشاہ ہے، جس نے ایک وقت میں اسفندیار اردشیر غزنوی سنجر جیسے بادشاہوں کو جہانگیر کا لقب دلوایا، جو شخص کہ دنیا میں اس وقت سب سے بڑا بادشاہ تھا اسلام و انسانیت کا سب سے بڑا ملجا و ماویٰ تھا وہ آسمان کو لوح محفوظ، نجومیوں کو ہاتف غیب خیال کرتا ہے۔ اور عماد الملک جیسے آدمی کو صلاح کار قرار دیتا ہے۔ جس کا خون عراق کی شراب سے بنا ہے اور جس کا ذہن وزارت کی شکل میں سلطنت کرنے کی ہوس سے بھرا ہوا ہے۔ یہ بادشاہ اس شخص کی صلاح پر عمل کر کے ایسے گوشہ میں آپڑا ہے جیسے

اگر یہ کہا جائے کہ عالم عدم نے وجود کی شکل اختیار کرلی ہے تو بیجا نہ ہوگا، ایسا گوشہ کہ شیطان جو اپنے افعال سے شرمندہ نہیں ہوتا اگر اپنے تئیں انسانوں اور فرشتوں کی نظروں سے چھپانا چاہتا تو شاید ہی جگہ اُس کے خیال میں آتی، اب بھی آپ اپنا تصور مجھ سے پوچھتے ہیں۔

علاءالدین۔ یہ کام کہ ہر نجومی کی بات کا یقین کیا جائے۔ آسمان میں جو تارا نظر آئے اُسے تو بہ توبہ خلاق عالم تصور کیا جائے، چنگیزہی کے ہیں؛ میں تو یا تلوار یا کتاب میں مشغول رہ کر اس عمر کو پہونچا، علم اور تجربہ سے یہ یقین رکھتا ہوں کہ ہماری اوپر اللہ کے سوا دُنیا پر حکم چلانے والی کوئی قوت اور نہیں ہے، معتصم کی عمودیہ کی لڑائی ابو تمام کا تبریک نامہ بھی میں نہیں بھولا ہوں۔

جلال الدین۔ لیکن۔۔۔

علاءالدین۔ مجھے فقرہ تو ختم کرنے دو پھر بولنا۔ تم خیال کرتے ہو کہ میں یہاں اس لئے آیا کہ میں نے عماد الملک کی ہذیاں آمیز رائوں پر عمل کیا، تم میری اولاد میں سب سے بڑے ہو، میرے ولی عہد ہو، تمھیں میں نے اس قابل دیکھا کہ کسی وقت اپنے سے جدا نہ کیا، لیکن عماد الملک کو اپنے بیٹے کی خدمتگاری سے زیادہ قابل نہ سمجھا اب تک میں نے ہر کام میں تمہاری رائے کو دخل دیا ہے اس علم کے باوجود تم کہتے ہو

کہ میں اُس کی رائے کا تابع ہوں؟

قطب الدین۔ داداجان! اگر یہ بات ہی تو آپ ہمیں یہاں کیوں لائے؟ کیا موت سے ڈر گئے؟

نیرہ۔ قطب الدین! چپ رہ بادشاہ کے سامنے بات میں دخل دینے کی تیری کیا مجال ہی۔

علاءالدین (نیرہ سے) بولنے بھی دو اُس کے باپ کے ذہن میں جو خیالات پوشیدہ ہیں اُن کا عکس بچّہ کے دل میں ہوتا ہی، اور وہ اس کی زبان سے نکلتے ہیں (جلال سے) تم کس بنا پر بزدلی کا الزام مرے سر پر لگاتے ہو؟

جلال الدین۔ لڑائی سے بھاگنے والوں کی اور کس طرح توصیف کروں۔

علاءالدین۔ کیا میں ہی وہ نہ تھا جس نے غوریوں سے خراسان کو چھڑاتے وقت شادیاخ کے خندق میں سب سے پہلے گھوڑا ڈالا، سب سے اوّل اس کے قلعہ کے بُرج پر اپنا علم گاڑا۔ تمہاری عمر اس وقت قطب الدین کی عمر سے کچھ زیادہ تھی، تمھیں ضرور یاد ہوگا خراسان کی دوسری لڑائی کو بھول گئے؟ اس مہم کو میں نے ہی سر کیا تھا۔ قرہ خطا کو اس طرح میں نے پامال کیا، جس طرح کوئی سر جس پر بجلی گرے زمین پر آپڑے۔ میں جس وقت اِس پرورش کرتا جا رہا تھا تو تم میں سے کسی کو اس سے

زیادہ وقت نہ ملتا تھا کہ مجھے خطرہ میں نہ پڑنے دینے کے لئے میرے گھوڑے کے سموں کی خاک کے پیچھے پیچھے دوڑے۔ اس عظیم الشان فتح کی تاثیر اب تک تمہارے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے میں نے فیروزکوہ جیسے، غزنین جیسے مقامات کو فتح کیا کوہ قاف کے لوگوں کو فتح کیا جنھیں لوگ جن خیال کرتے تھے۔ اس فتح کی شہرت خود چنگیز کی زبان پر بھی ہے۔ میں کہاں کہاں کا ذکر کروں۔

جلال الدین۔ اگر ذکر کرنے سے آپ کی زبان نہ تھکے تو سب کو گنائیے۔ آپ وہ تھے جنھوں نے بائیس سال کے عرصہ میں خوب خوب تیغ آزمائی کی تھی، چالیس پچاس لڑائیاں جیتی تھیں، کہیں کہیں ہزیمت کا منہ بھی دیکھا تھا۔ غرض کہ آپ تلخ وشیریں تجربہ رکھنے والے ایک جہانگیر تھے۔ یکایک آپ نے اپنے وطن، اپنے ملک، اپنے ناموس، اپنے دین کو آتش میں، ایک درندہ جانور کے منہ میں، دشمن کے پاؤں کے نیچے اور شیطان کے ہاتھ میں دے دیا اور ایک شکست خوردہ فوج کے مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ انسانوں سے معمور آدھی دنیا کی ہلاکت کا سبب ہوئے۔

علاءالدین۔ اپنی واہی تباہی باتوں پر خود ہی غور کرو۔ کیا تم مجھے بالکل فاترالعقل سمجھتے ہو کہ یہ خیال کرتے ہو کہ میں نے منجموں کی باتوں پر عمادالملک کی ہفوات پر یقین کیا، ایک شکست خوردہ فوج سے بھاگ کھڑا ہوا۔ کیا تمھیں خبر نہیں

کہ عسا کرِ تا تار اتنے تھے کہ اگر اپنے ہاتھوں کی ٹوپیوں ہی کو ہمارے قلعوں کی خندقوں میں ڈال دیتے تو وہ بھر جاتیں۔ ہماری فوج پچاس ہزار کے لگ بھگ ہو گی پھر بھی اُس نے وہ خوں ریزی کی کہ ہمارے گھوڑے گھٹنوں گھٹنوں تک خون کے کیچڑ میں گھُس گئے تھے۔

جلال الدین۔ کاش کہ گھوڑوں کے ساتھ ہم بھی زمین میں دھنس جاتے۔

علاءالدین۔ انسان سے کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ نے یہی مقدر کیا تھا کہ بہت سے ملک تباہ ہوں لاتعداد انسان مارے جائیں۔ زلزلہ اور طاعون کی طرح اس نے یکایک چنگیز کو پیدا کر دیا۔ اس قضائے مبرم کے مقابلے میں سب سے اوّل ہم لا ڈالے گئے۔

جلال الدین۔ یا الٰہی تو مجھے صبر عطا کر۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ اگر آپ کا یہ خیال تھا تو آپ نے تاتار سے جنگ ہی کیوں کی اسلام کے حق میں آپ کا کیا قصد تھا؟

علاءالدین۔ خدا کے بندوں کے حق میں (میرے حق میں نہیں) بغداد کے خائن کا سوء قصد تھا۔ میں نے چنگیز پر ابتدا نہ کی۔ مغلوں کی طرف سے غائر خاں کو جو تاجر آئے چنگیز نے جو ایلچی میرے پاس بھیجے۔ یہ سب کے سب جاسوس تھے۔ اس لئے میں نے انھیں قتل کرایا۔ اگر میں انھیں قتل نہ بھی کراتا۔ تو چنگیز کسی دوسرے بہانہ سے مجھ پر حملہ کرتا۔ ناصر بھی اپنے تئیں سایۂ خدا۔ یہی نہیں بلکہ خدا کی ایک مثال مشخص کہکر

منوانا چاہتا ہی اور یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں جتنے مسلمان ہیں سب اسی عقیدہ کے ساتھ اس کی پرستش کریں۔ وہ یہ خیال کرتا ہی کہ انسان اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ غلاموں کی طرح اس کی سفاہت کے کام میں آئیں۔ نعوذ باللہ۔ اسلام اس لئے دنیا میں آیا ہی کہ ساری دنیا سے خدا کی عظمت کے سامنے سجدہ کرانے میں سنے اس کے ساتھ رعایت کی، مگر تو یہ تو یہ وہ رعایت عبادت کے درجہ تک نہ تھی میری ذات سے انتقام لینے کے لئے اس نے محمود دیا لواجی کو واسطہ قرار دیا اور چنگیز جیسے قہر الٰہی کو خلق خدا پر مسلط کر دیا۔ سمجھے؟

جلال الدین۔ سبحان اللہ! اگر چنگیز ناصر کی تحریک سے ہم پر حملہ آور ہوا تو بھی اس سے فرار کرنا کس طرح لازم آتا ہی۔ کیا ہماری سلطنت ناصر کی مدد سے قایم تھی۔ اگر اب بھی ہم یہاں سے اُٹھ کھڑے ہوں تو مجھے یقین ہی کہ ہم اپنے جھنڈے کے نیچے اس قدر فوج جمع کر سکتے ہیں جو اس وسیع دنیا کو فتح کرنے کے لئے کافی ہو گی۔

علاءالدین۔ ہاں! ہم ایک دستہ فوج جمع کر سکیں گے۔ فرض کرو کہ تمہارا خیال صحیح ہی ہم فوج جمع بھی کر سکے تو کیا آپ کے یہ مٹھی بھر بہادر لاکھوں تاتاریوں کا مقابلہ کر سکیں گے سوچو تو ہمارے سپاہی، ہمارے افسر ہمیں مرتد و مطرود خیال

کرتے ہیں۔ چوں کہ ناصر کو ایک ایسا معبود سمجھ لیا گیا ہے جو زمین پر نازل ہو گیا ہے
لہذا خود ہماری رعایا ہمیں چنگیز سے بھی زیادہ ملعون خیال کرتی ہے اس واقعہ کو کچھ
زیادہ دن نہیں گزرے۔ ہمارے افسروں میں سے آدھے، فوج سے بھاگ کر دشمن
کے جھنڈے کے نیچے چلے گئے۔ اور ان سب کا سردار کون تھا "بدرالدین" وہ بدرالدین
کہ اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں تو اس کے اندر سے سوائے ہمارے نمک
اور ہماری نعمت کے اور کچھ نہ نکلے گا۔ کتا بھی اس آدمی سے بے وفائی نہیں کرتا جو اسے
روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے۔ خنزیر بھی اس درخت کو اپنے دانتوں سے نہیں اکھاڑتا جس کے
سایہ تلے وہ آرام لیتا ہے۔ مگر یہ لوگ اپنے ہی وطن اپنے ہی ملک پر کلہاڑی لے کر
دوڑے، باقی جو رہے انھوں نے زخم خوردہ فوج کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ اور
وہ اس طرح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ہر ایک کے ذہن میں ہر ایک دل میں خود مختاری
کے ادعا کے سوا اور کچھ نہیں۔

میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں زندہ ہی ہوں اور تمہارے بھائیوں نے میری
میراث آپس میں تقسیم کر لی۔ اگر میں یہاں سے نکل کے جاؤں اور ان تک پہنچوں تو وہ مجھے
اس طرح حیرت سے دیکھیں گے۔ گویا میں قبر سے نکل کھڑا ہوا۔ ناصر دشمن اسلام،
ممالک اسلام کے بادشاہ حسود، اولاد و اقربا حریص، امرا خائن، فوج غافل، اور رعیت

عاجز۔ کیا ان ہتھیاروں سے صرف تجھ کو ساتھ لے کر میں چنگیز خاں کا مقابلہ کروں جس کے پاس لاکھوں سپاہیوں سے معمور بیسیوں مکمل فوجیں ہیں؟

جلال الدین۔ واہمہ نے آپ کے ذہن و فکر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس لئے آپ جدھر نظر ڈالتے ہیں آپ کو مصیبت اور خیانت دکھا دیتی ہے۔ اگر آپ چنگیز کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو کیا اس کے مقابلہ میں اپنی شایانِ شان موت بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ ایک شاہانہ مزار۔ اس مسکنِ ذلت سے کیا بہتر نہیں ہے؟

علاء الدین۔ شاہانہ مزار کیسا۔ اگر میں لڑائی کے لئے نکلوں تو وہ مجھے خود پکڑ کے تاتاریوں کے سپرد کر دیں گے۔ بیس برس سے۔ یہ سر دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کا تاج سر پر اُٹھائے ہوئے ہے۔ اب چنگیز کے ٹھوکر کھانے* کے لئے نہیں ہو سکتا۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ اس ناصر کو جو اس لائق ہے کہ اپنے ہی آنسوؤں میں اپنے ہی خون میں غرق کیا جائے۔ یہ موقع دوں کہ میرا حال دیکھ کر خوشی کے مارے ہنستے ہنستے مر جائے۔

جلال الدین۔ میں اس حکیم مطلق اور قہار منتقم کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے ہماری سلطنت کو آپ کے وجود سے ذلیل کیا ہے۔ یہ بہتر ہے کہ آپ کے سر کو چنگیز ٹھکرائے بہ نسبت اس کے کہ آپ کا سر لاکھوں مومنوں کے ناحق خون کے وبال کا بوجھ اٹھائے

آپ کو یہ خیال تو آتا ہے کہ اگر آپ لڑائی کے میدان میں جائیں گے تو آپ کو ایک شاہانہ مزار نصیب نہ ہوگا۔ آپ کی نظروں میں یہ تصویر بھی پھر جاتی ہے کہ اگر آپ چنگیز کے ہاتھوں میں پڑ گئے تو بغداد میں بیٹھا ہوا ناصر آپ کی حالت پر قہقہے لگائے گا مگر یہ تو سوچئے کہ اگر آپ یہاں رہے تو یہاں کی مٹی میں آپ کو ایک مزار بھی نصیب نہ ہوگا۔ اللہ کا دست قدرت یہاں تک پہونچ سکتا ہے۔ اور وہ آپ کو ناصر کی نظروں ہی میں نہیں بلکہ قیامت تک شرق و غرب میں جس قدر انسان پیدا ہوں گے ان سب کی نظروں میں ذلیل کر سکتا ہے۔ کبھی آپ کا ذہن اس طرف بھی منتقل ہوا ہے۔

علاء الدین۔ تو نے یہ گستاخی کب سے سیکھی؟

جلال الدین۔ جس وقت سے کہ آپ نے عہدۂ پدری چھوڑا۔

علاء الدین۔ یہ کس طرح؟

جلال الدین۔ کہیں اُسے بھی باپ کہا جا سکتا ہے جو خدا کے بندوں کو دشمن کی تلوار اور عزرائیل کے پنجہ میں سپرد کر کے خود دور دشمن سے مہینوں کی راہ دُور بھاگ جائے۔ جو تین تین چار چار برس کے لڑکوں اور لڑکیوں کو وہاں چھوڑ کر جہاں تاتاری جانوروں کا پنجہ سب سے پہلے انھیں پر پڑے۔ خود اپنی جان بچانے کے لئے ایک ایسے جزیرہ میں چھپ کر آ بیٹھے جس پر نظرِ اجل بھی مشکل سے

پڑے۔ اب آپ کا منہ اس قابل نہیں کہ کسی کو دکھائیں۔ چھ ہزار برس سے اس وسیع دنیا میں جس قدر ذلیل انسان پیدا ہوئے۔ ذلت و خواری میں آپ نے ان سب پر فوقیت حاصل کی۔ میں اس نامردی سے بیزار ہوں۔ خدا شاہد ہے کہ بیزار ہوں۔

مجھ پر آپ کی اطاعت کیوں فرض ہو۔ آپ نے اپنی اولاد اور خدا کے بندوں کے حقوق کی جو اپنی اولاد سے زیادہ آپ کو عزیز ہونے چاہیئے تھے۔ کون سی رعایت کی کہ میں آپ کی اقتدا کروں اور آپ کے حق پدری کا خیال کروں اگر آپ اس وقت یہاں سے اٹھ کر دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلیں تو آپ کا پہلا سپاہی میں ہوں گا۔ ایک لمحہ کے لئے آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ فرض کیجئے کہ ہمارے ساتھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ ہم مغلوب ہو جائیں۔ تو بھی ہم ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں۔ آپ میری پشت پناہ ہوں۔ میں آپ کے قدموں میں رہوں۔ ہم دونوں اپنی تلوار پر تکیہ کر کے شہید ہوں پھر نہ دنیا میں اسیر ہونے کا خوف رہے اور نہ عاقبت میں ذلیل ہونے کا۔

علاء الدین۔ کیا شاعرانہ خیال ہے!

جلال الدین۔ خیال نہیں! حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ جو میں کہہ رہا ہوں

وہ اس قدر صحیح ہی جیسی لوح محفوظ کی تحریر۔ اگر آپ میری باتوں پر کان نہ دھریں گے تو میں تنہا جاؤں گا۔ لیکن اپنے باپ کے مقابلہ میں باغی ہو کر۔ قیامت میں، اللہ کی عدالت سے میرے لئے جو کچھ فیصلہ ہو اُس کے لئے میں راضی ہوں۔ لیکن دُنیا میں قیامت تک ملعون ہونا میں قبول نہیں کر سکتا۔

علاءالدین (بیزہ سے) بیٹی! تم کیوں اس قدر متحیر نظروں سے دیکھ رہی ہو میں نے جو کچھ کہا ہی۔ اِس کا ایک ثبوت تو تمہارے سامنے موجود ہی۔ اگر جلال الدین کی باتوں پر اعتبار کیا جائے تو وہ میرے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے طیار ہی۔ حالاں کہ ہوس سلطنت کو بھی قربان نہیں کر سکتا۔ میں مصیبت اور مغلوبیت کی حالت میں ہوں مگر زندہ ہوں۔ مر تو نہیں گیا۔ جلال میراث لینے کے لئے جانا چاہتا ہی اور اس میراث کو حاصل کرنے کے لئے اپنے اعزا اور اقربا میں سے ایک ایک کو چُن چُن کر مار ڈالنے کی کوشش کرے گا۔

جلال الدین۔ میں ؟

علاءالدین۔ ہاں! تمہارا اگر مقصد حاصل ہو گیا تو اس سے کیا بہتر اگر نہ ہوا تو تم یا قرہ قرم کی طرف بھاگو گے یا بغداد کی۔ اور دُنیا پھر یا چنگیز یا ناصر کے دست تظلم کے نیچے رہی گی۔ ویران ہونے کے لئے تھوڑے سے مقامات اور باقی ہیں

جلال انسانی خون کے سیلاب سے انھیں بھی نیست و نابود کرنا چاہتا ہی۔ اُس کا کیا نقصان ہی۔ خلقت کے نزدیک ملعون کہے جانے کے لئے کیا میں نہیں ہوں۔

جلال الدین۔ خدا نے آپ کو کیسا منحوس شکل پیدا کیا ہی۔ آپ کسی کی ذرہ برابر مدد نہیں کرتے اور اس پر یہ خیال کرتے ہیں کہ جو امداد کے طالب ہیں وہ صرف آپ ہی کا مُنہ تکتے ہیں۔

سُنا ہی چنگیز کی ماں جس دن سے چنگیز کو جنی ایک دفعہ بھی عمر بھر نہ مسکرائی اگر وہ زندہ ہوتی اور آپ کی باتیں سُنتی تو مارے ہنسی کے بیہوش ہو ہو جاتی۔

علاءالدین۔ تمھیں سب کچھ کہنے کا حق ہی۔ میں اس مصیبت میں ہوں جو دُنیا میں کسی پر نہیں پڑی۔ میری اس مصیبت میں میرا بیٹا مجھ پر ہنس رہا ہے۔ دشمن کیوں نہ ہنسے۔

جلال الدین۔ آپ چاہتے ہیں میں حدّت اور غصّہ کے مارے مر جاؤں یہ آپ نے کیا بات کہی کہ جلال آپ کی بات پر ہنستا ہی۔ آپ کی طبیعت میں ذرّہ برابر بھی انصاف نہیں رہا۔

مجلس چہارم

اشخاص سابق اور قطب الدین

نیرہ (قطب الدین سے مخاطب ہوکر) تو کیوں منٹ منٹ میں خیمہ میں گھس آتا ہے۔
قطب الدین۔ ابھی ایک آدمی آیا ہے۔ کہتا ہے۔ دادا جان شاہ عالم پناہ کی قدمبوسی کروں گا۔ شاید اُسے کچھ ضروری خبریں دینا ہیں۔ کہتا ہے۔ امیر اور خان نے اُسے بھیجا ہے آپ خفا ہوگئیں۔

علاء الدین۔ آ میری جان، میں جب تک زندہ ہوں کسی کی کیا مجال کہ تجھ پر خفا ہو۔ جاؤ بیٹے کہو جو آیا ہے اُسے یہاں بھیج دیں (نیرہ سے مخاطب ہوکر) تم اس قنات کے پیچھے چلی جاؤ۔ گو یہ خیمہ دھجیاں ہوگیا ہے پھر بھی ابھی اتنا ہے کہ عورت کو نامحرم کی نظر سے بچا سکتا ہے (جلال الدین سے مخاطب ہوکر) شاید یہ شخص تمھیں بادشاہت کا نیوتہ دینے آیا ہے۔ ہم تو دنیا کی طرف سے مردود و منفور ہیں۔ اپنی بادشاہت کو اپنے ہاتھوں چھوڑ بیٹھے ہمارے بعد وہ مسند تمہاری ہے۔ البتہ ہر شخص چاہتا ہے کہ اُس مسند پر بادشاہ حکمرانی کرے۔

جلال الدین۔ جو سلطنت آپ کو اس حال اور اس جزیرہ میں چھوڑ کر حاصل ہو

خدا کی اس پر پھٹکار ہو۔ اے میرے بادشاہ! اس وجہ سے کہ میں اپنی قوم کا عشق رکھتا ہوں، اپنی قوم کی راہ میں اپنی جان فدا کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی ذات اور آپ کی سلطنت کے حق میں خیانت کروں گا۔

مجلس پنجم

اشخاص سابق اور اوزبیگ

قطب الدین (داخل ہو کر) پادشاہ عالی جاہ! آپ کا یہ غلام قدم بوسی کے لئے آیا ہی۔

علاء الدین (حیرت سے اپنے دل میں) یہ تو اوزبک ہی (قطب الدین سے) بیٹھ جاؤ۔ کہدو، جو کشتی والا انھیں لایا ہی اسے انعام دیا جائے تم بھی اچھی طرح اس سے باتیں کرو (قطب الدین جاتا ہی) (اوزبیگ سے) میں نے تجھے رکن الدین کی خدمت میں چھوڑا تھا۔ یہاں تو کیا کر رہا ہی۔

اوزبک۔ میرے بادشاہ! نہ معلوم حضور کو کیا ہو گیا ہی۔ بائیس سال تک تو حضور کا یہ حال تھا کہ دشمن کی خبر آپ کے ملک تک نہ پہونچنے پاتی تھی کہ آپ کی شمشیر اس کے حلق تک پہنچ جاتی تھی یا اب یہ حال ہی کہ آپ اپنے ملک کی خبر اس

جزیرے میں بیٹھکر سُننا چاہتے ہیں جہاں دشمن کا وہم تک بھی نہیں پہونچ سکتا۔

علاءالدین۔ کیا تو بھی ادب بھول چلا۔

اوزبک۔ اُس نعمت رزق کی قسم جو میرے سامنے رکھا ہے، میں جس قدر بےادبی کروں معذور ہوں میں اپنے ملک کو دیکھکر آرہا ہوں۔ جو ملک اس دنیا میں بہشت شمار کیا جاتا تھا اب وہ ایک عظیم قبرستان ہے۔ اس میں ہڈیوں کے اس قدر ڈھیر ہیں اور لاشوں کی اتنی بو ہے کہ اس میں سے گزرا نہیں جاتا۔ میں نے اپنے ولی نعمت زادہ رکن الدین کو بھی دیکھا۔ آہ رُکن الدین! وہ حضور کا لڑکا تھا۔ مگر میری جان تھا حضور نے صرف اس کی خوشیاں دیکھیں! مگر اس کا رنج میں نے سہا۔ حضور کی تو اور بھی اولاد ہے مگر میرے لئے تو صرف ایک شہزادہ رکن الدین تھا۔ آہ! ظالموں نے اُسے بھی میری آنکھوں کے سامنے شہید کر ڈالا۔

علاءالدین۔ کیا خوب نمک حلال نوکر ہے۔ رُکن الدین شہید کر ڈالا گیا! اور تو اپنے وجود مبارک کو صحیح و سلامت یہاں تک لاکر اس جگر پاش خبر کو پہنچانے آیا ہے۔

اوزبک۔ میرے آقا و بادشاہ! بغیر تحقیق کئے حکم لگا دینا، نہ آپ کی شان نہ اس موقع کے حال کے شایاں ہے۔ میں اپنے شہزادہ کے بعد اگر زندہ رہا۔ تو اس لئے

زندہ رہا کہ اُن کے حکم کو بجا لاؤں۔ آپ عراق سے نکلے چلے آئے۔ مگر آپ کے ساتھ ہی راحت اور انتظام سلطنت بھی یک قلم رخصت ہوئی۔ اپنے تئیں بچا کرنے کی غرض سے ہم سب کرمان پہونچے۔ مگر ہمارے ساتھ ہمارے افسروں نے کوئی بدسلوکی اُٹھا نہ رکھی تھی۔ ان میں سے ہر اک خبیث، دنیا کی طرح دوں تھا۔ رنگ بدلتے ہی اُن کے حال میں بھی تبدیلی نظر آنے لگی۔ گویا ہم ساحل تھے اور وہ موجیں آہستہ آہستہ ہم تک آتے اور پھر ہم کو چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ تھوڑی دیر بعد پھر جمع ہو کر ہم سے لپٹتے، اور پھر منتشر ہو جاتے۔ ہم نے دیکھ لیا اور جانچ لیا۔ ہوا پر جس قدر اعتبار کیا جا سکتا ہے، اُن پر بھی اتنا ہی بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔ ہم نے یہ کہکر "ملک خدا تنگ نیست، پائے مرا لنگ نیست"، کرمان کو بھی خیرباد کہا۔ اصفہان پہنچے، مگر یہاں کے قاضی کو بھی ناصر کا طرف دار پایا۔

علاءالدین۔ کاش کہ میرے جسم میں جتنے روئیں ہیں، خدا اتنے چنگیز پیدا کرتا مگر اس ناصر کی بلا کو ہم پر مسلّط نہ کرتا۔ قاضی نے تم سب کے کفر کے لئے تم سب کے قتل کا حکم دیا ہوگا؟

اوزبک۔ اصفہان کے لوگوں نے جو ہمارے ساتھ اظہار خصومت کیا، وہ ہم نے تاتاریوں سے بھی نہ دیکھا۔ یزید نے اہل بیت کے ساتھ حجاج نے بیت اللہ کے ساتھ

جو کیا وہی ہمارے ساتھ اصفہانیوں نے کیا۔ پھر بھی غلبہ ہمارا ہی تھا۔ لیکن شہزادہ رُکن الدین نے کہا "یہ کُتّے انسان کی موت کے لائق نہیں۔ ان کی اعانت، اور ان کی مملکت، ان کا مال اور ان کی جان سب چنگیز کو مبارک ہو۔" یہ کہہ کے اُس نے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا اور تاتاریوں کو تلاش کرتا ہوا اُن کی حدود کی طرف بڑھا۔

علاء الدین۔ بیچارہ لڑکا۔

جلال الدین۔ تجھ پر میری ہزار جان قربان ہو۔ تو اور کچھ نہ کرسکا لیکن تو نے خاندان کی عزت کی حفاظت کی۔

اوزبک۔ رُکن الدین پر آپ ہی نہیں کُل دنیا فخر کرے گی اگر آپ فیروزکوہ میں اُس کے ساتھ ہوتے تو آپ دیکھتے۔ اس کی بہادری، اُس کی قہرمانی کس درجہ پہنچ گئی تھی۔ ہم تین سو ساڑھے تین سو آدمی تھے۔ تاتاری، ہمارے ایک آدمی کے مقابلہ میں تین سو آدمی تھے۔ لیکن ہم چھ مہینہ تک لڑتے رہے۔ ہمارے جسموں پر جتنے زخم لگے، ہر اک کے بدلے میں کم سے کم پانچ تاتاریوں کی قبریں ہو گئیں مگر آہ! غیرت، کثرت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ آخرکار انھوں نے ملک ہم سے چھین لیا۔ مگر تنہا رُکن الدین سے دو گھنٹہ تک جنگ رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عزرائیل

شمشیر برہنہ لے کر میدان میں آگیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ ایک کوہ پیکر ملعون، رکن الدین کے ایک نعرہ سے زمین پر گر پڑا۔ اور فی النار والسقر ہوا۔

جلال الدین۔ میرا شیر بھائی۔ میں نے کیسی سخت غلطی کی کہ میں بجائے اپنے باپ کی مصاحبت کے تیرا ایک نفر سپاہی نہ ہوا۔ مجاہدۂ دین اور فداکاریٔ وطن وانسانیت کے وقت کیا چھوٹائی اور بڑائی دیکھی جاتی ہے۔ اس سے بڑھکر اور عظمت کیا ہو سکتی ہے کہ انسان حق کی راہ میں جان دینے والوں کی صف اوّل میں ہو؟

اوزبک۔ خدا حضور کو سلامت رکھے۔ اگر آپ مرحوم شہزادہ کے ساتھ ہوتے تو غیرت دین حمایت انسانیت، محبت وطن آپ جیسے قہرمان سے محروم ہو جاتی۔ اگر فتح ممکن ہوتی تو کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ رکن الدین سا شہزادہ اُسے حاصل نہ کر سکتا تھا۔ میرے آقا اور بادشاہ! خدا جانتا ہے۔ جو شجاعت اُس نے دکھائی وہ اک بست سالہ نازک شہزادہ کی شجاعت نہ تھی۔ وہ وہ شجاعت تھی کہ علاء الدین جہاں سوز نے یا کسی پہلوان نے کسی ہاتھی کے مقابلہ میں بھی کبھی نہیں دکھائی۔ مگر حاصل کیا ہوا اس کا جسم پتھر اور لوہے کا بنا ہوا تو تھا نہیں۔ وہ جسم نازک چھبیس جگہ زخمی ہوا۔ یہ کمزور گوشت، یہ ٹوٹنے والی ہڈی، اتنی تلواروں کی کتنے گھنٹے متحمل ہو سکتی تھی کتنا ہی شجیع، کیسا ہی قادر انداز ہو۔ آخر انسان ہے۔ آخرکار، اُس خون نے جو اُس کے

زخموں سے فواروں کی طرح نکل رہا تھا۔ اُسے ناطاقت کر کے گرا دیا۔ اور پاؤں چلنے سے اور تلوار کاٹنے سے رہ گئی۔ تاتاریوں نے اُس زخم خوردہ بیتاب و توان شیر کو دیکھ کر شکاری کتّوں کی طرح ایک جھنڈ بن کر اس پر حملہ کیا۔ میرا شہزادہ اپنے پاؤں تلے دبا کر تلوار توڑ رہا تھا۔ تاکہ دشمن کے ہاتھ میں اس کی تلوار نہ پڑے کہ اس کے ہر بازو، ہر پاؤں، بلکہ اک اک انگلی پر اک اک دشمن لپٹ گیا۔ اس پر بھی وہ کئی منٹ تک اُن سے لڑتا رہا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تاتاری اُسے پکڑ کے ذلت کے ساتھ اپنے سرداروں کے خیموں میں لے گئے۔ آہ بیچارہ شہید! آہ بدبخت قہرمان۔

علاءالدین۔ تو کاہی کو سپاہی ہوا تجھے تو نوحہ گر ہونا چاہیئے تھا۔

اوزبک (گویا اُس نے سنا نہیں) شہزادہ کے فدائیوں میں سے جو اب تک شہید نہ ہوئے تھے وہ ۶۵ آدمی تھے یہ فدائی، جس طرح سیاہ بادلوں میں بجلی چمکتی پھرتی ہے اس طرح تاتاریوں کے دَل بادَل فوج کو پھاڑتے ہوئے میرے گرد جمع ہونا شروع ہوئے۔ ہم قلعہ سے لے کر تاتاریوں کے خیمہ گاہ تک گئے۔ مگر شہزادہ کو بچا نہ سکے۔ بچانا کیسا، اُس کے قریب تک نہ پہنچ سکے۔ اُس کے گرد تاتاریوں کے کم سے کم ایک ہزار حلقے تھے۔ ہم ہزار کوششوں سے خیمہ کے

قریب تک پہنچے تھے شہزادہ کو حکم دیا گیا کہ سرداروں کے سامنے سر جھکائے مگر وہ سر اُن سروں میں سے نہ تھا جو جلاد کے سامنے جھک جائیں۔ ان کُتوں کے ساتھ شہزادہ نے حقارت کے سوا اور کوئی سلوک نہیں کیا۔ ملعونوں نے جب دیکھا کہ میرا ولی نعمت زادہ اس قدر عالی جناب، اور خود وہ اس قدر ذلیل ہیں تو مارے غصّہ کے گویا داء الکلب میں مبتلا ہو گئے۔ اور وہ تاتاری جو اپنے سرداروں کے حکم بغیر روٹی کا ٹکڑا نہ توڑتے تھے سرداروں کے مُنہ سے ایک لفظ بھی نکلنے سے پہلے، شہزادہ رکن الدین کو دانتوں سے اور پنجوں سے پارچہ پارچہ کرنے لگے۔

علاء الدین۔ بیچارہ رکن الدین!

جلال الدین۔ وہ بے چارہ نہیں تھا۔ ہم بے چارہ ہیں۔ خدا اُس کا مزار نور سے معمور کرے وہ شہید ہوا۔ ذلیل نہ ہوا۔

اوزبک۔ وہ شہید ہوا۔ اور کس طرح شہید ہوا۔ عزت و عظمت کے ساتھ شہید ہوا ہم اس وقت اس کے خیمہ کی رسیّوں تک پہونچ گئے تھے، مرحوم نے ہماری فریادیں سُنیں تو میرے اوپر غصّہ سے ایسی غضوبانہ نظر ڈالی کہ قریب تھا کہ میں اُس کی دہشت سے بیہوش ہو جاؤں۔ الٰہی اُس میں کیسی غیرت، کیسی فداکاری تھی۔ مرحوم دُنیا میں

اپنے لئے نہیں صرف اللہ کے لئے آیا تھا۔ اور اُس نے اللہ کے دین اور عباد اللہ کے حال کے سوا کسی اور خیال کو اپنے ذہن میں نہ آنے دیا۔ اُس کا آخری فقرہ اور آخری حکم یہ تھا: "ایران میں فوج نہیں تم یہاں بے فائدہ اپنے تئیں تلف کر دوگے اُس دین کی حرمت کا واسطہ جس کی راہ میں شہید ہو رہا ہوں، جاؤ اور ایران کی امداد کو پہنچو۔"

تاتاری، اس خارقہ کے مقابلہ میں معجزہ دیکھے ہوئے منافق کی طرح ساکت و حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ تاتاری جو ہماری بلیوں اور کتوں تک کو زندہ نہ چھوڑتے تھے۔ ایسے ہکے بکے ہو گئے کہ اک چھوٹا سا تیر بھی ہم پر چھوڑنے کی انھیں ہمت نہ ہوئی۔ جان جانا چاہتی تھی۔ مگر فرض بقائے زندگی چاہتا تھا۔ گویا ہم اجل کے پنجہ سے ایک دفعہ چھوٹ کر پھر پھانسی کے میدان میں جا رہے تھے اس طرح نہایت درجہ نا اُمیدی کے ساتھ ہم وہاں سے جُدا ہوئے۔

علاءالدین۔ رُکن الدین، رکن الدین، بیچارہ رُکن الدین، تو نے دنیا سے خوب وفا دیکھی (اوزبک کی طرف اشارہ کر کے) اس وفا کا ایک نمونہ تو یہ موجود ہے۔ تو نے ایزدی نعمت نسادی کے نفس واپسین کی وصیت پر کیا خوب عمل کیا۔ وہ تمھیں محافظت ایران کے لئے بھیج رہا ہے۔ اور تم یہاں خبر بد کی مژدہ رسانی کر رہے ہو۔

اوزبک۔ انسان کو دنیا کے حال سے اس قدر بے خبر ہونے کے لئے ایسے ہی منزوی گوشہ میں رہنا چاہیئے۔ جو دنیا میں ہو کر دنیا سے خارج شمار کیا جائے آپ کو خبر بھی ہے۔ ایک مہینہ ہونے آیا کہ تاتاریوں نے ایران پر قبضہ کر لیا۔

علاءالدین۔ آہ! جلال؟ دیکھ جس فوج پر تجھے بہت ناز تھا جن سرداروں پر تجھے بہت بھروسہ تھا انھیں دیکھ۔ ایک شیر جسے ہیبت ناک برج کو اس رفیع الشان قلعہ کو جس تک شاہین کے بازو بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ انھوں نے تاتاریوں کے سپرد کر دیا۔ ان نمک حراموں نے اپنے بادشاہ کی ماں اور اولاد کو دشمنوں کے ہاتھ بیچ دیا۔

جلال الدین۔ آپ جیسے بادشاہ کی رعایا البتہ ایسی ہی ہوگی جس رعایا کو آپ نے دشمن کے حوالے کیا، یہ نمونہ دیکھی ہوئی، یہ تربیت پائی ہوئی رعایا، آپ کی والدہ یا آپ کی اولاد کا کیا خیال کرے گی؟

اوزبک۔ آپ اپنے تئیں گناہ گار کر رہے ہیں۔ غازیوں پر بہتان نہ باندھیے انھوں نے آپ کے نفس اور آپ کے قلب سے زیادہ صداقت برتی۔ تاتاریوں نے چاروں طرف سے انھیں گھیر رکھا تھا۔ کھانے پینے کو ان کے پاس کچھ نہ رہا تھا، آسمان سے وہ آگ برس رہی تھی کہ اس کی مانند کبھی دیکھا نہیں گیا۔ قلعہ کے کنوؤں کا پانی تک

سوکھ گیا تھا۔ دشمن کی تلوار نے ان کے جسم سے جو اعضا کاٹ ڈالے تھے، بیچاروں نے وہ تک کھا لئے۔ اپنے زخموں سے جو خون نکلے وہ تک پی لئے اپنی غیرت کو امکان کی حد سے بھی آگے پہنچا دیا۔ تب وہ تسلیم ہوئے۔ جس دن قلعہ کو سپرد کیا ہے اُس دن میں ان آدمیوں کے ساتھ جنھیں میں جمع کر سکا خراسان کے دروازہ کے سامنے تھا قلعہ سے نکلنے والوں کو میں نے دیکھا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آگئی ہے۔ اور مُردے اپنی خشک ہڈیوں اور سُوکھی کھالوں کے ساتھ اپنی قبروں سے نکل رہے ہیں۔ نکلنے والوں کی کل تعداد تیس بتیس ہوگی ان میں سے بھی بہت سے دشمن کے کیمپ تک پہنچتے پہنچتے بھوک اور تکلیف سے ایک ایک اور دو دو کرکے گرے۔ اور ہلاک ہوگئے۔ مگر اللہ نے ایک وزیر کو اس لئے بچا رکھا کہ اپنی دو معصوم اولادوں کو تاتاریوں کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہوا دیکھے۔

علاءالدین۔ آہ۔

اوزبک۔ بیچارہ دیوانہ ہوگیا۔ فرط غضب سے اپنے دانتوں سے اپنے کندھوں کا گوشت نوچتا لیکن کسی طرح اپنے تئیں ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کار تاتاریوں نے اُس کے سر کو پتھروں سے کچل کے اُسے بھی شہید کر دیا۔

جلال الدین۔ بدبخت انسان! اپنے بادشاہ کی طرف سے تھوڑی سی غیرت بھی

دیکھتا تو نہ معلوم کیا کیا خدمتیں کرتا، کیا کیا فداکاری دکھاتا۔

علاءالدین۔ چپ رہ جلال۔ خدا کے واسطے چپ رہ۔ تیری ہر بات ایک تیر ہے۔ جو میرے دل کے سب سے زیادہ دُکھے ہوئے مقام پر آ کر لگتا ہے۔

اوزبک۔ حضور کی والدہ توبچ رہیں، مگر بدبخت خاتون، دنیا میں رہ کر جہنم سے زیادہ عذاب اُٹھا رہی ہے۔ جو خاتون ہر روز اپنے دروازہ پر ایک ہزار فقیروں کو کھانا کھلاتی تھی، آج جس وقت چنگیز کھانا کھاتا ہوتا ہے۔ تو اس بیچاری کو ایک کُتّے کی طرح، ایک زنجیر میں بندھے ہوئے کُتّے کی طرح اپنی زنجیر ہلا کے اپنے سر کو اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ کے، اس خنزیر اس ملعون کے پھینکے ہوئے ٹکڑے کو اُٹھا کر کھانا پڑتا ہے۔

علاءالدین۔ جلال! جلال! تجھے قطب الدین کا، بیزہ کا واسطہ مجھے اس شخص کی زبان سے نجات دے۔

جلال الدین۔ ان خوفناک باتوں کو سُن کے بیہوش ہو جائے گا مگر اس کی آنکھوں کے سامنے اس قدر مصیبت کی تصویر کھینچی گئی۔ پھر بھی اس کے چہرے پر شرم یا غصہ سے زرا بھی سُرخی پیدا نہ ہوئی۔ شاید اس کی رگوں میں خون کی بجائے صفرا پیدا ہوا ہے۔

اوزبک ۔ حضور کی دونوں محل بھی بچ رہیں، اور غالباً اس میں سے ایک چنگیز خاں کے داہنے پہلو میں اور دوسری بائیں پہلو میں لیٹی ہوگی۔

علاءالدین۔ آہ جلال تو جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ میں دُنیا کی لعنت اور خدا کے غضب کا سزاوار ہوں کہ اس فلاکت کو سہہ رہا ہوں۔ مگر کیا انتقام کی کوئی تدبیر نہیں ہے لیکن میں کس سے مدد چاہ رہا ہوں، اگر دنیا میں میری ذات سے سب سے زیادہ نفرت کرنے والا کوئی شخص ہے تو کیا وہ (جلال کی طرف اشارہ کرکے) یہ نہیں ہے۔

جلال الدین۔ کیا میں، اے میرے والد، میرے ولی نعمت میرے بادشاہ! میرے متبوع! آپ سے نفرت کرنے والا، خدا کی رحمت سے محروم ہو۔ اے میرے بادشاہ! ایک مرتبہ میدان جنگ کا ارادہ فرمایئے۔ اس قدر آدمی جس سے ایک کشور بھر جائے آپ کے ساتھ جان دینے کو حاضر ہوں گے آپ کا سب سے پہلا نفر سپاہی یہی جلال ہوگا آپ کے ہر رونگٹے پر میری ہستی کا ہر ذرہ علیحدہ علیحدہ قربان ہو۔ خدا کے لیے اپنے ارادہ میں ثابت قدم رہیئے۔ حرمت دین کے لئے، اگر آپ کی رائے سے انحراف کوئی کرے۔ تو اس ملعون سے انتقام کی تدبیریں ہم کریں گے۔ اور اُس سگ مُردار کو ہم اپنے شہیدوں کے خون سے ڈبو دیں گے۔

علاءالدین۔ آہ میرا شانہ۔ آہ یہ کیسا درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قضا و قدر

اپنے پنجہ سے میرے داہنے بازو کو اُکھاڑ رہی ہے۔ غالباً فلک یہ نہیں چاہتا کہ میرے جسم میں انتقام لینے کا کوئی ذریعہ رہ جائے۔ کوئی میرا بازو مروڑ رہا ہے۔ اور وہ اس قدر درد کر رہا ہے کہ اگر میں اپنے ناخن اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتا۔ تو میں خیال کرتا کہ میرے ناخن میرے جگر میں گڑے جا رہے ہیں۔

اوزبک (اپنے دل میں) کیا ان پر فالج گر رہا ہے۔ خدا کرے میرا خیال غلط ہو یا الٰہی ہمیں یہ مصیبت نہ دکھلا۔

علاءالدین۔ یہ کون ہے۔ میرے سامنے کون کھڑا ہے؟ آہ کیا چنگیز ہے؟ چنگیز ملعون کی میں نے تصویر دیکھی تھی۔ میں اس کی شکل خوب پہچانتا ہوں۔

جلال الدین۔ میرے بادشاہ! آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ خدا کے واسطے اپنے ہوش میں آیئے۔ آپ کے سامنے تو کوئی نہیں ہے۔

علاءالدین۔ کیسے نہیں ہے کیا تمہاری آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ دیکھو دیکھو کیا نہیں دیکھ رہے۔ اُس کی تلوار دیکھو۔ اُس کی تلوار سے جو خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں اُنھوں نے خیمہ میں خون کا دریا بہا دیا ہے۔ اُس کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے ہیں۔ آہ رکن الدین کے سر کو اپنے دانتوں سے چبا رہا ہے۔ اُس کے منہ سے خون ٹپک رہا ہے۔ وہ اژدہے کی طرح اُس کے جسم کو جھپٹ رہا ہے۔

اوزبک۔ اے میرے بادشاہ آپ یہاں بیٹھ کے آرام کیجئے اُس سے ہم سمجھ لیں گے۔

علاءالدین۔ وہ سیدھا میری طرف آرہا ہے میں اپنے بائیں ہاتھ سے اُس کُتّے کے جگر کو چیر کے پھینک سکتا ہوں۔ ایک تلوار لاؤ۔ کیا کوئی تلوار نہیں ہے؟ آہ! میرے داہنے بازو کو خدا کے انتقام کی تلوار ٹکڑے کر رہی ہے۔ اُس کے سوا کوئی تلوار نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ (گرتا ہے اور جاں بحق تسلیم ہو جاتا ہے)

اوزبک۔ بادشاہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ کیا یہاں کوئی حکیم نہیں ہے جاؤ جلدی بلا کر لاؤ۔ دیر نہ کرو۔

جلال الدین۔ اے دیوانے تو نے اُس کرب و عذاب کو نہیں دیکھا جس میں بادشاہ مبتلا تھا۔ اس قدر لڑائیوں میں شریک رہ کر بھی تو سکرات موت کو نہیں پہچانتا۔ ہمارے بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

اوزبک۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ انشاءاللہ نہیں۔

جلال الدین۔ بادشاہ نے انتقال کیا۔۔۔ اور ایسے وقت انتقال کیا جب کہ ان کی زندگی نہایت ضروری تھی۔ خدا مغفرت کرے۔ آہ کاش کہ یا تو تاتار سے جنگ کرنے سے پہلے وہ انتقال کرتے یا اب چند سال اور جیتے۔

اوزبک (علاءالدین کی نعش کو دیکھکر) آہ میں باعث ہوا، اپنے بادشاہ کی موت کا میں باعث ہوا۔ چنگیز کی جو میں نے خدمت کی ہے شیطان بھی نہ کرسکے گا (جلال الدین سے مخاطب ہوکر) اے میرے بادشاہ! اس مرحوم کی مٹی کی حرمت کیجئے۔ اور مجھے بھی عقبیٰ کو روانہ کردیجئے۔ میں بھی قبر کے گوشہ میں کچھ آرام کروں اور اس دنی دنیا کے ظلم و عدوان سے نجات پاؤں۔ آہ میں کیسے منحوس زمانہ میں اس دنیا میں آیا تین سال سے برابر جنگ کررہا ہوں۔ اٹھارہ جگہ سے زخمی ہوا لیکن اس کتے کے جسم سے ایک رُواں بھی نہ اُکھاڑ سکا۔ مگر چند فقروں سے میں نے اپنے بادشاہ اپنے ولی نعمت کو مار ڈالا۔ میری تمنّا یہ تھی کہ میں اپنے تئیں ان پر قربان کردوں اور ان کے قدموں میں پڑا ہوا جان دے دوں۔ مگر وہ معزز وجود بیجان ہے اور میں ان کے سر پر زندہ و سلامت کھڑا ہوا ہوں۔ آہ میں نے ہی انھیں مارا۔ اے میرے بادشاہ مجھے قتل کیجئے تاکہ میں اس مصیبت کے عالم سے نجات پاؤں

جلال الدین چنگیز کی ایک خدمت کرنی باقی رہ گئی تھی۔ اور وہ یہ کہ ہم ایک دوسرے ہی کو مار ڈالنا شروع کریں۔ تو چاہتا ہے کہ میں اس خدمت کی ابتدا کروں سلطنت کرنے کے لئے کیا عمدہ کام کرنے کی تو مجھے صلاح دے رہا ہے۔ کس قاضی کے حکم سے میں تجھے قتل کروں اس مجنوں کو دیکھو۔ دشمن کو بالکل اپنے ذہن سے نکال کر

صرف اپنے وجود کو اس دنیا سے اُٹھانا چاہتا ہے۔ میں پتھر سے، مٹی سے مسلمان پیدا کرنا چاہتا ہوں اور وہ مسلمان ہو کر اپنے تئیں پتھر اور مٹی کرنا چاہتا ہے۔ چل تیار رہو۔ مرحوم کو دفن کر، ہم غازیوں کی طرح لڑائی کو نکلیں گے۔

اوزبک۔ میرے بادشاہ آپ نے سچ فرمایا۔ سپاہی کو مرنے کے لئے دشمن کا مقابلہ زیب دیتا ہے۔ لڑائی کے لئے میں اپنے تئیں وقف کر چکا ہوں اور اس کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ میں خود نہیں سمجھتا تھا کہ اتنا تیار رہوں گا۔

مجلس ششم

اشخاص سابق

قطب الدین وغیرہ

اور تھوڑی دیر کے بعد کچھ نوکر

قطب الدین۔ اے مرے بادشاہ کشتی والا آپ کی قدمبوسی کرنا چاہتا ہے

جلال الدین۔ قطب الدین جا اس خیمہ میں جو کوئی ہوں اُن سے کہہ کہ یہاں آئیں۔

قطب الدین۔ کہاں ؟

جلال الدین۔ میں نے تجھے حکم دیا اور تو اب تک یہیں کھڑا ہی۔

قطب الدین (روتا ہوا نکل کر) دادا جان آپ میرے پاس نہیں ہیں اسی لئے مجھے یہ ستاتے ہیں۔

جلال الدین۔ ملکہ ۔۔۔ نیرہ ۔۔۔ نیرہ

نیرہ (خیمہ میں سے) یہ کیسی رقت بھری آواز ہے ؟

جلال الدین۔ نقاب ڈال کر یہاں آؤ۔

نیرہ۔ ابھی حاضر ہوئی ۔۔۔ آپ کو کیا ہو گیا ہی؟ آپ کی آنکھ کسی مصیبت کے وقت بھی نم نہ ہوتی تھی اب آپ کی آواز سے رونا ٹپک رہا ہی (نیرہ نقاب ڈالے ہوئے خیمہ میں داخل ہوتی ہی۔ اس کے پیچھے قطب الدین آتا ہے) کیا ہو گیا ہی خیر تو ہے ؟

جلال الدین۔ بادشاہ کو دیکھو کس حال میں لیٹے ہوئے ہیں۔

نیرہ۔ اے اللہ اس قدر دولت اس قدر سلطنت سے ہمارے ہاتھ میں صرف ہمارا بادشاہ رہ گیا تھا۔ اسے بھی تو نے لے لیا۔ دنیا میں اگر یہ مصیبتیں ہمارے نصیب میں ہیں تو آخرت میں نہ معلوم کیا عذاب ہمارے مقدر میں ہوگا۔ تمہارے

تخت پر ایک ملعون تاتار بیٹھا ہوا ہی اور تم مٹی میں لپٹے ہوئے ہو۔

جلال الدین۔ مت رو۔۔ ۔۔ ۔۔اُس خیمہ والیاں بھی آ رہی ہیں۔ اگر ان سب نے بھی بین شروع کیا۔ تو میں بے اختیار ہو جاؤں گا۔

مجلس ہفتم

اشخاص سابق

قطب الدین اور خاں جندمہ

جلال الدین۔ جو دنیا میں آیا ہی وہ ایک روز دُنیا سے جائے گا۔ ہمارے بادشاہ نے انتقال کیا (سب رونا اور فریاد کرنا شروع کرتے ہیں) تم لوگ کیوں روتے ہو۔ کیا آنسوؤں سے جنازے دفن کیے جاتے ہیں؟ ہمارے بادشاہ نے تو اپنے تئیں خود اس مزار میں دفن کر لیا تھا۔ جس وقت ان کی موت لازم تھی اُس وقت وہ زندہ رہی اور جس وقت ان کا جینا ضروری تھا اس وقت وفات کی۔ دیکھو ان کا جنازہ میرے سامنے پڑا ہوا ہی۔ اگر میت کے زبان ہوتی۔ تو وہ "انتقام انتقام" کہکر پکارتی۔ ایسے بدبخت بادشاہوں کے ماتم میں آنکھوں کے آنسو نہیں، دشمن کے خون بہائے جاتے ہیں۔ میں مرحوم کو دفن کر کے یہاں سے نکلتا ہوں، اور اپنے

اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ یا مملکتِ اسلام کو تاتاریوں کے پنجہ سے چھڑاؤں گا۔ یا شہادت مجھے اس قسم سے خلاصی دے گی جو لوگ وطن اور ملت کو اپنی جان سے زیادہ چاہتے ہیں۔ وہ میرے ساتھ آئیں۔ جو اپنی راحت اور سلامتی ڈھونڈھتے ہیں وہ جہاں چاہیں جائیں۔

اورخان۔ اے بادشاہ! حضور کے جو غلام اس دنیا میں قبر تک حضور کے والد سے جدا نہ ہوئے کیا وہ میدان غزا میں یعنی دروازہ جنت میں حضور سے جدا ہوں گے۔

جلال الدین۔ تم مختار ہو۔ اچھا جاؤ پانی لاؤ۔ قبر کھودو۔ اور جو لازم ہو وہ کرو۔ ہم مرحوم کے جسم کو چنگیز جیسے ناصر جیسے کتوں کی طرح گھوڑوں اور پرندوں کے لئے نہیں چھوڑ دینا چاہتے (نوکر جاتے ہیں۔ قطب الدین سے مخاطب ہوکر) قطب الدین یہاں آؤ۔ دیکھو تمہارے دادا کس حال میں پڑے ہیں دو سال پہلے دنیا میں جس قدر انسان تھے ان میں سے ہر ایک کو وہ ایک ایک خلعت شاہانہ دینے کا اقتدار رکھتے تھے۔ آج آٹھ گز کا کفن کا کپڑا دینے کے لئے بھی اُن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ وہ مزار میں ان ہی بوسیدہ کپڑوں میں دفن کئے جائیں گے۔ دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

قطب الدین۔ ابّا جان! اللہ اپنے بندوں کو ایسی مصیبت میں ڈالنے پر کیوں راضی ہوتا ہی۔

جلال الدین۔ بیٹے تم ان باتوں پر غور مت کرو۔ آہستہ آہستہ تم سب سمجھ جاؤ گے، یہ سب ہمارے ہی افعال کا نیتجہ ہی (اوزبک کی طرف مخاطب ہوکر) ہمارے ہاتھ میں کوئی قلعہ بھی نہیں رہا۔ ملکہ کو کہاں چھوڑیں؟

نیرہ۔ اللہ میرے جسم کے ہر ذرّے کو ایک دوسرے سے جُدا کردے لیکن مجھے آپ سے جُدا نہ کرے۔ میرے لئے اگر کوئی قلعہ ہی تو آپ کا وجود اور کوئی پناہ گاہ ہی تو آپ کا بازو۔ آپ سے آپ کا سایہ جُدا ہوجائے۔ لیکن میں آپ سے جُدا نہ ہوں گی۔ جیوں گی تو آپکے قدموں میں جیوں گی اور مروں گی تو آپ کی آنکھوں کے آگے مروں گی۔

جلال الدین۔ اور قطب الدین کو کیا کریں؟

قطب الدین۔ ابّا جان ایک دفعہ یہاں آتے وقت ہم نے ایک شیر کو دیکھا تھا۔ امّاں جان آپ کو یاد ہوگا۔ پیچھے ایک چھوٹا سا بچّہ تھا کہ نہیں پھر قطب الدین آپکے ساتھ کیوں نہ ہو۔ کیا اب میں حیوان کے بچّہ سے بھی بدتر ہوں؟

جلال الدین۔ سچ کہتے ہو۔ تم دونوں سچ کہتے ہو۔ تاتاریوں کے مقابلہ

کے لئے ہم سب چلیں گے۔ موت کے مقابلہ میں عورت، مرد، بچہ اور بڑے کا کوئی فرق نہیں ہے (علاء الدین کے جنازے کے قریب پہنچ کر) ابّا جان! میرے بادشاہ ابّا جان! میں اس وقت آپ کی جگہ اپنے تئیں پاتا ہوں۔ میں آپ کے حکم کا تابع ہوں۔ یقیناً آپ کی روح میری باتیں سن رہی ہے۔ اس مزار نما جزیرہ میں دفن ہونے والے جنازہ کے حضور میں اپنے خدا کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کی، اپنے جنس کی، اپنی ملت کی خدمت کو اپنی جان، اپنے آرام حتیٰ کہ آپ کے انتقام پر ترجیح دوں گا۔ آپ شہید ہیں آپ خدا سے التجا کیجئے کہ یا تو جلال کو اپنے عہد کو پورا کرنا یا اس کفن کے خشک ہونے سے پہلے آخرت میں آپ کے ساتھ ملاقات کرنی نصیب کرے (سب لوگوں کو مخاطب کر کے) تم میرے عہد کو سن رہے ہو؟

اوزبک، اورخان۔ ہاں ہم نے سُنا۔ اللہ ہمارا مددگار رہو۔

جلال الدین۔ ہم اللہ کے کاموں میں دخل نہ دیں گے صرف اس کی راہ پر چلیں گے۔

(پردہ گرتا ہے)

پردۂ دوم

مجلس اوّل

(ایوان شاہی خوارزم میں ایک نہایت مکلف اور وسیع کمرہ جس کے داہنے جانب ایک دوسرا چھوٹا کمرہ۔ بڑے کمرہ میں ارق سلطان، براق حاجب، بدرالدین، عماد الملک، امیر نوشتگین، ملک نصرت۔ چھوٹے کمرہ میں اوزبک، اور خان، نورالدین منشی، نیرۃ الاقبال)

نیرہ۔ (چھوٹے کمرے میں داخل ہو کر اوزبک سے کہتی ہے) تم کیا چاہتے ہو کہو، کیا تم ایوان شاہی میں پھرا کر مجھے سیر کرانا چاہتے ہو؟

اوزبک (نورالدین سے مخاطب ہو کر) بادشاہ سلامت سے جا کر عرض کرو کہ حضرت ملکہ حضور سے ایک بڑی اہم معاملہ میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہیں اور یہ درخواست کرتی ہیں کہ حضور یہاں تشریف لائیں (نورالدین جاتا ہے) (ملکہ سے مخاطب ہو کر) آپ اس دروازہ کے قریب تشریف لایئے اور سُنئے۔

(بڑے کمرے میں عماد الملک، ارق سلطان سے کہتا ہے) اے میرے بادشاہ! حضور کے بھائی رُکن الدین مرحوم کی شہادت کے بعد یہ غلام حضور کی خدمت کے لئے یہاں آیا۔

حضور کے بھائی کا قیدی ہونے کے لئے نہیں آیا۔

نیرہ - ہائیں ۔ ۔ ۔

اوزبک - اچھی طرح سنئے۔

براق حاجب - وہ ممالک جو حضور کے زیرنگین تھے۔ اور اب بے حاکمت پڑے ہوئے ہیں نہ معلوم جلال الدین نے انھیں چھوڑکر کیوں صرف کشور خوارزم کی ہوس کر رکھی ہے۔ جو حضور کا حصہ وراثت ہے۔ مانا کہ وہ اکبرِ خاندان ہیں، لیکن کیا اپنا بزرگ خاندان ہونا وہ صرف اس طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے چھوٹے بھائیوں کے حصوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھیں۔

جس چنگیز نے دنیا کو فتح کرکے، دُنیا کی حکمرانی حاصل کی ہے۔ کاش جلال اُسی کے خاندان سے عبرت حاصل کرے۔ چنگیز نے یہ وصیت کی ہے کہ میرے بعد میرے سب سے چھوٹے بیٹے کو سلطنت ملے، اس پر بھی اُس کے بڑے بھائی جنھوں نے آدھی دنیا کو اپنی تلوار سے فتح کیا ہے، چنگیز کی حیات میں چنگیز سے زیادہ اُس چھوٹے بھائی کی حرمت و عزت کرتے ہیں۔

نیرہ - ملعون! چنگیز ساری دُنیا سے بڑا ہے۔ تو کیا نعوذ باللہ خدا سے بھی بڑا ہے کہ اُس کی وصیت کو شریعت کے حکم پر ترجیح دی جائے۔

براق حاجب۔ کہیں بغیر فوج کے بھی بادشاہت قائم ہو سکتی ہے؟ اور اگر یہ سلطنت ہماری اطاعت سے قائم ہوگی، تو ہم جلال کی اطاعت کرنے والے نہیں۔

نیرہ۔ آہ! کتے یا شیطان نے یہ شکل اختیار کر لی ہے۔

ارق سلطان (براق حاجب سے) تمہاری بات درست معلوم ہوتی ہے۔

نیرہ۔ تمھیں بھی اتنی تمیز ہو گئی کہ درست اور غلط میں فرق کر سکو۔

نوشتگین۔ اگر جلال الدین اقتضائے وقت سے واقف ہوتا تو کاہے کو ایک ایسے جزیرہ میں چھپ کر بیٹھ جاتا جس میں ابتدائے آفرینش سے انسان کا قدم نہیں گیا، اور بجائے ایسے قیمتی وقت کو ضائع کرنے اور ایک کونہ میں بیٹھنے کے ہر قسم کی کوشش اور تدبیر کرتا کہ ہمارے سر پر جو بلا مسلط ہو گئی ہے اُسے دفع کرے۔ ایسے عاجز شخص کے زیر حکم ہو کر ہمیں کیا ملے گا۔

نیرہ۔ ملعون! تو بھی جہنم کی آگ سے بنا ہے۔

ارق سلطان۔ بھائی وہ کیا کرتا۔ وہ اپنے باپ اور اپنے بادشاہ کے حکم سے وہاں گیا تھا باپ اسے وہاں لے گیا تھا۔

نیرہ۔ اب سمجھا کتے؟ دس برس کا بچہ بھی تیری باتوں پر یقین نہیں کرتا۔

عماد الملک۔ آپ کے والد کا معاملہ جدا ہے۔ اُن کا وجود دنیا کے لئے لازم تھا،

اور وہ ہماری اتفاق رائے سے وہاں گئے تھے۔ آپ ابھی سن رشد کو نہیں پہنچے ہیں۔ اس لئے ہر معاملہ کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس لئے معذور ہیں۔ ورنہ اگر کوئی اور شخص یہ بات کہتا تو وہ باغی خیال کیا جاتا۔ جلال الدین کی طرفداری کرنے سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنے بھائی کے خلاف ہیں۔

ارق سلطان۔ مجھ پر کیوں ایسا اتہام لگاتے ہو۔ میرے ذہن میں ایک بات آئی وہ میں نے کہدی۔ اگر وہ بُری تھی تو میں اپنے بھائی جان سے معافی مانگتا ہوں۔

نیرہ۔ اس شہزادہ کو دیکھو۔ ایک کُتّے کے سامنے کانپ رہا ہے۔

امیر نوشتگین۔ جلال الدین کے حال و افعال کا محاکمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت ہم اس سلطنت کے ارکان ہیں اور سلطنت خوارزم ہماری تلوار پر تکیہ کئے ہوئے ہے اور اُس پر قائم ہے۔

نیرہ۔ خدا اس تلوار کو تیرے کلیجہ میں گھسا دے۔

عماد الملک۔ اس میں کون شبہہ کی گنجائش ہے۔

امیر نوشتگین۔ ایسی حالت میں ہم جلال الدین کے حضور میں اوزبک اور اورخان کی طرح نہ جا پڑیں گے۔ اوزبک کے پاس تو صرف اس قدر تھا کہ

اُس کے جسم میں اٹھّارہ زخم تھے، مگر میرے زیرِ حکم ۴۰ ہزار تلواریں ہیں۔ اور
خان نے فوج سے آگے ہو کر اپنے سینہ پر دشمن کا تیر لیا تھا۔ میں فوج کے آگے
اپنے زرہ پوش سواروں کی ایک سدِّ آہنیں کھڑی کر سکتا ہوں۔ کہیں وہ آدمی بھی
بادشاہت کے قابل ہی جو زخم کو تلوار پر ترجیح دے۔ جلال الدین کی اطاعت
قبول کر کے کیا ہم اپنے شہروں کو اسپتال اور اپنے گھروں کو قبرستان بنالیں؟

خادم خاں۔ حقیقت میں اب مسئلہ کے اہم ترین پہلو پر نظر ڈالی جارہی ہے۔

نیرہ۔ لو ایک افعی نے اور منہ کھولا۔ دیکھوں یہ کیا زہر اُگلتا ہی۔

خادم خاں۔ جلال الدین کو ہوس ملک مبارک، ہمارے لئے تو لازم ہی
کہ ہم دیکھیں کہ ہم اس کی اطاعت قبول کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ فرض کر کے کہ
اس ملک کو کوئی اور مستحق اور جائز مالک نہیں مل سکتا اور سلطنت خوارزم اسی کی
ذات سے قائم ہی اور دنیا میں جلال الدین کے سوا کوئی دوسرا شخص بادشاہت
کے لائق باقی نہیں رہا۔ ہم کو کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ اُس نے تاتاریوں
کے ساتھ لڑائی کرنے کی اپنے دل میں ٹھان لی ہی اور اس طرح اس ملک کو اور
اس سلطنت کو جو ہمارے باپ دادوں کی قوت سے حاصل کی گئی تھی رائیگاں کرنا
چاہتا ہی۔ ۔ ۔ جانتے ہو تاتاریوں سے جنگ کرنا کیا معنی رکھتا ہی؟ قضا سے

دست وگریباں ہونا، قدرت سے لڑائی لڑنا تاتاریوں سے جنگ کرنا ہے۔ تاتاری معمولی انسان نہیں ہیں۔ وہ ایک قوم ہی جو ہاتھی سے زیادہ پرہیبت، چیتے سے بڑھکر خوں ریز اور چیونٹی سے زیادہ پُرکثرت ہی۔ جب اُن کی فوج حرکت میں آتی ہی تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ملک کے اوپر ساری دُنیا اُمڈی چلی آرہی ہی۔ وہ لوگ جس وقت قطع منازل کرتے ہیں تو اُن کے پاؤں کے نیچے زمین فریاد کرتی ہی اور ان کے دھماکے سے ربع مسکوں میں ہل چل پڑجاتی ہی۔ باوجود اس کثرت کے نہ معلوم خدا نے اُنھیں دیو کی جنس سے پیدا کیا ہی یا اپنے غضب اور قہر سے۔ اُن کا ایک دستۂ فوج ملکوں کے ملکوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے کافی ہوتا ہی۔ اُن کی ایک عورت ہمارے ساٹھ مردوں کو قتل کرڈالنے پر مقتدر ہی ۔۔ ۔۔ اُن میں سے ہر ایک، ایک بلائے مجسم، ہر ایک، ایک قضائے مبرم ہی ۔۔ ۔۔ لڑائی شروع ہوئے ابھی کتنا زمانہ ہوا ہی مشکل سے چھ مہینے گزرے ہوں گے کہ اس مدت میں اُنھوں نے کیسے کیسے معمور ملک کیسی کیسی آباد بستیاں تباہ کرڈالیں اور اس جہاں آباد کو عدم آباد کردیا۔ جس ملک سے وہ گزرتے ہیں وہاں اُن کے پاؤں کی خاک سُورج کو چھپا دیتی ہے۔ اُن کا خوف ہر چار طرف موت پھیلاتا جاتا ہی۔ اُن کے گھوڑے عزرائیل کی رسّی سے بندھے ہیں

جن کی دُموں میں جہنم آویزاں ہی۔ کیوں کہ ایک مرتبہ یہ جدھر سے گزر گئے وہاں مزار اور آگ کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ تاتاریوں کی پہلی یورش کا ہیں نے مقابلہ کیا ہی خدا جانتا ہے کہ اگر ہم میں سے ہر ایک کے پاس جُدا جُدا ایک سلطنت خوارزم شاہی ہو تو بھی ہمیں چنگیز اس بات پر مجبور کر دے گا کہ ہم وحشت انگیز بیابانوں اور سنسان جزیروں میں بھوک سے مر جائیں۔ جو کوئی اپنے بچوں کو بھیڑیوں اور گِدوں کے موہنوں میں اپنی عورتوں کی گردنوں کو دشمن کی زنجیروں میں دیکھنا چاہتا ہی، وہ جلال الدین کا اتباع کرے۔ غائر خاں پر جو بیتی وہ میرے دل پہ نقش ہی نا با با میں چنگیز سے جنگ نہیں کرسکتا۔

بنیرہ۔ آہ کیا اُس شہید کی سرگزشت اس قابل تھی کہ تیرے دل پر لکھی جائے؟ تیرا دل تو خود ایک دروازہ جہنم ہے۔ غائر خاں کو دھوکہ دے کر ہمارے اوپر بلا مسلط کرنے والا ملعون دیکھو اس وقت کیا باتیں بنا رہا ہے (اوزبک سے مخاطب ہوکر) میں اب برداشت نہیں کرسکتی۔ ان کُتوں میں سے ایک ایک کی زبان جڑ سے اُکھاڑ پھینکوں گی۔

خادم خاں۔ تم لوگ کیا فکر کر رہی ہو۔ جنگ کے طلب گار ہو یا نہیں؟

اوزبک۔ ان سب کی رائے لے لیں۔ تب ہم جنگ کے لئے نکل سکتے ہیں

کتنے مرد ایسے موجود ہیں جو اسلحہ سے مسلح ہیں۔

خادم خاں۔ کسی کے چھوٹے مُنہ سے کچھ بات نہیں نکلتی ہم لوگ اس سکوت اور حیرت سے تو کوئی ارادہ عمل میں نہیں لا سکتے۔ جس وقت تاتاریوں کی تلوار ہمارے سینہ پر اور اُن کے گرز ہمارے سروں پر آکر پڑیں گے، اُس وقت ہم اس خوابِ غفلت سے بیدار ہوں گے۔

امیر نوشتگین۔ میں کوئی راہ اس کی نہیں دیکھتا کہ ہم چنگیز کے ساتھ لڑائی کرنے سے نجات پائیں۔ اس لئے آپ سے پوچھا۔

ارق سلطان۔ لڑائی چھڑ چکی ہے اب کیا ہو سکتا ہے۔

خادم خاں لڑائی چھڑ گئی ہے۔ لیکن خدا نے صلح کا امکان دُنیا سے ناپید نہیں کر دیا۔

بدرالدین۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ چنگیز ایسی صلح کرنے پر راضی ہو جائیگا جسے وہ بھی اور تم بھی اچھا سمجھو گے۔

نیرہ۔ جاسوس کتّا!

خادم خاں (ملک نصرت سے مخاطب ہو کر) تم کچھ نہیں کہتے۔

ملک نصرت۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ابھی تم نے جو باتیں کی ہیں اُن میں سے

کس کو زیادہ قابل حیرت سمجھوں۔ میرے نزدیک تو ایک سے ایک زیادہ قابل حیرت ہی۔ کیا آج کے دن جلال الدین ہمارے بادشاہ کی اولاد میں سب سے بڑا نہیں ہی۔

عماد الملک ۔ ہے ۔ پھر؟

ملک نصرت ۔ پھر کیا شرع کے مطابق اُس کے ہر حکم کی اطاعت ہم پر کرنا فرض نہیں ہی؟

نیرہ ۔ یہ کون ہے؟

اوزبک ۔ ملک نصرت ۔ بادشاہ کا بھلا سوچنے والوں میں سب سے آگے یہ تھا اور ہی۔

ارق سلطان ۔ اگر وہ بادشاہ ہوگا تو پھر میں کیا کروں گا۔

ملک نصرت ۔ آپ ہمارے بادشاہ کے سب سے بڑے بھائی یعنی سب سے قریبی اور سب سے عزیز غلام ہوں گے۔ اُس کے حکم کے آگے قضا اور قدر کی طرح سر جھکانا ہم سب سے زیادہ آپ کے لئے موزوں ہوگا۔

امیر نوشتگیں ۔ جلال الدین کی اطاعت کر کے ہم اپنے تئیں اُس کے دروازے کے کتوں سے زیادہ ذلیل کر لیں؟

ملک نصرت۔ تو کیا تو اپنے اعتقاد میں کتّے سے زیادہ ذلیل نہیں ہی؟

نیرہ۔ شاباش!

نوشتگین۔ دیکھو جبارت۔ اگر داب مجلس مانع نہ ہوتا تو میں اس آدمی کو ایک تلوار سے دو ٹکڑے کر دیتا۔

ملک نصرت۔ ایسی ہمّت والا اگر کوئی ہو تو کیا کہنا یا تو دنیا سے ایک بلا اُٹھ جائے اور ایک نمک حرام کم ہو جائے یا میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نمک حراموں میں سے علیحدہ ہو جائے۔

خادم خاں (بیچ بچاؤ کر کے اور نوشتگین سے مخاطب ہو کر) بھائی کیا یہیں تلوار چلنے لگے گی (ملک نصرت سے مخاطب ہو) کیا تم ہمیں تاتاریوں کے گھاٹ اُتارنا چاہتے ہو۔

ملک نصرت۔ تمہارا ارادہ کیا ہی؟ کیا دنیا میں جتنے مسلمان ہیں وہ سب کے سب حکم خدا، سنت پیغمبر، شرف انسانیت کی توہین دیکھیں اور خاموش بیٹھے رہیں؟ اپنی آزادی کو اپنے ہی پاؤں تلے روند ڈالیں، اپنے نفس اور اپنے مال کو بطیب خاطر تاتاری مشرکوں کے سپرد کر دیں اور اس خوف سے کہ تمہارے بچوں کو درندے جانور نہ کھائیں کیا تم انھیں تاتاریوں کی ساقی گری کی خدمت کرانی

چاہتے ہو؟ کیا اس لئے کہ اپنی عورتوں کو زنجیروں سے بندھا ہوا نہ دیکھو۔ انہیں دُلہنوں کا لباس پہنا کر دشمن کے آغوش میں دینا چاہتے ہو؟ خدا سے ڈرنا ٹھیک ہے شرمانا اگر تمھیں نہیں آتا تو اپنے نفس سے تو شرماؤ۔ جب صرف ۔ ۔ ۔

خادم خاں ۔ ان خیالات میں کب تک غرق رہو گے، واقعات سے سبق حاصل کرو، چنگیز ایک قبیلے کا سردار تھا تب بھی اُس نے کسی کو اپنے سے بڑھکر نہیں مانا۔ اور قبیلوں نے اُس کے آگے سر جُھکایا۔ چین کے ملک کا خیال کرو ابتدائے آفرینش سے یہ ملک کسی غیر ملک سے مغلوب نہ ہوا تھا اسکندر سا جہانگیر دُور سے ہی اُسے حسرت سے دیکھا کیا۔ خلفائے اسلام میں بھی جن کی تلواروں نے شرق سے لے کر غرب تک ناپ ڈالا تھا۔ اور جن کی شوکت سے ساری دُنیا جگمگاتی تھی، کوئی بھی اس ملک کو نہ لے سکا۔ اس چین کا خیال کرو جو ساری دُنیا سے زیادہ معمور اور جس میں ساری دُنیا کی آبادی کی نصف آبادی سمائی ہوئی ہے چنگیز نے ایک حملہ میں اس ملک کے لوگوں کو ذلت و اسیری کی خاک پر گرا دیا۔ اور جہاں اُس نے پاؤں رکھا وہاں اُس نے سجدے کرائے۔ جانتے نہیں کہ ماوراء النہر کا اُس نے کیا حال کر دیا؟ اُس نے ملک یکسر آتش، دریا یکسر خون کر دیے چنگیز زندہ رہا ایک اُس کے زندگی میں تیغ پر اطمینان، اُمرائے فوج کا اتحاد و ...

کمال پر پہنچا ہوا۔ ادھر آدھا ملک دشمن کے پاؤں کے تلے خراب و خستہ باقی نصف کے ہر حصّہ میں ایک علٰحدہ علٰحدہ چھوٹی چھوٹی حکومت قائم، ہر شخص میں خوف سے اتحاد تو کیسا حواس و اجزا میں بھی انتشار۔ کیا اس حالت میں ہم اس کا مقابلہ کریں گے؟

ملک نصرت۔ تمہاری تمام مصیبتوں کا سبب تمہارا ضعفِ اعتقاد ہی۔ انسان کی زندگی جس وقت تک موجود ہی، اپنے دین اور اپنی دنیا کی حفاظت کے ملئے اُس کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں، اگر ہم دشمن کے سامنے ثابت قدم نہیں رہ سکتے، تو اُس کے مقابلہ میں جان دے دینا بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہی؟ غیرت تو تمہاری ختم ہو ہی چکی تھی۔ کیا عقل بھی چلی گئی؟ تاتاریوں کے حملے تمہارے دل سے نہیں نکلتے۔ مگر جلال الدین کی تلوار کا بھی تمہارے ذہن میں گزر ہوتا ہے کہ نہیں؟

خادم خان۔ اپنے مطلب کو چبا چبا کر کیوں کہتے ہو؟ تمہیں جلال الدین ہی کا خوف ہی مگر اس قدر تشویش کی ضرورت نہیں۔ ہم نے سب تدبیریں مکمل کر رکھی ہیں۔ اس وقت بھی اگر میں اپنے ہاتھوں کو نچوڑوں تو اُن کے ناخنوں سے جلال الدین کے خون کے قطرے گریں گے۔

نیرہ۔ آہ!

ملک نصرت۔ اگر اس وقت عزرائیل تیری رُوح قبض کرنے کے لئے آئے تو خدا کے حضور میں وہ کیا اچھا ہدیہ لے جائے۔ مکّہ اور کوفہ کے اُمرا اور اعیان کی خیانت اور نفاق کی شہرت تیرے سامنے جھوٹی شہرت ہے۔ یہاں گوشت اور ہڈی کے کالبد میں چند ایسی خبیث رُوحیں موجود ہیں کہ اگر انسان اُن کا خیال کرتا ہے تو اُن کے مقابلہ میں وہ ملعون بھی جنھوں نے خطوط بھیج کر التجائیں کر کے امام حسینؑ کو عراق میں بُلایا۔ اور پھر کربلا میں اُن کے وجود مبارک کو شہید کیا۔ حاشا للہ کم شقی معلوم ہوتے ہیں۔ ان اُمراء کو دیکھو۔ ہمارا دین ہماری دنیا ختم ہو رہی ہے۔ ہمارے ملک پر اُتو بول گیا ہے۔ ہمارے عبادت خانوں میں خدا کے نام کے بجائے چنگیز کے نام کی پرستش کی جارہی ہے۔ اس پر بھی تم نے بڑی ہمت کی، تو اپنے ولی نعمت زادے اپنے بادشاہ کو دُنیا سے محو کرنے کی تدبیر سوچی۔ رُوئے زمین پر اس وقت اسلامیت وانسانیت کی اگر کوئی استناد گاہ ہے تو وہ جلال الدین کی ذات ہے۔ مگر شیطان نے تمھیں اُس پر مسلط کر دیا ہے تم لوگ اُس کے لہو کے پیاسے ہو رہے ہو۔ اِس کوشش میں کہ اُمّتِ محمدؐ بالکل یتیم و بیکس رہ جائے۔ باللہ العظیم۔ ابرہہ و حجاج نے کعبہ کے ساتھ جو کیا وہ تم سے زیادہ قابل نفرت نہیں۔

بدرالدین (قہقہہ لگاکر) آپ یقین کیجئے۔ جلال الدین کی قدر و قیمت ہم آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔ بیشک دنیا کی استاد گاہ اس وقت جلال الدین کے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر کوئی اس کی جان کا قصد کرے تو میں یہ نہ کہوں گا کہ میں اپنی جان دے دوں گا۔ کیوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں، ہاں یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اس کی جان کا قصد کرے گا، ہم اس کی جان لینے کی جان توڑ کوشش کریں گے۔

خادم خاں۔ بیشک۔

عماد الملک (خادم خاں سے مخاطب ہو کر) تم بھی اُسی کی سی کہنے لگے۔

نوشتگین۔ صرف وہ ہی نہیں میرا بھی یہ ہی اعتقاد ہے۔

براق حاجب (تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر) غرض یہ تھی کہ ہم اپنے خیالات ظاہر کر دیں ہم جال میں پھنس گئے۔

بدرالدین۔ ڈرو مت، ڈرو مت، سانپ کا سانپ پر زہر نہیں چڑھتا۔

ارق سلطان۔ کیا مطلب؟ ابھی جو تمہارے منہ سے باتیں نکلیں وہ کیا تھیں؟ کیا میری جان کے لیوا ہو؟

بدرالدین۔ توبہ توبہ حضور! خادم خاں، امیر نوشتگین نے آپ کے غلام سے

اس معاملہ میں مذاکرہ کیا تھا۔ بیشک آپ کے بھائی کا وجود ہمارے لئے لازم ہے۔ بنائے سلطنت اُس کے ذریعہ سے مضبوط ہو گی، چنگیز کی قوت و شوکت ظاہر ہے۔ آپ کے خاندان سے جو اُسے دشمنی ہے، وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ باوجود اس کے میں نے اُس کی طبیعت میں ایک بڑا پن دیکھا ہے۔ ہماری طرف سے اُس کی شایان شان معاملہ نہیں ہُوا۔ اگر وہ کوئی ایسا معاملہ دیکھے جس سے آپ کی دوستی مترشح ہو تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ مگر جنت مکان بادشاہ کے زمانہ میں جو واقعات پیش آئے اُن کی بنا پر عرض کرتا ہوں کہ حضور کو اپنی شاہانہ دوستی کا بہت قوی ثبوت دینا ضروری ہو گا۔ دنیا میں اس وقت جلال الدین کے سوا چنگیز کا کوئی دوسرا ایسا دشمن نہیں ہے جس کے نام سے اُس کو غصہ آجاتا ہو اگر حضور اُسے چنگیز کے سپرد کر سکیں۔ تو چنگیز حضور کی طرف غیر معمولی رعایت کا اظہار کرے گا۔ نیز۔ ۔ ۔ ۔

نیرہ (دروازہ کھول کر بڑے کمرے میں جا کے) ہاں ایک ایسے دیوانے کو تخت پر بٹھا کر جو بادشاہ کے خون میں اپنے ہاتھ رنگ چکا ہو، تم ایران میں تو کیا میں اُس کی طرف سے سلطنت کرنا چاہتے ہو نہ ہو سکے۔ تم میں اتنی جسارت کہاں سے آگئی کہ شیروں کے اوپر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے لگے؟ تم میں سے کس کا سینہ ہے

کہ بادشاہ کی تلوار کی سپر ہو سکے؟ تم میں سے کون ایسا سُورما ہے جس کا بازو اُس کے پنجہ کا مقابلہ کر سکے؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ جلال الدین تمہارے عزت و ناموس، تمہارے دین و ایمان کی طرح بے ثبات ہے؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ادھر تم نے کہا، اُدھر اُس نے اپنے تئیں چنگیز کو تسلیم کیا؟ دیکھو کمینوں کو۔ بیٹھ کے فیصلہ کر رہے ہیں۔ یہ سب کے سب ایسے بے غیرت ہیں کہ اگر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں تو ان کے جسم میں سے جو خون نکلے گا، وہ سانپ کے خون کی طرح ٹھنڈا ہوگا۔ ان کے قلب میں کسی بات سے بھی تو حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ خدا انھیں جہنم واصل کرے۔ یہ اُن کتوں کی طرح ہیں جو چاند کو دیکھ کر اُس پر بھونکتے ہیں۔ بادشاہ کے پیٹھ پیچھے اُس کے خلاف باتیں کرنے کی جرأت کر رہے ہو۔ وہ فاحشائیں جو تمہارے نکاحوں میں ہیں تم سے ہزار درجہ زیادہ مرد ہیں۔

نوشتگین۔ ہم اس حقارت کو کب تک بیٹھے بیٹھے برداشت کریں گے۔

خادم خاں۔ چپ رہو۔ تمہاری آنکھیں بھی ہیں؟ اوزبک دروازے کے پیچھے کھڑا ہے۔ سارا مکان میگزین بنا ہوا ہے۔ جدھر دیکھو تلوار کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔

نوشتگین۔ خوف، کوشش کے لئے پیغام اجل ہے۔ کام اس طرح نہیں بنتا ہمیں جو کچھ کرنا ہے ہم اِسی وقت کریں گے۔ اگر ہم چنگیز کے سامنے اس سلطنت اور

اس حسین اور اس فصاحت بھری ملکہ کو لیجا کر پیش کریں، تو یقیناً انھیں وہ جلال الدین سے زیادہ پسند کرے گا۔

نیرہ۔ آہ ۔۔۔۔۔۔

مجلس دوم

اشخاص سابق اور جلال الدین

(جلال الدین ایک دروازہ سے داخل ہوتا ہی ملکہ کی فریاد پر اد ز بک ایک دستہ فوج لے کر دوسرے دروازے سے اندر آتا ہی)

نیرہ۔ آ میرے بادشاہ آ۔ اللہ نے آپ کو یہاں بھیجا۔ ان ملعونوں، ان خائنوں کو دیکھو۔ ملک نصرت کو چھوڑ دیجئے ان میں سے اگر کوئی وفادار اور صادق آدمی ہی تو یہی ہے باقی یہ کتے۔ تو مجھے پکڑ کر چنگیز کو تسلیم کرنے والے تھے۔

جلال الدین (اُمرا سے مخاطب ہو کر) خدا تمھاری سعی مشکور کرے۔

نیرہ۔ آہ! باللہ العظیم شیطان بھی ان سے زیادہ دنی نہیں ہی۔ ان کے جسموں کا ہر ایک ذرہ آپکے خاندان کے نمک سے پلا ہی۔ اُس پر بھی یہ خبیث آپکے نفس ہی پر نہیں آپکے عزت و ناموس پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مجھے، آپ کی نیرہ کو اس ملعون تاتاری کے پاس لے جانا چاہتے تھے۔

جلال الدین۔ آہ! تم لوگوں نے ارواحِ خبیثہ کی طرح میرے والد کی رگوں میں نفوذ کر لیا تھا خود تاتاریوں سے لڑائی چھڑوائی اور پھر قوتِ واہمہ کی طرح اس کے دماغ میں گھس گئے۔ اس کی طبیعت پر غالب ہو گئے۔ اور اس بادشاہ کو جس نے بیس بائیس برس تک شان اور شہرت کے ساتھ ملک کی سرداری کی ایک ایسے گوشۂ خفا میں لا چھپایا۔ جہاں قضا بھی آسانی سے نہیں پہنچ سکتی۔ آدھی دُنیا کی خرابی آدھے جہان کے انسانوں کی بربادی کا تم لوگ سبب ہو۔ شہر آگ کے شعلوں سے جہنم کے گڑھے۔ صحرا لاشوں سے حشر کے میدان بن رہے ہیں بچے ماؤں کے رحموں میں، مُردے قبروں کے گڑھوں میں بھی تاتاریوں کی تلواروں اور گُرزوں سے نہیں بچتے۔ ان تمام بلاؤں کا تم سبب ہوئے۔ اور پھر ان کتوں کے پلّوں کی طرح جو اپنی ماں کے لاشہ کے مُنہ سے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں، تم میں سے ہر ایک نے مُلک کے ٹکڑے کر ڈالے اس پر بھی تمھیں اس کے سوا اور کچھ نصیب نہ ہُوا کہ تم میں سے ہر ایک چنگیز کے لئے قاسم کا کام دے۔ تم تھے تو کتّے لیکن چیتوں کی تقلید کرنے کھڑے ہوئے۔ تم خود خدا کے بندوں پر ایک ایسی بلا ہو گئے جس کے سامنے تاتاری بھی کچھ نہیں۔ تمہارے دانتوں سے، تمہارے ناخنوں سے، شہیدوں کے خون کے قطرے گر رہے ہیں۔ تم نے اس پر بھی قناعت نہ کی

اب اپنے بادشاہ کو بادشاہ ہی نہیں اپنے بادشاہ کے ناموس کو دشمن کے حوالہ کرنا چاہتے تھے۔ کیوں ہ خبیثو! جب ایسا ہی اپنے دین وملت کو برباد کرنیکا ارادہ تھا اور ایک ملعون کو رشوت دے کر دنیا اور آخرت میں لعنت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالنے ہی کی تمنا تھی تو اس قدر تکلف کی کیا ضرورت تھی اپنی عورتوں اپنی لڑکیوں کو پیش کیا ہوتا۔ چنگیز انھیں پسند کر لیتا۔

ملک نصرت۔ دین حق کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ان ملعونوں کا اختیار ہوتا تو یہ لوگ چند روزہ دولت کے لئے خدا کو بھی چنگیز کے حوالہ کر دیتے۔

اورخاں۔ حضور اس وقت ایک بچھوؤں کے بل میں ہیں۔ خدا کے بندوں کی سلامتی کی خاطر آپ ان سب کو فوراً مار ڈالیں۔

اوزبک۔ ہر شخص حضور کے فرمان کا منتظر ہے اگر حکم ہو تو یہ سب کے سب ایک منٹ میں آپ کے قدموں میں تڑپتے نظر آئیں۔

نیرہ۔ میرے جلال! واللہ یہ غزوہ چنگیز کی لڑائی سے افضل ہوگا۔

جلال الدین (ہنس کر) آسمان ابھی انھیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ ان کے کرتوتوں کی انھیں سزا دے۔ میں کیا اپنے تئیں اتنا ذلیل کروں گا کہ ان کو سزا دوں میں اپنی تلوار خنزیروں کے خون سے رنگنا نہیں چاہتا (تند ہو کر) اپنے بھائی اور

اس کے طرف داروں کی طرف مخاطب ہو کر) جاؤ یہاں سے جہنم واصل ہو۔ مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔ کہ میں اس زمین کو تمہارے لاشوں سے ناپاک کروں۔

آرق سلطان۔ میرے بادشاہ، یہ غلام تو۔ ۔ ۔

جلال الدین۔ دور ہو میرے سامنے سے خدا کی شان یہ بھی اپنے تئیں انسان سمجھتا ہے۔ چلا دخل در معقولات کرنے۔

آرق سلطان۔ یہ کیا انداز گفتگو ہے۔ میں بھی اک شہزادہ ہوں۔

جلال الدین۔ ہاں تو شہزادہ ہے۔ لیکن میری طرح نہیں۔ اگر میری طرح شہزادہ ہوتا، تو جس وقت تیرے بھائی کو، تیرے بادشاہ کی ناموس کو دشمن کے حوالہ کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت کچھ تو تیری رگ حمیت و غیرت جوش میں آتی۔ تیرے منہ سے ایک بات تو نکلتی۔ دفع ہو میرے سامنے سے اپنے تئیں شہزادہ خیال کرتا ہے۔ حالانکہ ایک بے غیرت بھکاری کے بچے سے بھی بدتر ہے۔

نیرہ۔ (آرق سلطان کی طرف اشارہ کر کے) یہ بادشاہ زادہ ہے قطب الدین ذرا سا بچہ ہے اس کا بھی کبھی خوف سے ایسا رنگ نہیں اُڑا جیسا اس کا اُڑا ہے۔

ملک نصرت۔ کہاں گئے وہ دعوے کہ سلطنتِ خوارزم ہماری تلوار سے قایم ہے۔ اب کیوں ہر ایک کے پاؤں تھر تھر کانپ رہے ہیں مارے خوف کے

تھوڑی دیر میں کھڑے بھی نہیں رہ سکو گے۔ تمہاری کمریں تمہاری تلواروں کا بھی
بوجھ نہیں سہار سکیں گی۔

مجلس سوم

اشخاص سابق اور ایک سپاہی

سپاہی۔ حضور! تاتاریوں کی فوج بڑھی چلی آرہی ہے۔ اس کا ہراول
قریب پہنچ گیا۔

جلال الدین (کمال سکون کے ساتھ اپنے ہمراہیوں کی طرف مخاطب ہوکر)
تم یہی چاہتے تھے تاکہ ان نمک حراموں کو ہلاک کرو۔ سوان سب کے اک اک رونگٹے کے
لئے ایک ایک تیر، ایک ایک گرز آرہا ہے (آرق سلطان سے مخاطب ہوکر) اگر تم بھی
میری طرح شاہزادے ہو۔ تو لو آؤ میدان امتحان میں تاکہ ہر شخص تمہاری قدر سے
واقف ہو (نوشتگین سے مخاطب ہوکر) میں بادشاہ ہوں۔ میں نے معاف کیا
لیکن موت جلاد بن کر اور تاتاریوں کی صورت اختیار کرکے تجھے ڈھونڈتی آرہی
ہے۔ چاہے آسمان پر چڑھ جا۔ چاہے زمین میں دھنس جا۔ ان کے پنجہ سے چھٹکارا
مشکل ہے (تند اور تیز آواز کے ساتھ) دوست دشمن سے جدا ہوجائے۔ ملکہ، ازبک
اور خاں، نورالدین اچھی طرح جان لو کہ اس کا نتیجہ موت ہے۔ جو دشمن کے مقابلہ میں

اپنی جان دینا چاہی، وہ آئے انشاء اللہ دنیا میں باعزت، نام آور، آخرت میں باسعادت زندگی حاصل کرے گا۔ ہم میں سے جو کوئی یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ ابدالآباد کی یہ سعادت بہتر ہے یا اس فانی زندگی ہی میں جہنم کا عذاب، وہ بے شک جہنم کا انتخاب کرے گا اور سعادت اُخروی اور ناموسِ انسانیت کو خیرباد کہے گا۔ پہلے تو ہم محض اپنے تصوّر اور عقل سے ہی اس بات کا ادراک کرتے تھے کہ دنیا کا ہر گوشہ ایک قبرستان ہوگیا ہے۔ لیکن اب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یقین مانو کہ زندگی میں بالاوپست کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور دنیا میں ایک ذی ہوش بادشاہ ایک بے عقل فقیر سے زیادہ کامراں اور خوش بخت نہیں۔ آؤ ہم اپنے تئیں مرا ہُوا سمجھ لیں۔ مرا ہوا سمجھنا نہیں۔ بلکہ مرد کی طرح مرنا اس طرح کے جینے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اسے اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا کر دشمن کے مقابلہ کے لیے موت کو طلب کرتے ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے نکلیں۔ تم ان رذیلوں کی طرف نظرمت ڈالو۔ یہ موت سے ڈرنے والے طبقہ میں سے ہیں۔ ہاں آؤ غزا کے لئے، ہاں آؤ بقاء نام کے میدان کی طرف، ہاں آؤ جنت کے سب سے سیدھے راستے پر۔ اللہ ہمارا مددگار ہو۔

(پردہ گرتا ہے)

"

پردۂ سوم

مجلس اوّل

ایک فوجی کیمپ میں ایک شاہانہ خیمہ

جلال الدین ۔ نیّرہ

نیّرہ ۔ میرے بادشاہ! ہم لوگ اک بڑے خطرے میں سے گزرے۔ خوارزم میں تاتاریوں نے جو حملے ہم پر کئے اُن سے نجات پانا کیا بقایائے معجزات میں سے نہیں ہے؟ خدائے تعالیٰ نے آپ کو ایسی ہی فوق العادہ کامیابیوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ اٹھارہ سو آدمیوں کے ساتھ، نوّے ہزار دشمنوں میں سے سالم نکل آئے جن دستہ ہائے فوج نے ہم کو گھیرا۔ انھیں برق و صاعقہ کی طرح ہم نے خیرہ کر دیا ہم پر بارانِ آب کی طرح تیروں کی بارش ہوئی، سیلاب کی طرح خون بہے، پھر بھی خدا نے ہمیں نجات دی، اور کس طرح نجات دی کہ ہمارے ایک شہید کے مقابلہ میں دشمن کے سولاشے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ الحمد للہ صحیح و سالم یہاں تک پہنچے۔ اور فتح بھی ہماری ہی ہے۔

جلال الدین۔ کاش کہ عالم کی اذیت اور لوگوں کی زبان سے بھی
ایسی ہی آسانی سے چھٹکارا حاصل کرتے۔

نیرہ۔ دُنیا کی کیا اذیت رہ گئی؟ خلق آپ کو کیا کہہ سکتی ہے؟ آپ کے والد کا
حال معلوم ہے۔ خدا غریق رحمت کرے۔ ہیں آپ کے بھائی اور اُمراء ان کی کیفیت ان کے
کاموں سے خوارزم میں ثابت ہو گئی۔ ملت اور انسانیت کی خدمت کرنے والا سوائے
آپ کے دنیا میں کوئی دوسرا باقی نہیں ہے کیا اس مجنوں کی طرح جو اپنے مرض کی
دوا سے کراہیت کرے خلق آپ کی ہی شکایت کرے گی۔ آپ اس سے زیادہ
کیا کر سکتے تھے۔ اس چنگیز کے مقابلہ میں جس نے اپنی دہشت سے ساری دنیا کو
تھرّا رکھا ہے۔ آپ تنہا استادہ ہوئے۔ اس کی فوجوں کو منقلب کر دیا۔ اور اس کے
ہاتھوں سے ملک چھین لئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ "تاتاری یاجوج ہیں"۔ اگر وہ یاجوج
ہیں۔ تو آپ ان کے مقابلہ میں سدِ سکندری بن گئے۔ ایسی کوشش اور ایسی کامیابی
کے بعد آپ کے خلاف کون ایک لفظ کہہ سکتا ہے۔

جلال الدین۔ میں نے حتی الامکان اپنے فرض کو ادا کرنے کی کوشش کی۔ مگر تنہا
غیرت احتیاج کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہم دشمن کو خون کر دیا بہا دیں۔ مگر وہ بھی ہماری
مملکت کو خراب کر رہا ہے۔ میں اپنے کسی ٹکڑے تو نہیں کر سکتا کہ ہر دستہ فوج کی ہر جگہ

سرداری کرسکوں۔ اور ہر موقع کی محافظت خود کروں ہم یہاں دشمن کی ایک فوج کو غارت کر رہے ہیں، مگر تاتاری وہاں ایک بادشاہت ایک سلطنت کو محو کر رہے ہیں۔ ہم یہاں ایک لڑائی بسر کر رہے ہیں۔ مگر اسلام کے ہاتھ سے وہاں ایک کشور جارہی ہے۔ ہم یہاں چند ہزار مردوں کی خوشی کا باعث ہو رہے ہیں۔ مگر فلک وہاں چند لاکھ عورتوں اور یتیم بچوں کو رُلا رہا ہے ان سب کی ذمہ داری مجھ پر ہے خدائے برتر ان کے متعلق مجھ سے باز پُرس کرے گا۔ آہ! کاش کہ والد مرحوم زندہ ہوتے۔ تو میں ان کے زیر فرمان ایک نفر سپاہی ہوتا۔ تاکہ میری ذاتی کارکردگی کی ذمہ داری مجھ پر ہوتی۔ جو کام میں نے نہیں کئے ان کی مسئولیت مجھ پر عائد نہ ہوتی۔

نیرّہ۔ سبحان اللہ! آپ کے سوا کوئی اور ہوتا۔ تو جو کچھ آپ نے کیا ہے۔ اگر وہ اس کا آدھا بھی کرتا تو مارے فخر کے جامہ میں نہ سماتا۔ آپ اپنی کامیابیوں کو کچھ سمجھتے ہی نہیں، آپ کو خبر بھی ہے۔ آپ نے چنگیز کو بھسم کر دیا ہے۔ جیسے بچے بجلی کی چمک سے ڈرتے ہیں۔ وہ آپ کے فتوحات کی چمک سے تھر تھر کانپ رہا ہے۔

جلال الدین۔ میرا فرض یہ نہیں ہے کہ میں چنگیز کے مقابلہ میں بجلی کا کام دوں میرا کام یہ ہے کہ مملکتِ اسلام کو تاتاریوں کے پنجے سے چھڑاوں۔ جب تک ان

ممالک کو جن میں اذاں کی آواز گونج چکی ہے تاتاریوں کے تسلط سے کلیتاً آزاد نہ کر دوں۔ میرا سارا کیا دھرا بے فائدہ ہی۔ جب تک کہ انسان کے لئے کرنے کو کام باقی ہی۔ کئے ہوئے کام پر قناعت کس طرح جائز ہو سکتی ہی۔ تم ہی خیال کرو اس وجود کے لیے جو اشرف مخلوقات کی جنس میں سے ہو یہ شر رکمتر شمار کیا جانا کیسی مذلت ہی۔

نیرّہ۔ میرے بادشاہ! جو چاہی کیجئے۔ کیوں کہ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ ہر کام کے کرنے پر مقتدر رہیں۔ آپ کی جس ہمّت نے تاتاریوں کے وجود کو یہاں سے دفع کیا ہی۔ وہ ہی انشاء اللہ ان کے تسلط کو دنیا سے بھی اٹھا دے گی مگر اسے نہ بھولئے کہ اپنی نسبت سے، آپ کو اپنے کام کتنے ہی چھوٹے نظر آئیں۔ مگر اوروں کی نسبت سے وہ اتنے ہی بڑے ہیں۔ ہر شخص دنیا میں آپ کی طرح نہیں ہو سکتا۔ کیا نقصان ہو اگر آپ بھی کبھی کبھی اوروں کی طرح ہو جائیں؟

جلال الدین۔ کیا ہوگا؟ میں اس علم کے ساتھ کہ مرد ہوں، بادشاہ ہوں جفاکشی میں تمہارے، تحمل میں قطب الدین کے، ہمت میں خیمے کے دروازے پر کھڑے ہونے والے نوکر کے برابر ہو جاؤں۔

نیرّہ۔ یہ آپ سے کون کہتا ہی؟

جلال الدین۔ تمہاری باتوں سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہی۔ اچھی طرح جان لو کہ میرے دل کو اطمینان نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری محبت، میرے مفتونیت فرض پر غالب آتی جا رہی ہے۔

نیرّہ۔ آپ میرے ساتھ جو چاہیں کریں۔ میں اپنی صداقت وقت پر دکھاؤنگی۔

مجلس دوم

اشخاص سابق قطب الدین

نیرّہ۔ کیا ہی؟

قطب الدین۔ کچھ نہیں۔ اوزبک آیا ہی۔ کہتا ہے بادشاہ کی قدمبوسی کرنا چاہتا ہوں نہایت ضروری کام ہی۔

جلال الدین (نیرّہ سے) ذرا ہٹ جاؤ میری جان۔

نیرّہ۔ جو حکم۔ جاتی ہوں۔ لیکن اگر کوئی اہم بات ہو تو مجھے بھی بتلا دیجیے گا؟

جلال الدین۔ کیا ابھی چند دقیقہ پہلے کی حدت۔ لطف و عنایت میں مبدل ہو گئی؟ خدا نے تمھیں آفتاب کی مانند پیدا کیا ہی۔ کبھی تو اپنی تپش سے

انسان کو جھلسا دیتی ہو، اور پھر چند لمحوں بعد اپنی شعاع مہر سے اس کے گرد پھولوں اور گلوں کا چمن کھلا دیتی ہو کوئی اہم بات ہوئی تو تمھیں نہ بتاؤں گا تو اور کسے بتاؤں گا۔ تمہارے سوا میں اور کسی رُوح کا مالک ہوں کہ اپنے راز، اپنی دردِ دل اس سے کہوں (قطب الدین) جاؤ۔ میرے شیر بیٹے! اس سے کہو آجائے۔

(نیرّہ خیمہ سے جاتی ہی)

مجلس سوم

جلال الدین۔ قطب الدین۔ اوزبک

جلال الدین۔ خیریت تو ہی؟

اوزبک۔ خیریت کہاں ہی میرے بادشاہ! میرے طالع منحوس نے مجھے بوم صفت کرکے اِس بات پر معین کیا ہی کہ اپنے بادشاہ کو (گویا میں نعوذ باللہ چنگیز کا آدمی ہوں) ہمیشہ غم انگیز خبریں پہنچاؤں۔ نورالدین آیا۔ اور ہم بھی اس طرف کو آئے اس کے بعد وہ فوج جو خوارزم میں تھی بالکل منتشر و پریشان ہو گئی۔ حضور کے سرداروں میں سے ایک اپنے تئیں بچالے گیا۔ لیکن اس غریب کو بھی اتنے زخم لگے تھے کہ وہ بیہوش ہوکر گر پڑا اور مُردہ خیال کیا گیا۔ تاتاریوں کو لوٹ مار کی

اس قدر حرص تھی۔ کہ شکست خوردہ فوج کی طرف انھوں نے زیادہ توجہ نہ کی۔ اس سردار کو جو کمیت گھوڑا حضور نے بخشا تھا وہ اس کی طرح وفادار تھا۔ اپنے دانتوں سے پکڑ کر، وہ اپنے بیہوش مالک کو باہر ایک طرف کو نکال لے گیا۔

جلال الدین۔ ان تمام تفصیلات کی ضرورت نہیں۔ کیا خوارزم ہاتھ سے نکل گیا؟ بھائی کیا ہوئے اور وہ لوگ

اوزبک (بات کاٹ کر) ملک ہاتھ سے نکل گیا حضور ملعونوں نے اسے بھی بخارا اور خیوا کی طرح ویران کر دیا۔

جلال الدین۔ آہ خوارزم! جہاں میں پیدا ہوا اور جوان ہوا۔ کیا تجھے بھی دشمنوں نے محو کر دیا۔ اُف انسان کتنی ہی اصلاح نفس کی کوشش کرے، ایسی اچانک مصیبت کے وقت، فرض کے احساس میں ذاتی اور دلی جذبات ضرور شامل ہو جاتے ہیں۔ اس قدر مملکت اسلام خراب و ویراں ہوئی میں کیوں اتنا متاثر نہ ہوا جتنا کہ خوارزم کی ویرانی سے؟ اگر خدا نے فرصت دی، تو انشاء اللہ جب خوارزم کو دوبارہ آباد کروں گا۔ اس وقت اینٹوں کی بجائے تاتاریوں کی ہڈیاں استعمال کروں گا۔

اوزبک۔ آہ کتنے لوگ ہلاک ہو گئے۔

جلال الدین ۔ خدا رحمت کرے ۔ شہید ہوئے ۔

اوزبک ۔ میرے بادشاہ ! اگر اپنے ملک کے جھنڈے کے نیچے ان لوگوں نے اپنی جانیں دی ہوتیں تو بیشک وہ شہید ہوتے ۔ مگر انھوں نے تو خود اپنے ملک کو تباہ و مضمحل کیا اور اس طرح خوار ہوگئے ۔ جو شمشیر کہ اسلام کی خدمت کے لئے میان سے باہر لائی جاتی ہے، وہ صرف دین کے دشمنوں کو ٹکڑے کرتی ہے ۔ موحد شور و عصیاں کا آلہ نہیں بنتے ۔ اگر یہ لوگ اپنے فرض کو بجا لاتے تو آج کے دن مملکت خوارزم خواہ آدھی ہی رہ جاتی، مگر رہ تو جاتی ۔ میری جان اپنے بادشاہ پر قربان ! حضور اپنے غلام کو ایسی نظر سے نہ دیکھیں جس سے یہ ٹپکے کہ میں نے حضور کے ضمیر کی حیات کے خلاف کوئی بات کہی ۔ اگر میری زبان سے کوئی لفظ خلافِ ادب نکل گیا ہو، تو حضور سے التجا ہے کہ مجھے معاف کریں ۔ اپنے دین و ملت سے جو مجھے محبت ہے ۔ اور اپنے بادشاہ و مملکت کے حق میں جو وفاداری کا جذبہ دل میں رکھتا ہوں وہ میری زبان سے یہ باتیں کہوا رہا ہے ۔

مجلس چہارم

اشخاص سابق ۔ نورالدین

نورالدین (داخل ہوکر) میرے بادشاہ !

جلال الدین۔ آیئے مولانا۔ خدا آپ کی ہمّت سے خوشنود و راضی ہو۔ یوں آیئے میرے پاس بیٹھئے آپس میں آداب و تکلّفات کی ضرورت نہیں۔ اوزبک خوارزم کی اور فوج کی سلامتی کی خبر تو نہ لا سکا، مگر ان مدعیوں کا حال جو میرے بھائی کہلاتے ہیں مجھے سُنا چکا ہے۔ بدعہد۔ بدسگال، خائن بھائی، ہاں وہ توشتگین اور خادم خاں والے کیا ہوئے۔ وہ لوگ چنگیز کی طرف چلے گئے ہوں گے۔ ان کا حال ذرا مجھے سُنایئے۔

نورالدین۔ نہیں میرے بادشاہ۔ شکر ہے خدا کا کہ انھیں اس مذلّت تک بھی دسترس نہ ہوئی۔ تاتاریوں کے سامنے ان کا ایمان یاس شرک مایوسانہ قرار دیا گیا اور ان سب کے قتل کا حکم دیا گیا۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہوئی۔ بہرحال جس طرح کسی گھر میں آگ لگے۔ تو گھر میں سانپ وغیرہ جو موذی جانور ہو، وہ بھی جل جاتا ہے۔ اس طرح تاتاریوں نے مملکت اسلام کے جہاں لاکھوں انسان شہید کئے۔ وہاں کچھ بچھو اور سانپ بھی مار ڈالے۔ کم سے کم انھوں نے اسلام کی اتنی خدمت تو کی۔ ان میں سے صرف براق حاجب بچ نکلا۔ یہ خبیث شاید سب سے زیادہ چالاک اور جسور تھا۔ میرے بادشاہ آپ کا یہ دعاگو ابھی زخمی بھی نہیں ہوا تھا کہ اس کے ساتھ جس قدر حشرات تھے سب چنگیز کے جھنڈے کے نیچے جا جمع ہوئے۔ یہ سب واقعات میں نے

اپنی آنکھ سے دیکھے۔ کیوں کہ جہاں میں تھا۔ وہاں سے قریب ہی معرکہ ہو رہے تھے۔
براق حاجب تنہا رہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا۔ جس طرح
اژدہا گھاس کے جنگل میں سے نکل جاتا ہے اس طرح تاتاری فوج میں سے جو اسے
گھیرے ہوئے تھی وہ ایک پُر دہشت نمایش کے ساتھ بیدھڑک نکلا چلا گیا۔ اگر
اپنی شجاعت کا سوواں ایک حصہ بھی وہ دین کی راہ، اور اطاعتِ الٰہی میں دکھاتا
تو وہ نادرالمثال فداکاری شمار کی جاتی، اور حقیقت میں وہ حضور کی خدمت ہمایوں
میں رہنے کے قابل آدمی ہوتا۔

اوزبک ۔ یہاں اس سے بھی زیادہ شایانِ تاسف، آدمی موجود ہیں
سیف الدین عراقی سے تو حضور واقف ہی ہوں گے۔

جلال الدین۔ پچھلی لڑائی میں اس نے بہت کارِ نمایاں دکھلائے۔ مگر یہ
فرض کر کے کہ فتح کا سہرہ اسی کے سر تھا۔ تمہارا مطلب کیا ہے؟ میں اس کی ہر آرزو
کا غلام ہو جاؤں۔ اس کے گھوڑے کو، تاج زریں کی طرح سر پر اُٹھائے پھروں۔

اوزبک۔ نہیں میرے بادشاہ۔ غلام کا یہ مقصد نہیں۔ میں یہ عرض کرنا
چاہتا تھا۔ کہ وہ حضور کے سلوک کی شکایت کرتا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ
وہ کور نمکی کرنا چاہتا ہے۔ کیا عجب کہ وہ دشمن سے جا ملے اور یہ کمینہ پن بھی کر دکھائے

بہرحال یہ تو صاف معلوم ہو رہا ہے کہ خدمتِ ہمایوں سے ہٹنا چاہتا ہے۔

جلال الدین۔ کون؟ سیف الدین؟ وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ابھی ابھی پہاڑوں کی طرف جا رہا تھا۔ شاید ایک گھنٹہ ہوا وہ پکار رہا تھا "جو مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ میرے ساتھ آئے جو بادشاہ سے محبت رکھتا ہے وہ یہاں رہے" میں نے یہ سُنا تو خیال کیا کہ شہید ہونے جا رہا ہے اپنے تئیں اپنی قوم پر فدا کرنا چاہتا ہے۔

اوزبک۔ حضور کا کیا خیال ہے۔ اصل میں فوج میں بغاوت پھیل گئی ہے۔ حقیقتِ حال کو شہزادہ مجھ سے زیادہ صاف صاف بیان کر سکتے ہیں۔

نورالدین۔ جی ہاں، دو ایک نمک حراموں نے آخرت میں ابوجہل اور یزید کے ساتھ محشور ہونے کا ارادہ کر لیا ہے۔

جلال الدین۔ ان کے لئے جہنم تک راستہ صاف ہے مجھے اور تمہیں رتبہ شہادت نصیب ہو گا۔ مزار میں خدمت گاروں اور تابعین کے ساتھ نہیں جایا جاتا۔ میری قسمت میں جو کچھ ہے اس کے لئے میں کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہوں۔ یہ شور و شغب کیا؟

مجلس پنجم

اشخاص سابق سیف الدین

سیف الدین (اندر داخل ہوکر) میرے بادشاہ! بارگاہ سلطنت سے ہر شخص اپنا نصیبہ لینا چاہتا ہے حضور سے جو میری التجا ہے وہ صرف اتنی ہے کہ میرے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور میری بے عزّتی نہ کی جائے۔ دو گھنٹہ قبل میں نے ایک خاص آدمی کے ہاتھ حضور کی خدمت میں یہ عرض کی تھی کہ میری تحقیر کی گئی۔ جو لوگ میرے زیر علم ہوکر حضور پر جان فدا کرنے کے لئے آئے ہیں وہ اپنے سردار کی ذلت دیکھنی گوارا نہیں کرتے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ میرے گھوڑے کو قمچی مارے۔

جلال الدین۔ جو شخص تمہارے گھوڑے کو قمچی مارے کیا میں اسے یہ سزا دوں کہ اس کا سر تلوار سے اُڑا دیا جائے۔ میں تمہاری خاطر احکام شرعیہ کو چھوڑ کر سیاست چنگیزی کو اختیار کروں۔ تاتاریوں نے ایک خنزیر کو درجہ الوہیت دینے کے لئے جو انسان تلف کئے۔ گویا وہ کافی نہ تھے کہ میں تمہارے گھوڑے کو گوسالہ سامری بنا کر اس آدمی کو محو کروں جس نے اسے یہ قمچی ماری۔ گھوڑے کو

پنچی مارے جانے پر فوج میں بغاوت ہو رہی ہے۔ لیکن ادھر اسلام خطرہ میں ہے خدا کا پاک نام، پاؤں تلے روندا جا رہا ہے۔ یہ کہکر کہ یہ منارے چنگیز کو سجدہ کریں مسجدیں گرائی جا رہی ہیں۔ تاتاریوں کے خوف سے لوگ یہ کہتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ سب کچھ نہیں۔ ہاں تمہارا گھوڑا سب کچھ ہے۔ وہ دین، وطن، انسانیت سے بھی زیادہ مقدس ہے۔ تاتاری اک کتے کی پرستش کر رہے ہیں مسلمان بھی تمہاری خاطر ایک گھوڑے کو پوجنا شروع کر دیں۔ نکل باہر کافر۔ جا اور چنگیز کا معین و مددگار بن۔ تجھ جیسے کمینہ مخلوق کے لئے اسی جیسے دنی بادشاہ کی ضرورت ہے۔ جا اور جو کچھ میرے خلاف کر سکتا ہے، کر۔

سیف الدین۔ میرے بادشاہ!

جلال الدین۔ جواب دیئے جاتا ہے نکل باہر۔

سیف الدین۔ میرے بادشاہ۔ میں اپنی عزت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہتا میرے گھوڑے کو کوئی پنچی نہیں مار سکتا۔ میں بھی دوسرے درجہ کا ایک بادشاہ۔۔

نورالدین۔ اُفوہ! چیونٹی نے بھی کہا تھا کہ میں اپنے ملک کی بادشاہ ہوں سلطان مسلمین کے فرمان کی اطاعت اس طرح کی جاتی ہے؟ سلطانِ اسلام، احکام الٰہیہ سے تیرے سامنے بحث کرتا ہے۔ اور تو یہی رٹ لگائے جاتا ہے کہ میرے

گھوڑے کو تھپی مارنے کا کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے۔ وہ تجھے اللہ و دینِ اسلام و ملت و انسانیت کے قایم کردہ حکم دے رہا ہے۔ تو جواب میں حیثیت، عزت، حیوان اور اس قبیل کی چیزوں کا ذکر کر رہا ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی بے دین۔ بے عقل تو بھی کیا عجیب مخلوق ہے۔

سیف الدین۔ میرے بادشاہ! حضور غالباً اس مجنون کے خیالات سے متاثر ہو گئے ہیں۔ حضور غور فرمائیں کہ حضور کے اجداد عظام نے ان معاملات کی رعایت کی ہے۔ مجھ جیسے سردار کے گھوڑے کو اگر کوئی تھپی مارے اور اس طرح میری توہین کرے تو کیا اس کو سزا نہ دی جائے گی؟

جلال الدین۔ تمہارے ان قاعدوں پر، اور تم پر اور تمہارے گھوڑوں پر خدا کی پھٹکار، یہ جو دُنیا اس وقت جہنم سے بدتر حالت میں ہے وہ کیا سب شیطان کے ایجاد کردہ انھیں قاعدوں اور تجھ جیسے دشمنِ خدا مخلوق کی باعث نہیں ہے۔ خبیث! وہ اسلام جس پر تجھے بھی اعتقاد ہے کہ تا قیامت باقی رہے گا اور جس کے ذریعہ سے آخرت میں نجات کا تو بھی طلب گار ہے کس حالت میں ہے؟ اسلام کی قدسیت پر ایمان رکھنے والے کا دُنیا سے ازالہ آج کل واجب شمار کیا جا رہا ہے ایک شخص جو ہم سب کو زندگی بخشنے والے خدائے تعالیٰ و برتر کے پیدا کردہ ذلیل ترین

طبقہ میں سے ہی نعوذ باللہ اپنے تئیں مقامِ الوہیت پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اور خدا کے تمام بندوں کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہتا ہی جو وہ اپنی قوم کے ساتھ کر رہا ہی۔ تو ان میں سے کسی بات سے متاثر نہیں ہوتا۔ حکومتِ اسلامیہ کو اپنی اس موہوم حیثیت سے ٹکرا رہا ہی۔ اس سے زیادہ تو سوچ نہیں سکتا۔ گھوڑا تیرا معبود، نخوت، تیرا دین، انتقام تیری عبادت ہی۔ تو اسلام کے لئے تاتاریوں سے بھی زیادہ مضر ہی۔

سیف الدین۔ اس کے بعد اے میرے بادشاہ! میں جو کچھ کروں اس میں معذور سمجھا جاؤں مجھے حضور سے یہ اُمید تھی کہ میرے حق میں رعایت کی جائیگی۔

جلال الدین۔ رعایت انسان کی کی جاتی ہی تو بھی اپنے تئیں انسان سمجھتا ہی سبحان اللہ۔

سیف الدین۔ بہت خوب! اب چوں کہ ہم انسان نہیں ہیں جاتے ہیں

(سیف الدین جاتا ہی)

اوزبک۔ حضور حکم دیں تو ابھی اس غدّار کا سر تن سے جُدا کر دوں۔ اگر یہ دشمن سے جا ملا تو ہمارے لئے ایک دوسرا چنگیز ہو جائے گا۔

جلال الدین۔ قوتِ اسلام کا انحصار اس فوج پر تھا۔ اب کیا اُس میں آپس ہی میں

تلوار چل جائے۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کو تلف کرکے چنگیز کو موقع دیں کہ وہ دور سے بیٹھا بیٹھا سیر دیکھے اور بے ہاتھ پاؤں ہلائے فتح حاصل کرے۔ سیف الدین جائے خدا کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ اس غدار کو خدا پر ترجیح دینے والا اس کے ساتھ جائے کیا ہمارا مقصد غزا و شہادت نہیں ہے۔ الحمد للہ ہم غازی تو ہو چکے۔ انشاء اللہ شہادت بھی نصیب ہوگی۔ یا الٰہی تیرا استغنا بھی تیری حکمت کی کیا دلیل عظیم ہے۔ اگر تیرے ارادہ کا عمل میں آنا تیرے بندوں کی رائے پر معلق ہوتا تو تیرے مقدس نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ ملعون ذات الوہیت کو خلقت آدم سے پشیمان کرنے کی کوشش کرتے۔

(پردہ گرتا ہے)

پردۂ چہارم

دریائے سنت کے کنارے ایک فوجی کیمپ

مجلس اوّل

اوزبک جلال الدین

اوزبک (جلال الدین کے قدموں پر گر کر) میرے پادشاہ۔ میرے ولی نعمت آپ پر قربان کرنے کے لئے اِک جان باقی تھی۔ وہ بھی دین و دولت و ملّت کی راہ میں نثار کر رہا ہوں حضور کا فرمان بھی تو یہی تھا۔ ۔ خدا اسلام کو مظفر و منصور کرے گا۔ انشاءاللہ اس خوش بختی کے وقت آپ موجود ہوں گے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ (کہتا ہے اور زمین پر گر کر جاں بحق تسلیم ہوتا ہے)

جلال الدین (اس کے قریب جا کر) آہ اوزبک شہید ہو گیا۔ موت کے تمام مظاہر مجھے دکھائے جائیں گے۔ مگر اس کا چہرہ کیسا متبسم ہے۔ ملّت کی مصیبت کے خیال سے جو حُزن و ملال اس کے چہرے پر ہر وقت طاری رہتا تھا، وہ سب رفع ہو گیا۔ چہرے پر اس بچے کی سی مسکراہٹ ہے جسے اپنا عزیز ترین مقصد حاصل ہو گیا ہو چہرے کا رنگ نئے کھلے ہوئے زرد پھول سے مشابہ ہو گیا ہے۔ اوزبک! تو مسلمان تھا

مرد تھا، دُنیا میں کسی کا حق اپنے ذمّے لے کر نہ گیا۔ خدا نے اس کے عوض میں تجھے درجۂ شہادت عطا کیا۔ آخرت کے سوال و جواب سے چھٹکارا پایا۔ تجھ جیسے انسان کو تابوت میں، افعال کے متعلق امام کی تفتیش، مزار میں مُنکر نکیر کے سوالات کیسے گراں گزرتے۔ اللہ کی دیوان عدالت سے بچنا، تیز و تند جرح کی ضیق و اضطراب سے نجات حاصل کرنا، اگر چند زخموں کے کھانے سے حاصل ہو جائے۔ تو کیا وہ ان چیزوں میں سے نہیں جن پر عمر کے کئی برس فدا کر دیئے جائیں؟

مجلس دوم

اشخاص سابق۔ نورالدین۔ چند نفر سپاہی

نورالدین۔ میرے بادشاہ! فوج منتشر و برباد ہو گئی۔ غدّاروں نے دین کو تباہ کر دیا۔ لوگوں نے سیف الدین کی عزّت کو، خدا کے حکم پر ترجیح دی۔ اوزبک جیسے چند فدائی شہید ہو گئے۔ چند رذیل، سیف الدین کے طرفدار ہو کر اس کے ساتھ چل دیئے بہت سوں نے اپنے تئیں تاتاریوں کے سپرد کر دیا صرف مَلک بہرات اور اس کے آدمی رہ گئے جو بقیہ فوج کو تاتاریوں کے حملوں سے بچانے کے لئے ایک سد بن گئے۔ نصرت اور اورخان کا حال مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوئے

مگران کے سپاہیوں سے چند نفر جو ابھی شہید نہیں ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ملکہ کا گرد جمع ہو کر ان کی محافظت کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ شیر بچہ قطب الدین جس کی تلوار جس کے قد سے بڑی ہے، اس عمر میں یہ شجاعت دکھا رہا تھا کہ اس نے دشمن پر تین دفعہ گھوڑا ڈالا۔ دو جگہ خود زخمی ہوا۔ معلوم نہیں اب کہاں ہیں۔ مگر جہاں کہیں بھی ہوں، آتے ہی ہوں گے۔

جلال الدین۔ یہ کیا ہوا۔ کیا غضب ہو گیا اس وقت تک مجھے اس شکست کی خبر نہ کی۔ ایک گھنٹہ قبل میں خود دشمن کے مقابلہ میں تھا اور مجھ سے کہا گیا تھا کہ ہماری فوج جیت میں ہے۔ اگر یہ معلوم ہوتا تو میں خود کیوں یہاں زندہ آتا۔

نورالدین۔ میرے پادشاہ! کسی کو یہاں تک خبر پہونچانے کی مہلت کہاں ملی جس وقت حضور علیحدہ ہوئے ہیں، اسی وقت تاتاریوں کی مسلسل فوج ایک دوسرے کی مدد پر آنی شروع ہوئی فوج میں سے ایک آدمی کو بھی اس وقت علیحدہ کرنا گویا اسلام کے بازو کو شکستہ کرنا تھا۔ حضور چھ راتوں سے مطلق نہیں سوئے۔ اور ۲ ۴ گھنٹے میں ۸ ا گھوڑے کی پشت پر ہی گزرے تھے حضور کو چند منٹ کی آرام کی ضرورت ہوئی تو عین اس وقت خبر بھیج کر حضور کو تکلیف دینا مناسب خیال نہ کیا۔

جلال الدین (طرز بدل کر) ہیں! اتنی فتوحات اتنا مال غنیمت حاصل کر کے پھر غدّاری۔

نورالدین۔ میرے بادشاہ! ان بداخلاق حشرات میں کیا وہ دل آسانی سے مل سکتا ہے۔ جو محمود دیلواج خبیث کی رشوتوں، چنگیز کی دہشتوں کے مقابل میں ٹھہر سکے۔

جلال الدین۔ آہ اباّ جان جس یاس و ناامیدی کا اظہار آپ فرمایا کرتے تھے۔ وہ گو آپ کے شایان نہ تھا لیکن بلاسبب بھی نہ تھا۔ کیا ان آدمیوں کے دل صرف بے وفائی اور غدّاری کے اجزا سے مرکب ہیں کیا ان کی رگوں میں خون کے بجائے غلاظت دوڑ رہی ہے؟ انسان میں اس قدر ذلت اور کمینہ پن پائے جانے کا مجھے وہم بھی نہ ہوتا تھا۔ ایک خبیث فرعون بن بیٹھا ہے۔ جو دنیا سے توحید الٰہی کے اعتقاد کو محو کرنا چاہتا ہے۔ ایک ملت موحد اس خبیث کے مقابلہ کے لئے کھڑی ہوتی ہے۔ دین و ناموس و وطن و حیات و ملک ان سب محافظت میں اپنے تئیں فدا کر رہی ہے کہ لٹتے ہیں سیف الدین کا گھوڑا ان مقدس مقصدوں سے بھی اعلیٰ شمار کیا جانے لگتا ہے دنیا میں جتنے انسان ہیں وہ اس خنزیر کی حرص اور اس بدگھوڑے کی شامت کی وجہ سے اپنے زخمہائے جگر کے خون میں ڈبو دیئے جائیں گے۔ کہو میرے گھوڑے کو

زبن کیس، اس دنیا کو ترک کر کے مر جانا، چاہے دولتِ شہادت نصیب بھی نہ ہو، ان رذیلوں کے ساتھ زندہ رہنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ سچ ہے۔ انسان کی زندگی میں ایسا وقت بھی آتا ہے، جب کہ ذلتِ حیات کے مقابلہ میں موت حقیقتاً ایک نعمت ہوتی ہے۔ کہو میرا گھوڑا فوراً تیار کریں۔

مجلس سوم

اشخاص سابق۔ اورخان۔ بعد میں ملک نصرت

اورخان (کئی زخم کھائے ہوئے آتا ہے) اب اس کا موقع نہیں، اے میرے بادشاہ! چنگیز خود اپنی فوج کی مدد کو پہنچ گیا ہے۔ اس کے ایک حملہ میں ملک ہرات، احابن، یہاں تک کہ فوج کا بیشتر حصہ شہید ہو گیا۔ صرف سو آدمی باقی رہ گئے۔ ان میں بھی کوئی ایسا نہیں جو زخمی نہ ہوا ہو۔ مقابلہ کا امکان اب باقی نہیں۔ وہ مسبب الاسباب جس نے بنی اسرائیل کے لئے سمندر میں راستہ پیدا کر دیا شاید ہمارے لئے ان کے درمیان میں سے ایک راہِ نجات پیدا کر دے۔

جلال الدین۔ میں اتنے برادرانِ اسلام و برادرانِ دین کے جنازوں کو جنھوں نے دین اور حق کی راہ میں اپنی جانیں فدا کی ہیں۔ ملعون تاتاریوں کے

پاؤں تلے روندے جانے کے لئے چھوڑ کر خود کہاں جاؤں گا؟ شہادت! شہادت!
اب میرے لئے زندگی آخرت میں ہے۔ میں ان بہادروں کے ساتھ راہِ خدا اور
میدانِ غزا میں برابر رہا، تو کیا اب جنّت کے کشادہ ترین دروازہ یعنی شہادت
میں ان سے جُدا ہو جاؤں گا؟ میں ایسا نہیں۔ کیا دُنیا میں قیامت کے بوریے
سمیٹوں گا۔ شہادت!

ملک نصرت (داخل ہوکر) کیا غزا میں ہم نے کافی شہید نہیں دیئے۔
اب حضور پر قیامت کے بوریئے سمیٹنے کے لئے نہیں، بلکہ اسلام کی اعلائ شان
کی خدمت کے لئے حفظ حیات کرنا فرض ہے۔

جلال الدین۔ ملک! کیا تم بھی یہی رائے دینے لگے۔ تم بھی مجھے بھاگنے
کی ترغیب دینے لگے۔

ملک نصرت۔ میرے بادشاہ! یہ بھاگنا نہیں ہے۔ اسلام کے حال پر رحم
کھایئے۔ شاہانِ اسلام میں حضور کے سوا، خدا کے بندوں کا کوئی پشت و پناہ
نہیں رہا۔ حضور اور حضور کے ساتھ ہم سب شہید ہوکر، شرق و غرب کو تاتاریوں
کے پنجے میں دیدیں گے۔

جلال الدین۔ اس کے بعد میرے لئے شہادت حاصل کرنے کے سوا اور

کوئی کام باقی نہیں رہا حالتِ موجودہ کو تم نہیں دیکھ رہے ہو؟

ملک نصرت۔ میں اچھی طرح دیکھ رہا ہوں کیا اس کے بعد یہ کام باقی نہیں کہ از سرِ نو تاسیس سلطنت کی جائے۔ از سرِ نو ایک فوج ترتیب دی جائے۔

جلال الدین۔ کیا ستّر آدمیوں سے ایک فوج ترتیب دی جاتی ہے اور ایک سلطنت قایم کی جاتی ہی؟

نورالدین۔ دولتِ محمدی جو اس رُعب واقبال کے ساتھ چھ سو برس سے آدھی دنیا میں حکمت الٰہی کا اعلان کر رہی ہے، کیا صرف چالیس آدمیوں سے قایم نہیں ہوئی۔ میرے بادشاہ! حضور شرعِ الٰہی کی تائید فرما رہے ہیں یقیناً اُس کا فیض بھی جاری ہو جائے گا۔ اس کے احکام کی ہم صدق نیت کے ساتھ تعمیل کریں۔ انشاء اللہ ہر طرف سے تائیداتِ غیبی حاصل ہوں گی۔ انشاء اللہ ایک نہیں حضور کئی سلطنتیں قایم کر سکیں گے۔ نا اُمیدی کی کوئی وجہ نہیں۔ حضور جس وقت جزیرہ ابسکوں سے نکلے ہیں اور خوارزم کو تاتاریوں کے تسلّط سے چھڑایا ہی تو کیا اس وقت ہمیں اُمید تھی کہ وہ فتوحات جو ہمیں حاصل ہوئیں حاصل ہو سکیں گی۔ حضور کو غیرت وشجاعت موت کی طرف لیجا رہی ہے۔ مگر باللہ العظیم یہ حمیت، حفظِ حیات کی کوشش کرنے سے زیادہ مبارک نہیں ہی۔ آج کے دن

حضور کا وجود اسلام کے لئے لازم بلکہ الزم ہے۔ اگر حضور اپنی ہمّت و درایت سے تاتار کے سیلاب کو نہ روکیں گے تو وہ ملعون روضۂ مطہرہ تک مکۂ مکرمہ تک۔۔۔

جلال الدین (بات کاٹکر) خدا کے لئے چُپ رہو۔ میرے ذہن کو ایسے دہشتناک خیالات سے پریشان مت کرو۔ واہمہ میرے سامنے آگ کی لپٹیں دکھا رہا ہے۔ میں سینکڑوں دفعہ موت کے مقابلہ میں کھڑا رہا دل میں کوئی خلجان پیدا نہ ہوا۔ لیکن اب واہمہ جو مجھے دکھا رہا ہے اس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ کیا روضۂ مطہرہ تک کعبۂ مکرمہ تک۔۔۔ آلٰہی تیری پناہ! اگر تیرا ارادہ اپنے بندوں کو سزا دینے کا ہے تو جہنم کو دنیا میں لے آ۔ لیکن تجھے اپنی عزت، اپنے جلال کا واسطہ، اُمتِ محمدی کو اس مصیبت اور اس بلا کے دیکھنے سے بچا۔ تم سچ کہتے ہو۔ اللہ ملک و قوم کی خدمت کرنے والے بادشاہوں کو تم جیسے صلاح کاروں سے، تم جیسے معاونوں سے محروم نہ رکھے۔ اگر مقصد اظہار شجاعت ہے تو ہمیں لازم ہے کہ اس طرح اظہارِ شجاعت کریں کہ چنگیز کو عاجز کر دیں جب اسلام کو ہماری ضرورت ہے تو بے فائدہ کیوں ہم اپنے تئیں ضائع کریں اس قدر خون کی نہروں، آگ کے دریاؤں، اور مصیبت کے طوفانوں میں سے ہم لوگ سالم بچ کر نکل آئے ہیں۔ آیندہ بھی خدا اپنا فضل و کرم شامل حال رکھے گا

(اوزبک کی نعش کو دیکھکر) اے غیور شہید، کیا تیرے جسم کو بھی ملعون تاتاری اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل کر محو کریں گے۔ تیری رُوح عرشِ اعلیٰ سے فتح اسلام کی دُعا کررہی ہے۔ یہ چند مشتِ اُستخوان وخاک اگر پائمال ہوں تو ہوا کریں۔ جوہرِ انسانیت پر اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا۔

اورخان۔ جن تاتاریوں کو اس کے گھوڑے نے پامال کیا اگر ان کی ہڈیاں ایک جگہ جمع کی جائیں تو اس کو دفن کرنے کے لئے ایک معقول تربت تیار ہوجائے۔ لیکن کیا پرواہ ہے۔ اگر اوزبک کی لاش چند گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی گئی۔ یا اس کے جسم کو چند خنزیر صفت آدمیوں نے دانتوں سے کاٹا اگر وہ مزار میں دفن کیا جاتا تو نہ معلوم اس کے جسم کو کتنی چیونٹیاں کھاتیں اور کتنے جانور اس کی مٹی کو پامال کرتے۔ ایسا قیمتی جسم کیسی ہی ذلت میں پڑا ہو۔ کئی دُنیاؤں کے برابر ارزش رکھتا ہے۔

ملک نصرت۔ میرے پادشاہ تاتاری قریب پہونچ گئے۔ سلامتی آخر مُردوں میں نہیں بلکہ زندوں میں تلاش کرنے کا وقت آپہونچا۔

جلال الدین۔ ہاں! ہاں۔ میری بدبختی کو دیکھو مجھ جیسا آدمی جو موت کا خواہاں ہوئ وہ اس وقت دشمن کے سامنے سے بھاگنا، سب سے بڑا، سب سے

مقدس فرض خیال کر رہا ہی۔

(جلال الدین اور خان، ملک نصرت، نور الدین اور چند سپاہی اپنے تئیں ایک دوسرے کے بعد دریا میں ڈالتے ہیں۔ اتنے میں دریا کے کنارے پر ایک چھوٹے سے ٹیلے کے پیچھے سے چند سپاہی اور ملکہ اور قطب الدین نظر آتے ہیں)

مجلس چہارم

اشخاص سابق۔ چند سپاہی۔ نیرہ۔ قطب الدین

ایک سپاہی (کہی جگہ زخم کھائے ہوئے گرتا پڑتا آتا ہی) اے میرے بادشاہ! مدد، مدد، للہ مدد، اپنے ناموس کو تاتاریوں کے ہاتھ میں نہ چھوڑ جائیے۔ اپنے دین وملک کے لئے مجھ میں اور زیادہ خدمت کرنے کی قابلیت نہیں رہی (سپاہی اپنے تئیں دریا میں ڈال دیتا ہی۔ اور اس کی آواز فریاد سن کر، جلال الدین پانی سے باہر آتا ہی)

جلال الدین۔ آہ! میں نے ملکہ کا تو خیال ہی نہیں کیا۔ وہ کہاں ہی۔

سپاہی (ڈوبنے سے بچنے کی کوشش کرتا ہوا اپنی انگلی کے اشارے سے ملکہ کو دکھاتا ہی۔ جو خود زخم خوردہ حالت میں اور قطب الدین کو گود میں لئے آتی نظر

آتی ہے) وہ ہیں۔ اے میرے پادشاہ آپ کا غلام ڈوبا (جلال الدین سیدھا نیرّہ کی طرف جاتا ہے۔ باقی لوگ پیر کر دریا کے دوسرے کنارے پر پہونچ جاتے ہیں۔ چند سپاہی آگے پیچھے اپنے تئیں دریا میں پار ہونے کیلئے ڈال دیتے ہیں)

نیرّہ ۔ میرے پادشاہ! ہمیں اس حال میں چھوڑکر کہاں تشریف لیجا رہے تھے۔

جلال الدین (ملہمانہ طریقہ سے) دین اور ملک کی خدمت کے لئے جا رہا تھا۔ تم کس حالت میں ہو۔

نیرّہ ۔ میرے جلال، تاتاری آپ کو پکڑنا چاہتے تھے۔ مگر وہ آپ سے زیادہ آپ کے ناموس کے دشمن ہیں۔ آپکے زیرِ سایہ، اب تک مجھے ایک کانٹا بھی نہ چبھا تھا۔ مگر اس وقت دیکھیے میرے جسم پر بیس تیروں کے زخم ہیں۔ یہ بیچارہ بچہ بھی موت کے قریب ہے خدا کے واسطے ہمیں ان ملعونوں کے ہاتھ میں نہ چھوڑ جای۔

جلال الدین ۔ میں اپنے دین وملت کی خدمت کے لئے جا رہا ہوں۔ اب تمہاری حفاظت پر میں مقتدر نہیں ہوں۔ خدا تمہارا معین و مددگار رہے۔

نیرّہ ۔ میرے پادشاہ! اگر آپ کو ہم پر رحم نہیں آتا تو حرمتِ اسلام اور غیرتِ انسانیت کے لئے ہمیں اسی پانی میں ڈبو دیجئے۔ مگر یہاں نہ چھوڑیے میں نے اپنے کانوں سے ملعون محمود یلواج کی آواز سنی ہے وہ خنزیر کی

طرح چلّا رہا تھا۔ "نیرّہ کو چنگیز کی ہم بستر باندی اور قطب الدین کو اپنا ساقی بناؤں گا"۔

قطب الدین۔ میرے پادشاہ! میرے باباجان میرا تمام جسم زخموں سے چور چور رہے مجھے مار ڈالیے میں ان ملعونوں کی خدمتگاری، ساقی گری نہ کروں گا۔ نعوذ باللہ میں مشرکوں کو شراب دوں گا؟ شیر کا بچہ کتّوں کو پانی نہیں لاکر دیتا۔ میرے پادشاہ مجھ پر ترس کھائیے۔ رحم یا ربی رحم۔ ہم تیرے کیسے گناہگار بندے ہیں۔ کہ ہمیں یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے۔

جلال الدین۔ آؤ، نیرّہ تم اس طرف آؤ، بیٹے تم اس طرف آؤ۔ ممکن ہے کہ ہمیں خدا اس دریائے بلا سے پار لگا دے۔ بسم اللہ (نیرّہ کو داہنی بغل میں اور قطب الدین کو بائیں بغل میں لے کر پانی میں گھس پڑتا ہے۔ اسی اثنا میں تاتاری سپاہی آپہونچتے ہیں اور حملہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جو مسلمان سپاہی دریائے سنت میں پیر رہے تھے، ان میں سے بہت سے پار پہونچ جاتے ہیں جلال الدین غیر معمولی طاقت سے پیرتا ہے لیکن بوجھ کی وجہ سے ڈوبنے کے قریب ہو جاتا ہے)

نیرّہ (غم انگیز آواز سے) اگر آپ دین کی محبت رکھتے ہیں تو مجھے چھوڑ دیجئے۔

قطب الدین۔ میں ان زخموں سے ویسے ہی نہ بچوں گا۔ اباجان۔ آپ

اپنے تئیں بچایئے۔

ملک نصرت (سامنے کے ساحل سے پکار کر) میرے پادشاہ! خدا کے واسطے اپنا خیال کیجئے ہوش میں آیئے۔ دشمن جو آپ کے پیچھے پیرتا چلا آ رہا ہے آپ کو بھی اور انھیں بھی قید کرلے گا۔

جلال الدین (پیچھے دیکھتا ہے۔ ایک تاتاری اس قدر قریب پہونچا ہوا نظر آتا ہے۔ کہ وہ ان تینوں میں سے ایک کو ضرور پکڑلے گا۔ جلال الدین نیرّہ اور قطب الدین کو ہاتھ پر اٹھا کر) یاربّی! یاربّی! جو سلطنت تو نے مجھے احسان و عنایت کی تھی اس کی تمام نعمتوں میں سے صرف یہ دو میرے چہیتے وجود باقی تھے۔ یہ بھی تیری راہ میں قربان ہوں (دونوں کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ اور ہلکا ہو کر جلدی سے ساحل پر پہونچ جاتا ہے۔ جو تاتاری کہ اس کا پیچھا کرتا ہوا آتا ہے اسے پتھر سے مار ڈالتا ہے)

نیرّہ (ڈوبتے ہوئے) میرے پادشاہ! میرے جلال! اپنی نیرّہ کو بھول مت جانا۔

قطب الدین (غرق ہوتے ہوئے) میں اپنی امّاں جان کے پاس جا رہا ہوں عرشِ اعلیٰ پر فرشتوں کے پاس جا رہا ہوں۔

جلال الدین (بیہوشانہ عالم میں) قطب الدین، قطب الدین!
قطب الدین (پانی کے اندر آخری مرتبہ جاتے ہوئے) باباجان! باباجان!
جلال الدین۔ اپنے داداجان سے ملنا تو کہنا کہ گو میں ان سے آکر نہیں ملا، لیکن میں نے اس قسم کو پورا کیا جو میں نے ان کے جنازے پر کھڑے ہو کر کھائی تھی۔ تجھے بھی اور تیری ماں کو بھی اللہ کے اوپر قربان کر رہا ہوں۔

(جلال الدین، اِس دس پندرہ سپاہیوں کے ساتھ جو اس سے آملے تھے دریا کے کنارے ٹھہر جاتا ہے۔ اور تیروں سے ان تاتاریوں کا مقابلہ کرتا ہے جو اس کے تعاقب میں دریا میں کود پڑے تھے اور ساحل تک پہونچتے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد جلال الدین کے چند ساتھی دریا میں تلاش کر کے نیرہ اور قطب الدین کی لاشوں کو ساحل پر نکال کر لاتے ہیں)

جلال الدین (بیہوشانہ طرز میں) بھائیو آؤ ان شہیدوں کو خشک زمین میں دفن کریں مومن تھے تو یہ تھے۔ تاتاریوں کے شر نے انھیں بھی نہ چھوڑا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

٭

پردہ پنجم

تبریز میں ایک محلسرا

مجلس اوّل

مہرجہاں۔ عزّ الدین قزوینی۔ نورالدین دمشقی

عزّالدین۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہو کہ آج کے دن، حضرت ملکہ، حاکمۂ تبریز ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورتیں حکومت نہیں کر سکتیں، وہ شاید شیراز میں سعیدہ کی حکومت، اندلس میں صبیحہ کی سلطنت سے واقف نہیں ہیں۔ ہاں، اس قلعہ میں تاتاریوں کے حملوں کا مقابلہ کرنا کسی مُرد سُورما کے بس کا نہ تھا۔ بادشاہ، اتحادِ اسلام پر ایک سلطنت کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے، انشاء اللہ یہ قلعہ جو خدمت کرے گا وہ اس سلطنت کی سنگ محراب کا کام دے گا۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بات ہے کہ آج کے دن تبریز اُس نازنینِ محبّت کا جہیز ہے جو فکر و احتیاط کے دولت سرائے ال میں پالی گئی ہے، اور دل جس کا مہر ہوگا۔ ہم اس قلعہ کو تسلیم کرنے کے لئے حاضر ہیں مگر اُس کے عوض میں دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ، سب سے بڑے انسان کا

دل جیسا قیمتی مہر معجل مانگتے ہیں۔

نورالدین۔ ذرا شرح فرمایئے تاکہ آپ کا مطلب سمجھ میں آسکے۔ یہ ثابت ہی کہ آج کے دن عملاً قلعہ کی حکومت ہمارے پادشاہ کے ہاتھ میں ہی۔ اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے صبیحہ یا سعیدہ کی مثالوں کی ضرورت نہیں ہی۔ آپ قلعہ کو جہیز محبت قرار دے رہی ہیں، مجھے وہ عروس نظر نہیں آتی جو اُس جہیز کی مستحق ہو۔

عزالدین۔ اللہ رے آپ کا تجاہل عارفانہ! ملکہ جہاں کے سوا اور کون وہ عروس ہو سکتی ہی؟

نورالدین۔ تو جو خبریں مشہور تھیں کہ حضرت ملکہ اتابک سے جُدا ہو گئیں وہ صحیح ہیں۔

مہر جہاں۔ چار ماہ قبل اتابک آلنجق کے قلعہ میں چلے گئے ہیں اور اس پایۂ تخت کی محافظت میرے سپرد کر گئے ہیں۔ اور نکاح میں دینے کا اختیار جو انھیں حاصل تھا وہ بھی مجھے دے گئے ہیں۔

عزالدین۔ میں خیال کرتا ہوں کہ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں اگر پادشاہ کا شعشۂ اقبال (جو نیند سے جاگتے وقت اس کی آنکھوں سے اس طرح چمکتا ہی جس طرح موسم بہار میں نوطلوع آفتاب) ملکہ کے انوار التفات کے ساتھ ہو جب کہ اُن کا

وجو حسرت کش، ابر سحر جیسے بیاض، یاسمین جیسی لطیف چادر میں چھپا ہوا ہوا ور اُن کا چہرہ خوابِ راحت میں اس طرح ہو جس طرح خزاں کی رات میں بدرِ کامل، اُس وقت کی نسبت، شبِ حسرت سے یہ ہوگی: ایک سانولی عورت اپنے سیاہ بالوں کو بکھیرے ہوئے سو رہی ہی۔ اُدھر ایک شفق رُو لڑکی ہی جو اپنے سینے اور اپنے کندھوں پر گیسوئے زرتار پھیلائے ہوئے نیند سے اُٹھ رہی ہے۔

اِک مرتبہ جلال کے ساتھ جمال اک نقطہ میں جمع ہو کر تجلّی دکھائیں اس وقت اُن مقامات میں جنھیں ہم ریاضِ جنت سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اور اُن مقامات میں جنھیں ہم جہنم کہتے ہیں صرف یہ فرق رہ جائے گا کہ یہ پھولوں میں غرق نوبہار ہوں گے تو وہ نور کے دریا میں ڈوبے ہوئے شہر آئیں۔

نورالدین: سُبحان اللہ! کیا روشن تشبیہات ہیں لیکن ہم اگر ایسے شاعرانہ خیالات کو حقیقی چیزوں میں ملا دیں گے تو گویا خواب میں اُٹھائے ہوئے لطفوں کو لذتِ حیات شمار کریں گے۔ استقبال کے اُمیدوں پر نظر جما کر ہمیں حال سے نہ گزر جانا چاہیئے۔ قدرتِ الٰہی کے سوا کون حکم لگا سکتا ہی کہ مستقبل جو جہاں کی آدھی عمر سے زیادہ طویل اور امکان کی آدھی وسعت سے زیادہ بڑا ہی کیا ہو گا۔ میں جس وقت حضورِ شاہی سے رُخصت ہوا تھا تو مجھے خیال نہ تھا

کہ یہاں اس قسم کی خواہش پیش کی جائے گی اس لئے اس بارہ میں ارادہ ملوکانہ دریافت نہ کرسکا۔

لیکن جب وقت ایک پادشاہ کے ہاتھ میں ایک مملکت تسلیم کی جائے۔ اگر اس وقت اُس کے جسم کو ایک رُوح ثانی بھی دیا جانا چاہا جائے تو اُس جواب کا معلوم کرنا جو وہ دے گا مشکل نہیں ہے اس بارے میں رسمی اور باضابطہ طریقوں سے ہزار درجہ مضبوط طور پر عرض کرتا ہوں کہ حضرت ملکہ اب سے یہ سمجھ لیں اُن کا مقصد حاصل ہو گیا۔

مہرجہاں۔ آپ اب جایئے ملّا کے گھر میں آرام کیجئے شام تک وہ بھی آپ کی خدمت میں آئیں گے تب آپ اپنے کیمپ میں جاکر سفارت کو پورا کیجئے اور یقین رکھیئے کہ آپ کی خدمات قدرناشناس لوگوں کیلئے نہوں گی۔ سلجوقیوں کے مذہب مکارم میں جیسا یہ حرام ہے کہ کسی سے دیکھی ہوئی بُرائی کو یاد رکھا جائے اسی طرح یہ بھی حرام ہے کہ کسی سے دیکھی ہوئی بھلائی بھلادی جائے۔

نورالدین۔ میرے حق میں حضرت ملکہ کی اس سے بڑھ کر اور کوئی عنایت نہیں ہوسکتی کہ یہ خدمت میرے سپرد ہوئی ہے۔ انشاءاللہ آپ کے سایہ میں دونوں اسلامی سلطنتوں کے اتحاد کی کوشش کروں گا۔ خدا حضور کو سلامت باکرامت رکھے۔

(نورالدین جاتا ہے)

مہرجہان۔ مولانا۔ مولانا! میں نے آپ کی تقریر جو آپ نے نورالدین کے سامنے کی بہت غور سے سُنی۔ آپ کی باتیں دماغ کے سامنے یہ منظر پیش کرتی ہیں کہ ضیائے شفق جیسے پھول کھل رہے ہیں اور نور سحر سے بنی ہوئی یاسمین کی کلیاں چٹک رہی ہیں۔ دماغ آپ کی باتوں کو سمجھتا ہے مگر دل پر اثر نہیں ہوتا۔ آہ! کاش یہ ممکن ہوتا کہ میں اپنے دل کو زبان عطا کرسکتی تو اُسے اپنا سفیر بنا کر بھیجتی کہ میری حیات کو جیسا میں چاہتی ہوں ظاہر کرسکتا۔ سُنئے! چار سال سے میں اُس کے نکاح میں تھی تو بہارِ شباب کے سب سے زیادہ پُررونق سب سے زیادہ روشن زمانے کو میں نے اُس زندانِ اسارت میں کاٹا جسے آپ لوگ حرام سرائے دولت کہتے ہیں۔ جو لوگ موسمِ بہار میں قیدخانہ میں جلاد کے ہاتھوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں اُن کا دل بہلاوا، نالۂ بُلبل کے سوا اور کیا ہوتا ہے۔ اس زمانۂ اسارت میں میرا بھی بہلاوا اُن بُلبلوں کے نغمے تھے جنھیں لوگ شاعر کہتے ہیں۔ محبت کی بہت سی خیالی تصویریں شاعروں کی کھینچی ہوئی میری نظر سے گزریں۔ سب میں میں نے یہ دیکھا کہ دل کی اُس وقت کی حالت جب کہ لڑکپن اور شباب کے درمیان کا زمانہ ہوتا ہے اس طرح کی ہوتی ہے گویا ایک نازنین ہے جس کا وقت معصومانہ کھیلوں اور اُمیدوں میں گزر رہا تھا، جو ایک

شیریں غفلت اِک جان پرورراحت میں تھی جس کے خواب آلود انکھڑیوں کو نوطلوع آفتاب کا نور آہستہ آہستہ کھول رہا تھا کہ یکایک حسن کی بجلی آنکھوں کے سامنے کوندنے لگتی ہی۔ اب وہ جو چاروں طرف نظر ڈالتی ہی تو اپنے تئیں ایک ریاضِ جنت میں پاتی ہی جو ہزاروں لطیف الوان وانوار سے منور ہے۔ جس ہوا میں سانس لیتی ہے وہ رائحۂ حیات جس زمین پر قدم رکھتی ہے وہ روح جو ہر سے بھری معلوم ہوتی ہی۔ رفتارِ عمر میں اُسے وہ لذت محسوس ہوتی ہی گویا ایک نہر کی روانی کی سیر کررہی ہے جس کے کنارے سروسمن استادہ اور چاند اپنی روشنی ڈال رہا ہی۔ اور وہ اُس سرور سے بیہوش رہتی ہی جو اُس جاودانی سعادت کے پالینے سے حاصل ہوتا ہی جسے ہر [illegible] قالب بلی کے بعد حسرت سے ڈھونڈھتی پھرتی ہی۔ یہ نازنین جب اپنے حال [illegible] ر کرتی ہی تو کہتی ہے "غالباً فلک نے مجھے دُنیا میں بھیجنے کے بجائے جنت میں بھیج دیا ہے اور اس ابدی نزہتگاہ کے ایّام بہار میں یہاں آئی"۔ اتنے میں ایک ایسی رقابت پیدا ہوتی ہے جس کے سامنے موت آسان معلوم ہوتی ہی یا ایسی فرقت کا ظہور ہوتا ہی جو موت ہی سے ختم ہو یا کوئی ایسی جدائی درپیش ہوتی ہے جو خدا کے قہر سے مشابہ ہوتی ہی۔ وہ ہزاروں رنگ کے نوزافی کی کیچلی کے نقش اور وہ ہزاروں لطایف فتن

ہوا سے بھڑکائی ہوئی طوفان آتش سے زیادہ خوفناک معلوم ہوتی ہیں۔ ہوا کا ہر اک ذرّہ زہر بھرا قطرہ معلوم ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی کا ہر دقیقہ، اک لاشے پر گزرنے کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ محنت خانہ جسے چند روز قبل تم اک مستغرق بہار جنت خیال کر رہے تھے، اب ایک ایسی دوزخ معلوم ہوتی ہے جس میں عذاب ابدی کا مجموعہ چند دنوں میں اس لئے لاکے بھر دیا گیا ہے کہ یہ فانی ہے۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ یا تو شدید انفعالات اُسے ہمیں کے محو کر دیتے ہیں یا وہ عشق کی ہر مصیبت میں لذت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ اپنے قطراتِ اشک کے خوں کو وہ پھول اور اپنی آتش بار آہوں کے دُھوؤں کو ڈوبتے ہوئے آفتاب کے وقت کا فلک تصوّر کرنے لگتی ہے۔

عزالدین۔ آپ نے فردوسِ محبت کی ازل سے اس وقت تک کی بہترین حالت کی تصویر کھینچی ہے۔

مہر جہاں۔ نہیں۔ نہیں۔ جسے میں بیان کر رہی ہوں وہ صرف ریاضِ محبت نہیں وہ دوسرا ہی عالم ہے۔ میں نے محبّت کو اس شکل میں نہیں دیکھا کہ اسم ہے مسمّیٰ نہیں، ایک بُعد ہے جس کی انتہا نہیں۔ میرا محبوب، طراوتِ شباب، رونقِ جمال کی طرح ایک وجود مخیل نہیں ہے۔ میں نے انسان کو انسان کی طرح، جلال کو انسان کی

طرح چاہا ہے۔ میں نے اُسے اُس کے ہر نوع کمالات، ہر قسم کے نقائص کے ساتھ چاہا ہے۔ تین راتیں قبل، میں اس کھڑکی سے خوارزمیوں کے حملے کی جو وہ خندق کو عبور کرنے کے لئے کر رہے تھے سیر کر رہی تھی۔ میرے سامنے ایک درخت کے نیچے اک جوان اپنی تلوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور اس وہابت سے کھڑا تھا کہ گویا تلوار کی نوک کو اس عظیم الشان دُنیا کے سینے میں کھبو کر زبانِ حال سے کہہ رہا ہے "میرے حکم کی مطیع ہو، تو میرے پاؤں تلے ہے"۔ فوج میں جو مشعلیں جل رہی تھیں اُن کی سُرخی نے اُس کے آدھے جسم کو روشن کر رکھا تھا۔ دوسری طرف سائے نے اک ہلکے نور کے ساتھ تاریکی کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ غرض کہ اک ایسا عجیب، ایسا عاشقانہ لوحہ تماشا پیدا کر رکھا تھا کہ جنھوں نے نہیں دیکھا ان کے سامنے اُس کا بیان کرنا تو مشکل ہی ہے جنھوں نے دیکھا وہ بھی اپنے حافظہ میں پوری لطافت کے ساتھ اُس کا نقش قایم نہیں رکھ سکتے۔ معلوم نہیں تم بھی اس بات کو جانتے ہو کہ نہیں بعض لطافتیں ایسی ہوتی ہیں کہ چوں کہ کمال قدرت کی جامع ہوتی ہیں، عالمِ خیال میں بھی اُن کی نظیر نہیں مل سکتی میں نے اُس سیما کو دیکھا اور اسی وقت دیکھا کہ میری رُوح میں جس قدر قدرت، جس قدر قابلیت تھی وہ سب میرے نقطۂ نظر میں آکر جمع ہوگئی تھی۔ آفتاب سے اُس کا چہرہ سونلا گیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا

کہ آفتاب کو اُس کے حسن سے حسد ہوا تو اُسے کم کرنے کی کوشش کی، نہیں نہیں بلکہ یہ
کہنا چاہیئے کہ ضیائے آفتاب بھی اُس کے نورِ جمال کے قریب آئی تو ماند پڑ گئی۔
وہ بھی ہم ہی جیسا انسان ہے مگر ہم ہی جیسا انسان ہونے کے باوجود وہ اپنی ہر ادا
میں ایک ہستی معلوم ہوتا تھا جو تمام دُنیا سے زیادہ عظیم الشان، تمام دُنیا کو اپنی
تضیعِ ہمت سے کچل دینے پر مقتدر ہو۔ آہ! کیا وہ دُنیا کی طرح مجھے بھی اپنا پرستار
کرے گا۔ مجھے بھی دُنیا کی طرح غیروں سے چھین لے گا۔ مجھے بھی دنیا کی طرح یہ چاہیگا
کہ اس کے ہر حکم، ہر آرزو کی متابعت کروں۔ ایسے بڑے بادشاہ کو البتہ ایک
دُنیا بھی کافی نہیں۔ کیا یہ خیال کرکے کہ ایک دُنیا تو فتح کر چکا یہ دوسری دنیا ہے
جو میرے ذوق، میرے حکم کے تابع ہونے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ مجھے بھی زیر
فرمان کرے گا۔ کیا ایسے بڑے بادشاہ کے دل میں دُنیا کا رقیب بننا میرے
نصیب میں ہوگا؟

عزالدین۔ حضور! آپ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ جلال الدین نے ساری
دنیا کو فتح کر لیا۔ حالاں کہ اُس کی شکستیں اُس کی فتوحات سے زیادہ ہیں۔

مہرجہاں۔ کیا تم اس بات کو نہیں مانتے کہ سکندر کی شان اس کی جہانگیری
سے زیادہ اُس کی کسی مصیبت بھری شکست میں نظر آتی تھی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ

وہ مقامات جو تباہ و برباد ہو رہے تھے وہ وہاں گیا اور انھیں اُس نے دوبارہ زندہ کیا۔ ملّت اسلامیہ جس بلا کو جھیل نہ سکی اُس کا دل اُسے سہ رہا ہے۔ اپنے تنہا سر سے فلک کا مقابلہ کر رہا ہے۔ اِس بڑی دُنیا کو بدبختی کے پنجہ سے چھڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔ نہ معلوم تم اُسے جیسا میں چاہتی ہوں سمجھا بھی سکو گے یا نہیں کہ میں اُس کی اِس قدر مفتوں ہوں کہ اس کی اک چھوٹی سی چینِ جبیں بھی مجھے دنیا کی بزرگ ترین آرزوؤں میں سے ہے اور اُس کا ایک خندۂ التفات میرے لئے عمر ابدی سے زیادہ پر لذّت ہے۔

عزالدین۔ آپ تو مجھے عجیب و غریب حکم دے رہی ہیں۔ اگر ہم ذرا اپنے تئیں لئے دیئے نہ رہیں اور اپنے مطلب کو ایک سیاسی مقصد کی شکل میں ظاہر نہ کریں تو حصول مرام کی کیا اُمید ہو سکے گی آپ اُسے دیکھکر عاشق ہوئیں یا وہ آپ پر؟

مہرجہاں۔ کچھ مت کہو کچھ مت کہو۔ میں جانتی ہوں جو تم کہو گے۔ مگر میں اُسے جاننا، اُسے سوچنا نہیں چاہتی۔ میں اپنے تئیں بھلا رہی ہوں مگر میری زندگی کا انحصار اس دھوکے پر ہے، میری رُوح کی غذا یہی غفلت ہے۔ شاید میری باتوں کو تم اچھا خیال نہیں کرتے، مگر کیا تمھیں معلوم نہیں کہ زندگی اک غفلت ہے۔ دُنیا میں انسان کی خوشی اِک غفلت سے عبارت ہے۔ غفلت کو ہٹا دیجئے پھر انسان کی زندگی کا

ہر لمحہ شکنجہ و تکلیف میں گزرے گا۔ تم کہتے ہو کہ ہم اپنے مقصد کو ایک سیاسی شکل میں ظاہر کریں، بہت خوب، یعنی تم چاہتے ہو کہ جلال کا دل ضرورت اور مجبوریت سے میری طرف مائل ہو۔ اُس قلب کو کون مجبور کر سکتا ہے؟ برسوں سے وہ دل دُنیا کے لئے خون ہو رہا ہے مگر اُس کی تمکنت میں فرق نہیں آتا۔ سالہا سال سے وہ قضا سے پنجہ لڑا رہا ہے لیکن تھکا نہیں۔ میری اُمید تو صرف اُس کی مرحمت سے ہے۔ ہاں یہ بھی ہے کہ شاید ایسی خالص، ایسی شدید محبّت کی معنوی تاثیر، جاذبۂ روحانی ہو۔

عزالدین۔ سلطان جلال اس بات کا بہت التزام رکھتا ہے کہ جب تک فی الحقیقت احتیاج مبرم نہ ہو اسلام کے درمیان تلوار نہ کھینچے۔ محبّتِ ملّت اور غیرتِ اسلام کی نمایش، وہ اپنے مقصد کے لئے سب سے بڑا سلاحِ ظفر خیال کرے گا۔ اس سلاح سے تبریز جیسا ملک اور حضور جیسا قیمتی جوہر اُس کے خزینۂ اقبال کو زینت دے سکے گا تو ہم سے زیادہ خود وہ ہماری طرف جھکنے کی کوشش کرے گا۔ اور حضور صاف بات تو یہ ہے کہ کچھ ہو ہمیں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ اس عاجز نے دنیا میں اللہ کے بندے بہت دیکھے مگر اللہ کا خادم کوئی نہ دیکھا۔

مہرجہاں - دیکھو یہ آدمی کیا بک رہا ہے جس طرح آفتاب کی شعاعیں سنڈاس میں پڑکر اپنی لطافت کھو بیٹھتی ہیں اسی طرح اس کے مُردار دل میں اُس جلال کا عکس جو انوار معالی سے خلق ہوا ہے کیسا خراب پڑا ہے - چل اپنی احتیاط علیحدہ رکھ - قلعہ کی کنجیاں لے اور جا اور میری سفارت کو میری ہدایات کے مطابق پورا کر۔ اس سفارت کی زبان وہ ہوگی جو ایک لونڈی کو ایک پادشاہ جہانگیر کے سامنے اک شیوۂ عبودیت سے کرنی چاہیئے - جلال کو جو ناراض کرنا چاہے وہ میری نظر میں چنگیز سے بدتر ہے -

عزالدین - جو حکم - - - (عزالدین جاتا ہے)

مہرجہاں - کیا کروں - کاش یہ ممکن ہوتا کہ اپنے دل کو میں زبان دے سکتی تاکہ اپنے حسیات کو جیسا میں چاہتی ہوں جاکر بیان کرتا -

(پردہ گرتا ہے)

پردہ ششم

مضافات تبریز میں ایک محل

مجلس اوّل

زاہدہ - جلال الدین

زاہدہ - بادشاہا! غیاث الدین، بلحاظ مرتبہ کے آپ کا ادنیٰ غلام ہے۔ بلحاظ خاندان کے آپ کا عزیز دونوں جہت سے آپ کے لطف و مرحمت کا مستحق ہی۔ آپ کے والد کے ساتھ نکاح کا شرف مجھے حاصل ہی میری تقصیروں کو معاف کیجئے. اُس نے جو کچھ کیا، اُسے اُس کی نوجوانی اور ناتجربہ کاری پر محمول کیجئے۔ حضور کو معلوم ہی کہ جو اُمرا اُسے گھیرے رہتے ہیں وہ انسان کو دھوکا دینے میں شیطان کے ہم مشرب ہیں اور اس طرح اپنا کام نکالتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے حفظ جاہ کے لئے اُسے دھوکے میں رکھا۔ غیاث الدین جب معصوم بچہ تھا تو آپ کے والد کی گود میں آپ کا ساتھی تھا، اس لڑکپن میں آپ کے دولت و اقبال کے یہ شایاں نہیں کہ اُسے بیگانہ رکھیں۔

جلال الدین - میں نے اپنے بھائی کوکب بیگا نہ رکھا کہ ان طعنوں کا سزاوار خیال کیا جاتا ہوں۔ شاید میں نے اس پر تو رشک کیا ہو کہ باپ کی گود میں میری جگہ وہ بیٹھا۔ لیکن تخت سلطنت کے گوشہ میں اُسے جگہ دینے سے میں نے کبھی دریغ نہیں کیا۔ میرے ذہن میں بھی اس کا خیال نہیں گزرا۔ اُس نے خود مختاری کا دعویٰ کیا، اس پر بھی میں نے کچھ نہ کہا۔ اُس نے جو کچھ کیا اُسے ماضی کی طرح معدوم، جو کچھ کر رہا ہے، اُسے حال کی طرح زائل خیال کرتا ہوں۔ لیکن استقبال پر جب نظر ڈالتا ہوں، تو وہ موت جیسا فاجع، آخرت جیسا ہائل نظر آتا ہے اِس لئے آیندہ وہ کیا کرے گا اسے سوچنا بھی نہیں چاہتا۔ ابھی تک تو وہ مجھ سے خوش نظر آتا تھا۔ اب اگر اُسے کچھ مجھ سے شکایت ہے تو والدہ صاحبہ آپ بلا تامل مجھ سے کہئے، میں سوچونگا کہ کیا کرنا چاہیئے۔

زاہدہ - ایک عاجز عورت کے لئے اِس سے بڑھ کر کیا دولت ہوسکتی تھی کہ اپنے محترم بادشاہ اور اپنی پیاری اولاد کے درمیان ہو۔ آپ کی زبانِ مبارک سے لفظ والدہ نکلا ہے۔ اس معزز صفت کے فرض کو اگر حتی الامکان ادا کرنے کی کوشش کروں تو آپ مجھے صرف معذور ہی تصور نہ فرمائیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ آپ میری تحسین کریں گے۔ میری آنکھوں کی نور! میرے بادشاہ! غیاث الدین نے

آپ کی لونڈی کے سامنے کوئی شکایت بیان نہیں کی۔ آپ کی طرف سے بھی اُس کے حق میں ہر لحظہ مسامحہ اور احسان کے ہزاروں علامتیں دیکھتی ہوں۔ صرف اتنا ہی کہ ایک طرف تو میں اپنے بیٹے میں وہم سے مشابہ ایک خفیف اندیشہ پاتی ہوں۔ دوسری طرف آپ کا طرز ایسا نظر آتا ہے جس سے حال مشکوک اور استقبال خوفناک معلوم ہوتا ہی۔

جلال الدین۔ کیا کروں والدہ صاحبہ! اگر غیاث الدین وہموں میں مبتلا ہی تو اس کے دل پر میں حاکم نہیں کہ اُسے قوت دوں اس کی حرکات اس قسم کی ہیں کہ نہ اُس کے حال نہ اُس کے اقبال سے کوئی شخص خوش ہی۔ میں اُس کی عقل نہیں ہوں کہ اُس کی افعال کو اپنی خواہش کے مطابق کراؤں۔

زاہدہ۔ اے بادشاہ! آپ کی یہ منفعل باتیں میٹھے زہر سے مشابہ ہیں۔ ایک طرف تو انسان کو لذت یاب کرتی ہیں تو دوسری طرف اُس کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہیں۔

جلال الدین۔ خدا شاہد ہی کہ میں غصہ سے نہیں کہہ رہا۔ اپنے دل کے خیالات بیان کر رہا ہوں۔

زاہدہ۔ آپ غیاث الدین کے بھائی بھی ہیں اور بادشاہ بھی۔ اس پر دو

وجہوں سے آپ کی اطاعت فرض ہی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اُس کے ساتھ بھائی کا سا سلوک کریں اور بادشاہ کا سا حکم دیں، اس کی خطاؤں کو بھائی کی طرح سمجھائیں اور بادشاہ کی طرح معاف کریں۔ اس طریقہ سے وہ ضرور متنبہ ہوگا اور ضرور آپ کے زیر اثر رہیگا۔ دُنیا میں کوئی چیز ہے جو آفتاب کے سامنے ہوکر نور حاصل نہ کرے۔ ممالک اسلامیہ کے نصف حصّے کو آپ نے اپنی فداکاری اور حمیت سے اپنا بندہ بنالیا ہی۔ ایک وقت تھا کہ جو لوگ تنوتا تاریوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے آپ کے بیرق کے نیچے ہزاروں دشمنوں کے سامنے اپنا پاؤں زمین میں گاڑ دیتے ہیں اور ساری دُنیا سے زیادہ مرد ہوگئے ہیں اِس فیض، اُس تربیت کو، اپنے بھائی غیاث الدین کو بھی القا فرمائیے۔

جلال الدین - والدہ! والدہ! وہ فوق العادہ حالات جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہی وہ میرے اثر سے ظہور پزیر نہیں ہوئے وہ اسلام کے بقیہ معجزات میں سے ہیں۔

زاہدہ - کیا میں غلط توقع کروں گی اگر انھیں معجزات سے اپنے بیٹے کی تربیت کی اُمید کروں؟

جلال الدین - خبردار والدہ خبردار، ان معجزوں کی شان یہ ہی کہ جو تربیت

قبول نہیں کرتے وہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ خدا کی تلوار سے کھیل نہیں کھیلا جا سکتا۔

زاہدہ۔ میرے بادشاہ! خوف سے میری زبان بند ہوئی جاتی۔

جلال الدین۔ آپ نے میری صفت اخوت و سلطنت کی طرف مراجعت کی۔ میں بھی اپنے بھائی کو معاف کرتا ہوں لیکن اب میں اپنی شاہانہ حیثیت کی منافی اُس سے کوئی حرکت دیکھنا نہیں چاہتا۔

زاہدہ۔ آپ کی کنیز کی التجا اس سے زیادہ تھی۔

جلال الدین۔ اس کے سوا میں کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ کے کہنے کے مطابق میں اُسے بُلا بُلا کے سمجھایا کروں اور معاف بھی کیا کروں یہ مقتضیات زمانہ کے بالکل خلاف پڑے گا۔ لوگوں کے دلوں میں سے حکومت کے خوف کو میں محو کرنا نہیں چاہتا۔ والدہ صاحبہ! ہم نہایت اہم زمانہ میں سے گزر رہے ہیں اگر میں یہ مسخرہ پن کروں تو اسلام کی قوت برباد ہو جائے گی۔ جب تک میں آہن دلانہ طرز اختیار نہ کروں گا، کسی کے قلب میں صلابت نہ آئے گی۔ آپ کا مقصد یہی ہے نا کہ آپ کا بیٹا خوش رہے آرام سے رہے؟ میں اس کا دوسرے طریقے سے انتظام کروں گا۔ اس کے چہرے کی بناوٹی حالت کو رفع کرنے کی کوشش کروں گا۔ اطمینان رکھیئے۔ جایئے آپ اپنے محل میں جایئے لوگ میری ملاقات

کے لئے منتظر بیٹھے ہیں۔

زاہدہ ۔ جو حکم حضور کا! (جاتے ہوئے) اے اللہ اے اللہ اپنے بیٹے کی خوشی اور راحت کو میں نے تیرے فضل و عنایت کے حوالہ کیا۔ اس کی صلاح و فلاح کا اسی راہ سے اعادہ کر (زاہدہ جاتی ہے)

جلال الدین ۔ بیچاری عورت! جب کوشش سے نا اُمید ہوئی تو خدا سے عنایت کی طلب گار ہوئی یہ کہاں سے اُس کے ذہن میں آئے کہ توفیق الٰہی استعداد کی مفتوں ہے۔

مجلس دوم

جلال الدین ۔ خدمتگار

جلال الدین ۔ باہر کون کون ہے۔

خدمتگار ۔ حضور کے غلام ملک نصرت اور اور خان، حضور کے حکم منتظر ہیں

جلال الدین ۔ بلالو ۔ میرے بھائی سے بھی کہو، اُس سے بھی میں ملنا چاہتا ہوں۔ باقی اور جو آئیں انھیں ٹھہرائے رکھو کسی کو واپس مت کرو۔

خدمتگار ۔ جو حکم (خدمتگار جاتا ہے)

جلال الدین (اپنے دل میں) دیکھیں آج کیا عجائبات ظاہر ہوتے ہیں

جو آفتاب غروب ہوتا ہی، اک نیا عالم سامنے لاتا ہی. جس طرح انسان انسان سے، مملکت مملکت سے، دنیا آخرت سے مشابہت نہیں رکھتی، اسی طرح اِک دن دوسرے دن سے مختلف ہوتا ہی. کیا قدرت فاطرہ نے اس بات کے ثبوت دینے کے لئے کہ اُسے نئے نئے واقعات ظاہر کرنے میں کیسا کمال ہے اسی زمانہ کو منتخب کیا ہی؟

مجلس سوم

جلال الدین. غیاث الدین. ملک نصرت. اورا ورخان

جلال الدین. آیئے. کہئے سب خیریت ہی؟

اورخان. جہاں پناہ! دو راتوں کی مسلسل کوشش سے فوج نے خندق کو تو کامل طور پر گھیر لیا ہی. اگر حکم ہو تو اک زبردست حملے سے قلعہ کو لے لیں.

جلال الدین. بیشک ایک زبردست حملے سے قلعہ پر قبضہ کر سکتے ہیں، لیکن اس کے لئے خندق کو مسلمانوں کے خون سے بھرنا پڑے گا. میرے اختیار میں ہو تو میں جہاں مسلمانوں کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون گراؤں. تم چاہتے ہو کہ اس بڑے مُلک کی آبادی کو دُنیا سے ناپید کردو. اگر اُس میں آدمی نہ رہے تو میں قلعہ کو لے کے کیا کروں گا. کیا چنگیز کے ساتھ مٹّی سے لڑوں گا. کیا دیواریں

مملکت اسلام کو تاتاریوں کے پنجے سے چھڑائیں گی۔

اورخاں۔ اگر حضور اجازت دیں تو ہم بھی ایک آدھ منجنیق درست کریں اس سے جانیں بھی کم ضائع ہوں گی۔

جلال الدین۔ منجنیق کیسی؟ قلعہ میں یعنی مسلمانوں کے سر پر ہم پتھر پھینکیں گے؟ ہمارے اتنے گناہوں کے باوجود بھی خدائے بزرگ و برتر ہمارے اوپر پتھر نہیں برساتا۔ کیا ہم اُس سے بھی زیادہ شدید العقاب ہونے کی کوشش کریں؟

اورخاں۔ میرے بادشاہ! اگر ہم قلعہ کو ضبط کرنا نہیں چاہتے تھے تو پھر یہاں کیوں آئے۔ آپ کاہے سے اُسے فتح کریں گے؟

جلال الدین۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہم اس بات پر مجبور نہ ہوں گے کہ خون کا سیلاب پیدا کر کے، اُس کے زور سے قلعہ کے دروازہ کو کھولیں (ملک نصرت کی طرف مخاطب ہو کر) ملک نصرت! نورالدین اب تک نہیں لوٹا؟

ملک نصرت۔ میرے بادشاہ! وہ آگیا ہے۔ ابھی باہر اک دستہ سوار دکھلائی نظر آیا تھا۔ غالباً اُسی کے سوار تھے۔

اورخاں۔ جب تک اتابک کے ہاتھ سے تلوار نہیں گرتی، یہ اُمید کرنا فضول ہے کہ قلعہ کی کنجی ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔

ملک نصرت۔ اتابک، البخت میں ہی اور قلعہ کی محافظت اپنی حرم کے ہاتھ میں چھوڑ گیا ہی۔

جلال الدین۔ تم کیا کہہ رہی ہو، کیا وہ اپنی مردیت کو ملکہ کی عورت پن میں تبدیل کرنے پر قادر ہی؟

اورخاں۔ جب تک نورالدین نہ آجائے، اُس وقت تک کوئی رائے نہیں دی جا سکتی۔ میرے بادشاہ!

جلال الدین (غیاث الدین کی طرف مخاطب ہو کر) تم کیوں اپنے حال طبیعی میں نہیں ہو، واہمہ کی طرح جس کی شکل نہیں پہچانی جاتی، کیوں تمہارے چہرے پر اک نقاب سا پڑا ہی۔ نظر تمہارے سیما کے گرد پھرتی ہی، مگر ٹھہر نہیں سکتی۔ تم ظاہر ہو مگر تمہاری ماہیت نامحسوس۔ گویا تم اپنی ذات سے غائب ہو گئے ہو، اور تمہاری بجائے ایک ایسے جسم نے جگہ لے لی جو تردد سے بنا ہی۔ تمہاری ایک وضع دوسری وضع کو بگاڑ رہی ہے تم دنیا سے مشابہ ہو اُس کے اوپر جب کہ آفتاب عین نصف النہار سے روشنی ڈال رہا ہو، اس کا ایک حصہ اندھیرے میں ہوگا۔ وہ شب تاریک میں، کن اسرار کو چھپائے ہوئے ہی۔ اُس کا تحقیق کرنا ممکن، مگر ممکن نہیں تو یہ کہ تمہاری اوضاع سے یہ پتا چل سکے کہ تم کس حال میں ہو خوش ہو

تو چہرے پر کشائش نہیں، رنجیدہ ہو تو انقباض کا نشان نہیں۔

غیاث الدین۔ مجھ جیسے عاجز غلام کے نہ کشائش نہ انقباض کی کوئی اہمیت ہو سکتی ہے۔

جلال الدین۔ میں ایسے جواب کا منتظر نہ تھا۔ جس دن سے تم میرے ساتھ ہو، بتاؤ کونسی آرزو تمہاری پوری نہیں کی گئی۔ جس سلطنت کا میں مالک ہوں اُس کے کون سے حصّے میں میں نے تمھیں شریک کرنے میں دریغ کیا کہ خواہ مخواہ اپنے لئے عاجز کا عنوان قرار دے رہے ہو۔ کیا تم نے بھی، اپنے خیال میں ایجاد یاس کرنا مرحوم سے سیکھا ہے۔ ذرا کہو، بیان تو کرو مجھ سے تمھیں کیا شکایات ہیں۔

غیاث الدین۔ استغفراللہ! میرے بادشاہ! کس کی مجال ہے کہ حضور کی شکایت کر سکے

جلال الدین۔ تمہاری مجال ہو سکتی ہے گو یا شکایت بیان کرنے کی مجال نہیں پاتے، اس لئے بیان نہیں کرتے۔ لو میں تمھیں اجازت دیتا ہوں، اجازت ہی نہیں دیتا، تم سے درخواست کرتا ہوں۔

غیاث الدین۔ نہیں میرے بادشاہ! ہر لفظ کے لئے اگر مجھے علیحدہ علیحدہ زبان عطا ہو پھر بھی میں اُن احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا جو حضور نے میرے

حال پر کئے ہیں، مجھ جیسے بندۂ عاجز کو حضور نے بادشاہوں کی سی عزت سے سرفراز فرمایا ہے، حضور کا براہ راست غلام ہونا میرے لئے اس سے ہزار درجہ بہتر ہی۔

جلال الدین۔ یعنی تمہاری شکایت مجھ سے نہیں اور لوگوں سے ہی۔

غیاث الدین۔ غلام کسی کی شکایت نہیں کر رہا۔ مگر یہ طبیعت پر ضرور گراں گزرتا ہی کہ ایک کاشتکار کا بیٹا اپنے باپ کے کھیت کی چھوٹی سی لکڑی کے برابر تلوار کمر میں لٹکا کر اپنے تئیں سردار کہلانے لگے یا اک جھونپڑے برابر شہر کو فتح کر کے اپنے تئیں بادشاہ سمجھنے لگے اور اعضائے خاندان سلطنت کی برابری کا دعویٰ کرنے لگے۔ بلکہ اپنی عظمت کو بادشاہ کی اولاد کی عزت کے گھٹانے سے ظاہر کرنے کی کوشش کرے۔

جلال الدین۔ بھائی! اُس شخص کا نام لو جس سے تمہاری شکایت ہی اُس کا نام لو تاکہ میں یہ فیصلہ کروں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

ملک نصرت۔ میرے بادشاہ! آپ کے بھائی کا اشارہ میری طرف ہی کہ میرے نام کے ساتھ ملک کا لفظ ہی۔ مگر مجھے چند روز ہی سے معلوم ہے کہ یہ مجھ سے ناراض ہیں۔ دو ایک دفعہ راستے میں میرا ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ انھوں نے

اس استکراہ سے اپنا مونہ میری طرف سے پھیر لیا گویا میں معائب مجسم ہوں اس وقت بھی حضور کے سامنے میری حقارت فرما رہے ہیں۔ میں حضور کی عدالت شاہانہ میں پناہ لیتا ہوں۔ میرا جواب لیا جائے۔ اگر میں نے کوئی بات اپنی حد سے زیادہ کی ہی مجھے اس کی سزا ملے (غیاث الدین کی طرف مخاطب ہوکر) مجھے عنوانِ سلطنت اپنے باپ کی طرف سے نہیں ملا، یہ میرے لئے باعثِ ننگ نہیں باعثِ شرف ہی۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہو کہ کوئی شخص ماں کے پیٹ سے بڑا نہیں نکلتا جس شخص نے سلطنت خوارزم شاہ کی بنیاد رکھی، اُس سلطنت کو اپنے باپ سے حاصل نہیں کیا تھا۔ آپ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ شان و اقبال کے میدان میں جو آگے بڑھتا ہی ہر شخص اُسی کے پیچھے دوڑتا ہی، اور یہ نہیں پوچھتا کہ اُس کے مقتدا کی اصلی منزل محل سلطنت تھی یا فقیر کی کٹیا؟ جو تلوار میرے کمر میں لٹک رہی ہی، اگر اُس کی کاٹ میں فرق نہ آئے تو کیسے بڑے فخر کی بات ہی کہ اُس پر بادشاہوں کی غطا کئے ہوئے یاقوت کے ٹکڑوں سے زیادہ خون کے قطرے جمے ہوں۔ میرے قبضہ میں جو قلعہ ہی وہ اگر اک کسان زمیندار کی گڑھی کے مشابہ ہی تو ہونے دیجئے، مگر کس قدر عبرت کی بات ہی کہ وہ وسیع سلطنت جو وسعت میں بجائے خود ایک دُنیا معلوم ہوتی تھی اور جو ہیبت سے

شاہزادوں کو اپنے آبا و اجداد سے وراثتاً پہونچی تھی وہ سمٹ سمٹ کے دشمن کی ہتھیلی میں سما رہی ہے اور جو کچھ بچی ہے، اُس کے اور تاتاریوں کے اُس عظیم الشان فوج کے درمیان جس نے سدِّ سکندری کو پامال کر ڈالا ہے، ایک چھوٹا سا مگر میری ہی قوت شمشیر سے حاصل کیا ہوا قلعہ حائل ہے۔ دنیائے توحید کے اس حصّے کو مشرکوں کے صدمۂ قہر سے جس طرح (جلال الدین کی طرف اشارہ کر کے) اس قہرمان کا قلب جوہر محافظہ کر رہا ہے اُس طرف کے قطعات کی میرے پتھر کے کچھ ڈھیر ہی حفاظت کر رہے ہیں۔

غیاث الدین (جلال الدین کو مخاطب کر کے) اس ذلت اور تحقیر کو دیکھئے۔ ناموس بادشاہی کا پاؤں تلے روندا جانا آپ برداشت کر سکتے ہیں؟

ملک نصرت (غیاث الدین سے) اپنے بھائی کی باتوں کا خیال نہ کیجئے خدا نے سلطان جلال الدین کو اپنے جلال کی طرح وہ قوت عطا کی ہے جو دنیا کو کپ کپا دے اس جھگڑے میں اُن سے مدد کی اُمید رکھنا، کسی ناحق کام میں حق سے عنایت کی اُمید رکھنے کے برابر ہے۔ اس غلام کی طرف متوجہ ہو کر مجھے ڈانٹئے۔ آپ میرے ولی نعمت زادے ہیں۔ آپ جو کہیں اُسے میں برداشت کروں گا۔ آپ نے میرے باپ کی ذلت و حقارت کی۔ جیسا آپ کا

خیال ہے میرا باپ کوئی کسان نہ تھا بلکہ وہ سپاہی تھا جس نے اپنی تلوار کا لوہا دُنیا سے منوا لیا۔ معمولی کاشتکار ہی سہی، تو بھی اُس کی تحقیر کا حق آپ کو حاصل نہیں اس لئے کہ اس غلام کو "ملک" کا خطاب ہم سب کے ولی نعمت یعنی آپ کے والد نے عطا کیا تھا۔ جو ملک زادے ہوں یا آپ کے خیال کے مطابق جو کاشتکار زادے ہوں، اگر انھیں ملک کا لقب نہیں زیب دیتا، تو ایسے بادشاہوں کو بادشاہت بھی زیب نہیں دیتی جو انھیں ملک کا لقب عطا کردیں۔ حضور نے میری بھی تحقیر کی، لیکن اس تحقیر کے وقت، اپنی شان نجابت جس پر آپ اس قدر تکیہ کئے ہوئے ہیں اور اپنے پدر عالی مقام کے افعال کی مدافعت میرے ذمّہ ہی چھوڑی۔ اسی وجہ سے میں نے اس قدر سمع خراشی کی۔ اگر میں نے غلطی کی تو معاف کیا جاؤں۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ میں حضور سے سنوں کہ میں اس قدر حدت اس قدر غضب کا کس لئے سزاوار قرار دیا گیا تاکہ میں اپنے قصور کے اصلاح کی کوشش کروں۔

غیاث الدین (جلال الدین سے) میرے بادشاہ! حضور سُن رہے ہیں یہ کیا بک رہا ہے۔ حضور کے شایانِ شان نہیں کہ مجھے اس قدر دل خوں فرمائیں

جلال الدین ۔ سچی بات تیر نہیں کہ انسان کو دل خوں کرے ۔ ملک نصرت نے

تم سے جو سو، معاملہ کیا ہوا اُسے کیوں نہیں بیان کرتے، خواہ مخواہ ذاتیات میں پڑکے اُس سے جواب سُنتے ہو۔

غیاث الدین۔ اس قدر سب وشتم سُننے کے بعد بھی کیا میں اتنا ذلیل ہوں کہ اُسے مخاطب کروں ذلّت کے اس درجہ تک تو آپ کے اصطبل کے سائیس بھی نہیں پہونچے۔

جلال الدین۔ سب وشتم نہ تو کسی نے سُنی نہ سنائی۔ کوئی بات ایسی بھی نہیں ہوئی جو توہین کہی جائے۔ اُسے مخاطب کرنے میں تمہاری ذلّت ہی تو کیا مجھ سے بات کرنے میں بھی ذلیل ہوتے ہو۔

غیاث الدین۔ توبہ توبہ۔ حضور سے میں عرض کروں گا۔ اُس کی یہ جرأت کہ میری نوکری سے ہٹائے ہوئے ایک سپاہی کو خود نوکر رکھ لے!

ملک نصرت۔ سبحان اللہ! کوئی سپاہی جو کسی کی ملازمت سے علٰحدہ ہوگا روٹی کمانے کے لئے کسی دوسرے کے ہاں نوکری تلاش کرے گا ہی۔ میرے پاس جو سپاہی نوکری کے لئے آتے ہیں اُن سے میں اُن کی سوانح عمری تو پوچھتا ہی نہیں کہ مجھے یہ خبر ہو کہ وہ آپ کے ہاں سے علٰحدہ کیا گیا ہے۔ اور بالفرض مجھے خبر بھی ہو تو کیا مجھے یہ لازم ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے ہاں سے رد کرکے

چنگیز کے حوالہ کر دوں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جس آدمی پر آپ نے اپنا دروازہ بند کر دیا ہی خدا کا دروازہ اُس کے لئے مسدود ہو جائے۔

جلال الدین۔ برادر! برادر! اس باطل پرستی کو ختم کرو۔ چنگیز ہماری ماں کو، اور ہمارے چھوٹے بھائیوں کو اسیر کر کے، زنجیر سے کھینچ رہا ہی۔ ہماری آدھی رعایا اُس کی تلوار کی گھاٹ اُتر گئی وہ زندہ آدمیوں کو زمین میں گاڑ رہا ہی تم اس پر تو غور نہیں کرتے، ایک سپاہی کے اوپر اتنا بڑا جھگڑا کھڑا کرتے ہو۔ کیا اس قدر مصیبت بھی، ہماری نخوت و غرور کو توڑنے کے لئے کافی نہ ہوگی۔ فلک سے ہم نے کیا کیا حقارت نہ دیکھی کیا اب بھی ہم بیہودہ نخوت، مصنوعی عظمت کو لوازم شان سلطنت خیال کئے جائیں گے؟

مجلس چہارم

اشخاص سابق۔ ایک خدمتگار۔ اُس کے بعد نور الدین

جلال الدین (خدمتگار سے) کیا ہی؟

خدمتگار۔ حضور کا غلام نور الدین منشی، حضور کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا ہی۔

جلال الدین۔ بُلالو۔ ۔۔ (غیاث الدین سے) جاؤ اپنے خیمے میں جاؤ، تمہارا بھائی نورالدین اگر تمہیں اس وقت دیکھے تو یہ خیال کرے کہ خدا نے انسان کی شکل میں کوئی اور مخلوق پیدا کی ہے۔ دُنیا ہم پر ہنس رہی ہے، اب یہ تو ہو کہ خود ہمارے آدمی ہم پر ہنسیں۔

(غیاث الدین جاتا ہے)

(جلال اپنے دل سے باتیں کرتا ہے) افسوس ملّت اسلامیہ پر مظالم اور مصیبتوں نے ہمیں انسان تو نہ بنایا، اُلٹا ہمارے اکابر کو، انسانیت کیا حیوانیت سے بھی نیچے گرا دیا۔ ہمارے اراکین دنائت سے نجات حاصل نہیں کرتے۔

(نورالدین سے، جو دروازے میں داخل ہوتا ہے) آؤ مولانا، تمہارے چہرے پر بشاشت ہے انشاء اللہ اچھی خبر لائے ہو۔

نورالدین۔ میرے بادشاہ! ایسی اچھی خبر کہ دل باغ باغ ہوا جاتا ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب سے میں دُنیا میں آیا ہوں یہ دنیا اب تک کچھ اور تھی، رات کی رات میں کچھ اور ہو گئی۔

جلال الدین۔ ایسی غیر معمولی اچھی خبر کون سی ہے، ہم بھی تو سنیں، کیا خدائے برتر و توانا نے تاتارستان کو جہنم میں تبدیل کر دیا، یا ناصر نے کوئی ایسی حرکت

صادر ہوئی جو اک مسلمان کی شایانِ شان ہو؟

نورالدین۔ نہیں جہاں پناہ! مگر جو خبر ہے وہ اس کے لگ بھگ ہی ہے تبریز قدم ہمایوں کے لئے ہمہ تن انتظار ہی؛ اور ہمارے دشمن صرف قلعہ ہی حوالے نہیں کرتے بلکہ حضور کے آغوشِ التفات میں مہرجہاں کو بھی دیتے ہیں؛ حتیٰ کہ علمائے تبریز میں سے عزیزالدین قزوینی، تسلیم قلعہ کے لئے، اور مہرجہاں کو عقد نکاح میں دینے کے لئے وکیل ہو کر میرے ساتھ آیا ہی۔

جلال الدین۔ نکاح کے لئے کیا اچھا زمانہ انتخاب کیا ہی۔ یہ جو تاتار کے ہاتھوں سیکڑوں شہر جل رہے ہیں، کیا ہمارے جلسہ عیش کے لئے ہم اُن سے مشعل کا کام لیں گے؟ اور لاکھوں انسانوں کی فریاد و اضطراب، ہماری محفل کے نغمہ و سرود کا کام دیں گے؟ مِلک مِلک! دیکھنا باہر کیا گڑبڑ ہے۔

(ملک باہر جاتا ہے)

نورالدین۔ میرے ولی نعمت! اگر احوالِ عالم سے آدمی اس قدر متاثر ہو تو اپنے حواس قایم رکھنے کے لئے اُسے لازم ہی کہ زمین کے کسی طبقۂ زیریں میں چلا جائے۔ ہم بیشک مصیبت کے زمانہ میں ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ جو ضروری اور مناسب کام ہیں انھیں بھی ترک کر دیں۔ چنگیز موجودہ مسلمانوں کو ختم کرنے کی

کوشش کر رہا ہے، کیا اس کی کوشش کم ہے کہ ہم بھی اسلام کی ذریت کو محو کرنے کی کوشش کریں۔

جلال الدین۔ مجھ جیسے آدمی کی نسل سے تم کچھ اُمید رکھتے ہو؟

نورالدین۔ کیوں اُمید نہ رکھوں، بادشاہ! اسلام کے سب سے بڑے قہرمان اور صاحب ظہور کے سلالہ سے، اُس جیسے چند نمونۂ ذی حیات یادگار باقی رہیں گے، اُن سے حضور کے مسند اقبال کے قابل ایک خاندان سلطنت وجود میں آئے گا۔ اب سے دُور، حضور کے بعد، سرائے حکومت میں، حضور کے اخلاف عالی حمایت ملت کریں گے۔

جلال الدین (رنجیدہ ہوکر) میری نسل کو، دریائے سنت عمان عدم میں بہا لے گیا۔ مجھے قطب الدین کے بعد اولاد، نبیرہ کے بعد۔ ۔ ۔

نورالدین (بات کاٹ کر) حضور غور فرمائیں، حضور کیا ارشاد فرما رہے ہیں انسان ہمیشہ ماضی میں زندہ نہیں رہتا۔ گزشتہ زمانے کی مصیبتیں، کیا حضور کی رفاہیت عمر میں حائل ہوں گی۔ حضور جیسے فداکار کے لئے، جو محض رضائے حق کے لئے زندہ ہے، کیا یہ مناسب ہے کہ اُس فرض سے جو معطی حقیقی نے ہم سب پر عائد کیا تبریہ کریں۔ دل مقبرہ نہیں کہ صرف مُردوں سے بھرا رہے۔

جلال الدین - مولانا! مولانا! مجھ سے اُن باتوں کی خواہش نہ کرو جو میرے امکان میں نہیں۔

نورالدین - حضور کا غلام اِس بات کے یقین کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہو کہ میرا بادشاہ کوئی ایسی سخت سے سخت قربانی نہ کرے گا جس میں اسلام کا زرا سا بھی فائدہ ہو۔

مجلس پنجم

اشخاص سابق - ملک نصرت - اِن کے بعد ایک خدمتگار

ملک نصرت - تبریز کا قاضی قوام الدین حاضر ہوا ہے؛ کچھ عرض کرنا چاہتا ہی۔

جلال الدین (نورالدین سے) یہ وہی ہے جو آپ کے ساتھ آیا ہی۔

نورالدین - نہیں حضور! اس کا نام عزالدین ہے۔ وہ بھی باہر حاضر ہی

ملک نصرت - حضور وہ دوسرے کمرے میں انتظار کر رہا ہی۔ قوام الدین ابھی آیا ہی۔ یہ شور اُسی کے آنے کا تھا۔

جلال الدین - یہاں آؤ (خدمتگار داخل ہوتا ہے) تبریز سے ایک قاضی

قوام الدین آئے ہیں۔ انھیں بُلا لاؤ۔

ملک نصرت۔ کیا مراسمِ حضوری بجا نہ لائے جائیں گے؟ اے میرے بادشاہ!

جلال الدین۔ بادشاہ ہوکر، ہم نے یہ قرار تو نہیں دیا کہ لوگوں کو غائبانہ اسیر کریں۔ کیا تم سب کو مراسم ملاقات کے ساتھ قبول کرتے ہو؟

ملک نصرت۔ نہیں حضور! میں مشرب ہمایوں کو جانتا ہوں، لیکن اس خیال سے کہ سفیر ہے، میں نے سوچا کہ اُسے مراسم بجا لا کے حضور میں حاضر ہونا چاہیئے۔ محض اس بنا پر یہ نامناسب بات میری زبان سے نکل گئی۔

جلال الدین۔ میں ان جھوٹی نمایشوں کے ساتھ سلطنت کرنی نہیں چاہتا خدا مجھے ان لغو ضروریات سے بچائے رکھے۔

مجلس ششم

اشخاص سابق۔ قوام الدین

جلال الدین۔ آیئے بیٹھئے۔ آپ کہاں سے، اور کس غرض سے تشریف لائے ہیں، مولانا؟

قوام الدین۔ میرے بادشاہ! اہالیِ تبریز، عتبۂ ہمایوں کی جبہ سائی کرتے ہیں؛ اور یہ عرض کرتے ہیں کہ نہ یہ حضور کے سلطنت کے شان کے لایق ہے کہ معدودے چند بے گناہ نفوس، محاصرہ کی تضئیق میں مبتلا کئے جائیں اور نہ اُن کی یہ جرأت ہو کہ بادشاہِ عالی شان کا مقابلہ کریں۔ اب تک جو گستاخی ہوئی اُس کی معافی چاہتے ہیں، اور بہ ادب ملتجی ہیں کہ محاصرے کی بلا اُن کے سر سے اُٹھالی جائے قلعہ میں جو کچھ نقد و جواہرات موجود ہیں وہ سب حضور کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔

جلال الدین۔ ہم قیمتی پتھروں کے طلبگار نہیں ہیں۔ پتھروں میں تو ہمیں شہر پناہ کے ناہموار پتھر ہی چاہئیں۔ ہم مسلمانوں میں اتحاد کے طلب گار ہیں۔ قلعہ جسے ہم اب فتح ہی کر چکے ہیں انسانیت اور شریعت کے نام پر ہمیں سپرد کیا جائے

قوام الدین۔ اب کہ اس مسئلہ پر شرع کی رُو سے نظر ڈالی جارہی ہے، میں اپنے خیالات عرض کرنے کے لئے، حضور سے طلب گار امان ہوں۔

جلال الدین۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ کیا ہم چنگیز کے کیمپ میں ہیں کہ شرع کی متعلق گفتگو کرنے کے لئے لوگ مجھ سے جان کی امان کے طالب ہوں؟ ہیہات! ایک زمانہ تھا کہ مقام خلافت، پر ایک ملحد جبار متمکن تھا؛ ایک شخص نے اُسے امر شرع میں تہدید کی تو اُس نے یہ کہکر اُسے ٹکڑے کر ڈالا۔ کیا تو قرآن کریم ہے جو

خدا کی طرح مخلوقیت سے منزّہ ہے کہ تیرا پارچہ پارچہ کرنا گناہ ہو۔ جا حشر میں کہنا
کہ ولید نے مجھے پارہ پارہ کیا۔ کیا میں اُس کی تقلید کروں اور تمھیں پارہ پارہ
کر کے کہوں کہ جاؤ اللہ سے میری شکایت کرو۔" مولانا، اطمینان رکھیئے۔ آپ
امانِ الٰہی میں ہیں۔ جو دل میں آئے کیجئے۔

قوام الدین۔ اگر آپ کا مقصد اتحادِ اسلام ہے، تو اس مقصد کو اطاعتِ
خلیفہ کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہیئے۔

جلال الدین۔ کس خلیفہ کی اطاعت کے ذریعہ سے اسلام کے لئے اتحادِ
اسلام کے واسطے سعادت تلاش کی جائے؟ کیا ناصر نے مشرکوں کو موحدوں
پر مسلط نہیں کیا؟ چنگیز، آدھی مملکتِ اسلام کو، ناصر کی تحریک سے جہنم کی آگ
میں جلا رہا ہے۔ ایسی حالت میں بھی ہم اُسے خلیفہ ہی کہے جائیں گے؟

قوام الدین۔ اُس اجازت آزادی پر استناد کر کے جو حضور نے مجھے ابھی
احسان وعطا فرمائی، میں اس قدر عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ حضور کے والد
مرحوم کو آلِ علی کے ساتھ جو طرفداری تھی، اُس سے خوارزمیوں پر ایک اثر
شیعیت ظاہر ہوتا تھا۔

جلال الدین۔ سبحان اللہ! ایک طرف تو ناصر، خاندانِ نبوت سے اپنی

قرابت کی بنا پر اپنے استحقاق خلافت کا مدعی بنتا ہے اور دوسری طرف محبانِ خاندانِ نبوت کو مشرکوں کی تیغ قہر و آتش ظلم سے محو کئے جانے کا سزاوار سمجھتا ہے، اُس خدائے قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے اہلِ بیت کو طیب و طاہر کے وصف سے یاد کیا کہ اگر اس وقت ابولہب دنیا میں ہوتا تو وہ بھی اُمت محمدؐ کے ساتھ یہ خیانت روا نہ رکھتا۔ بہت اچھا، میں نے مانا کہ خلیفہ میرے باپ سے ناراض تھا، اور اُس نے اپنے مذہب کے دشمن کے مقابلہ میں ہر قسم کے ہتیار کے استعمال کو جائز قرار دیا اور اس لئے تاتاریوں کو اُس کی سلطنت کو ملیامیٹ کر دینے کے لئے بلایا (یہ بھی آپ جیسے لوگوں کے نزدیک جائز ہو جو اپنی بادشاہت کو ملک و ملت دین و دولت پر مقدم سمجھتے ہیں) بہرحال میرے والد کے انتقال کے بعد شرق کے مسلمانوں کی سرداری مجھ پر منتقل ہوئی۔ میرا سوائے اس کے کوئی جرم نہ تھا کہ میں محمدؐ علاء الدین خوارزم شاہ کا بیٹا ہوں۔ لیکن میں علاء الدین کی صلب سے اپنی اختیار سے تو پیدا نہیں ہوا۔ اپسکوں سے نکلنے کے بعد میں نے ملت و مملکت، دین و دولت کی جو خدمتیں کی ہیں وہ دلائل عینی کی طرح آشکار ہیں۔ میں نے تاتاریوں کی اس فوج کو درہم برہم کر دیا جو ایک قضائے مبرم سمجھی جاتی تھی اور جو ایک ایسی بلائے آسمانی خیال کی جاتی تھی جسے سر سے ٹالنا ناممکن تھا۔

میں فخریہ نہیں کہتا، کیا یہ اسلام کی بدبختی نہیں ہو کہ تاتاریوں کے مقابلے کے لئے عرب و عجم میں کوئی اُمید نجات اگر رہ گئی تھی تو وہ، وہ قوت مختصر تھی جسے میں مہیا کرسکا۔ دریاے سنت کے کنارے ایک مشہد حمیت پیدا کرکے میں نے اپنے جگر پارے کو اپنے ہاتھ سے قابض ارواح کے سپرد کیا۔ میرا دل حسن قوت زندگی سے موت کی برابر بیزار تھا اور مجھ میں اور جنت میں دو قدم سے زیادہ فاصلہ نہ رہ گیا تھا، میں نے خدمت اسلام کی خاطر دولت شہادت سے ہاتھ اٹھا لیا اور اپنی زندگی اور اُمید آخرت، زمانہ کی مساعدت کے حوالے کردی! اپنے تئیں سیلاب بلا میں ڈال دیا اور ایسے اقلیم میں داخل ہوا جو ظاہر میں دُنیا کی برابر وسیع لیکن حقیقت میں قبر سے زیادہ تنگ ہی۔ آفتاب میرے اوپر جہنم کی حرارت برسا رہا ہی۔ ہمارے سر پر آسمان ایک تپتا ہوا اُلٹا کڑہاؤ ہو رہا ہے۔ ہمارے پاوں تلے کی زمین کے ذرات اُڑ اُڑ کر باد سموم میں شرارے بن کر مل رہے ہیں۔ ہر جگہ ہوا میں موت شامل تھی، پانی میں وبا محلول تھی۔ انسانوں کی ایک دوسرے سے دشمنی اس قدر تحمل گداز تھی کہ بلائے آسمانی بھی اُس کے سامنے ہیچ تھی۔ مگر اس جہان مصائب میں بھی میں نے سوائے خدمت دین کے اور کسی بات کا خیال نہیں کیا۔ محالات کو

حیطۂ وجود میں لانے کی کوشش کی خدا خدا کرکے ستر آدمیوں کی ایک فوج جمع کر سکا۔ میں عراق میں پہونچا اور وہاں کی بے حس، بے حرکت مخلوق میں سے خدا نے ایک جماعت میرے لئے پیدا کیا۔ میری فوج نے ترقی کی اور اُس کے ذریعے سے میں نے ایک سلطنت قایم کی۔ میری ان کوششوں سے اسلام کے لئے دوبارہ ایک استعداد حیات، ایک قابلیت سعادت پیدا ہوئی وہ از دست رفتہ شان دوبارہ لوٹ آئی، شوکت وجلال اسلامی کا وہ زمانہ جو صدیوں سے آنکھوں سے اوجھل ہو چکا تھا، پھر جلوہ طراز ہوا۔ شاید اُن ہزارہا شہیدوں کی لعنتیں ہی اس کا باعث ہوئیں، جو ناصر کی ذاتی اغراض کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائے گئے تھے، اور جو قرب الٰہی میں پہونچکر اس پر لعنت خواں تھے بہرحال اُس سے خلاصی کا ایک راستہ نظر آیا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جس زندان فلاکت میں احرار مسلمین قید تھے اگر میں انھیں اُس سے نکالنے کی کوشش کروں تو مجھے امداد غیبی ملے گی۔ میری ہمت بڑھی۔ بنی اُمیہ نے منتہائے غرب سے کاشغر تک جس حکومت اسلام کو پھیلایا تھا۔ بنی عباس نے عالم امکان کے ہر گوشہ تک جس روشنی کو پہونچایا تھا، میں نے اُس کا اعادہ کرنے کے لئے کمر ہمت باندھی غرض کہ آپ جسے خلیفہ کے لقب سے یاد کر رہے ہیں، میں نے اس مقصد عالی

اُس کی طرف مراجعت کی ۔ جن کے دلوں میں علویت کی طرف ذرا سا بھی میلان ہو وہ باوجود اس علم کے کہ لوحِ محفوظ میں ایسے تا نباک ارادوں کا حیزِ فعل میں آنا محال لکھا ہو، پھر بھی کوشش سے باز نہیں رہ سکتے ۔ تم جسے دُنیا میں خدا کا سایۂ نورانی خیال کر رہے ہو، وہ حقیقت میں اُس صنم ذی حیات کا جسے چنگیز کہتے ہیں ظل کثیف ہی ۔ چنگیز میں اور اُس میں ایک فرق ہے ۔ اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ اپنی ماہیت میں چنگیز سے زیادہ تاریک ہی وہ، وہ ہے جس نے مملکت اسلام کو برباد کرانے کی غرض سے چنگیز کے پاس تلطف نامے، ہدیئے، خزانے بھیجے، وہ مسلمانوں کی صلب سے ہی جس کی یادگار باقی رکھنے، جس کی شانِ ماضی کو زندہ کرنے کی میں نے کوشش کی ہی ۔ وہ، وہ ہے جس نے آغوشِ اسلام میں پرورش پائی ۔ اس شخص نے چنگیز کی خدمت کے لئے وہ آدمی بھیجے جو مسلمانوں کے روپئے سے اس لئے مُسلح اور آراستہ کئے گئے تھے کہ وہ اسلام کی خدمت کریں آہ! میں یہ حالات دیکھ کر قتال بین المسلمین پر مجبور ہوا، میں کہ میرے نزدیک ایک مُسلمان کا ایک قطرۂ خون، کائنات کی جوہر حیات کے برابر قیمتی ہی، میں کہ جس کے نزدیک ایک مسلمان کا خون نہ صرف کسی آدمی کے بلکہ ایک سلطنت کے دامنِ اقبال کو داغدار کرنے کے لئے کافی ہے ۔

ناصر نے اسلام پر جو ظلم کیا ہے وہ یزید اور حجاج سے کم نہیں کمبخت ملعنت میں چنگیز کا مقتدا بنتا ہے۔ اگر شیطان کو موت آچکی ہوتی تو میں کہتا کہ اس کی مٹی شیطان کے مزار سے لی گئی ہے۔ آپ کو خدا اور پیغمبر سے شرم نہیں آتی کہ آپ ایسے آدمی کو خلیفہ کا لقب دے رہے ہیں۔

قوام الدین۔ حضور کو معلوم ہے کہ خلیفۂ اسلام کی نظر اپنی وسیع مملکت میں جو دُنیا کی وسعت سے کچھ ہی کم ہے، مسلمانوں کے دلوں میں جو دُنیا سے زیادہ بڑے ہیں اس قدر نفوذ نہیں کر سکتی کہ اپنی فوج کو جو دُنیا کے کسی گوشے میں ہو حضور قلب سے نماز پڑھنے اور ہر جگہ تعلیم ظفر کرنے کی کرامت دکھائے میرے بادشاہ! ہم فاروق اعظم کے زمانے میں نہیں ہیں۔

جلال الدین۔ میں ادائے فرض کو دیکھتا ہوں اگر سو میں ایک درجہ بھی فرض ادا کیا جائے تو میں قائل ہو جاؤں۔ فاروق اعظم یا عمر ثانی کی گرد تک کو پہونچنا، اس زمانے میں کب خیال میں آسکتا ہے، انقراض اسلام کے جتنے اسباب ہیں اگر وہ سب ایک جگہ جمع کئے جائیں اور جسم اختیار کریں تو وہ وہ شکل اختیار کریں گے جو اس وقت بغداد کے تخت حکومت پر ہے کیا ہم اُسے خلیفہ کہیں گے؟ وہ شیر پنجہ جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر پیدا ہو، کیا اُسے محض موقع کی بلندی کی وجہ سے

اشرف اعضا کہا جا سکتا ہے۔ آہ! آہ! کاش ناصر، مرکز خلافت میں چھپا بیٹھا نہ رہتا۔ اُن حشرات کے ساتھ جو اُس نے میرے مقابلے کے لئے بھیجی تھی خود بھی آتا تو اس وقت دیکھتے کہ اُس کا وہ حال ہوتا کہ وہ اک سگ بچہ پر رشک کرتا، جہنم میں شیطان سے اُمید شفاعت کرتا۔ تیغ اسلام کے نیچے زمین پر لوٹتا، مولانا کیا آپ ناصر کے نقیب ہیں؟ یا تبریز کی طرف سے مقرر ہو کر آئے ہیں!

قوام الدین۔ اے میرے بادشاہ! میں تبریز کی طرف سے آرہا ہوں ناصر کے متعلق میں نے جو کچھ عرض کیا وہ مسئلہ خلافت سے تعلق رکھتا تھا۔ ہمیں خلیفہ کے ذات و حالات کی خبر نہیں، ہم تو اُس کی رعایا ہیں۔ جس وقت تک اُس کا حکم نہ ہو ہم قلعہ کو کس طرح سُپرد کر سکتے ہیں؟

جلال الدین۔ آپ بھی کیا عجب آدمی ہیں؟ اپنی کمروں میں تلواریں لٹکائے ہوئے دعوے تو یہ کہ ہم دین کی اعانت کرتے ہیں مگر اصل میں مشرکوں کی خدمت کے لئے دوڑتے ہیں۔ کیا فرائض دین اسی طرح ادا ہوتے ہیں کہ ہزار ہا بے گناہ معصوموں کو ہلاک کر کے دنیا حاصل کرو اور اپنی آخرت آتشِ اخوان دین کے سوختہ دلوں سے تیار کرو؟ ناصر کے حکم کو کتاب اللہ سے کیوں

بڑھ کر سمجھ رکھا ہے۔ چنگیز کے طریق ضلالت کو پیغمبر کی شرع رشادت پر کیوں ترجیح دیتے ہو؟

کہتے ہو ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے خون سے وضو کرتے ہو، محراب کی جگہ ظالموں کے نقش پا کو سجدہ کرتے ہو، میں خیال کرتا ہوں کہ شیطان اگر ایک دنیا پر حکمرانی کرے تو اُس کی سلطنت کے باشندے تم سے زیادہ اُس کی تابعداری نہ کریں گے۔

نورالدین۔ اے میرے بادشاہ! آپ ناحق اپنا وقت ضائع فرما رہے ہیں۔ اِن لوگوں کو سمجھانا لاحاصل ہے۔ یہ وہ ہیں کہ جنھوں نے اپنی جہالت سے اپنے لئے خود ایک مجلس ظلمات پیدا کیا ہے۔ اِن کے نزدیک دنیا اُس دائرہ نظر سے عبارت ہے جو اِن کی پلکوں کے اندر محدود ہے حمایت ملت یہ الفاظ ان لوگوں کے نزدیک خلقت کو دھوکہ دینے کے لئے ایجاد کئے گئے ہیں۔ ذاتی منفعت سے بڑھ کر کوئی کام ان کے خیال میں مقدس نہیں۔ اسلام کے بزرگ ترین مرتبہ پہ اپنے تئیں متمکن خیال کرتے ہیں اور اپنی ذلیل ہستیوں کو انسانیت کے اجزائے متممہ میں سے تصور کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ شرف انسانیت صرف اُن کی رذیل افعال اور حسیات سے عبارت ہے۔ مادرزاد اندھے کو کس طرح یہ بتایا جائے کہ

تاریکی کے سوا نور کا عالم بھی ہی! دیوانے کو کس طرح یہ علم ہو کہ دیوانگی سے خارج ایک عقل و تمیز کی دنیا بھی ہے؟ خود حضور سوچیں کہ حضور کی تشریف آوری ان کے نزدیک کن محسوسات پر مبنی ہے؟ اور نہ معلوم کیا کیا خیال کر کے حضور کے پاس اس شخص کو اُن لوگوں نے بھیجا ہی؟ اور نہ معلوم کیا کیا عجیب درخواستیں لے کر یہ شخص حاضر ہوا ہی؟

قوام الدین۔ میں جو درخواستیں لے کر حاضر ہوا ہوں اُن میں کسی قسم کی ندرت یا تعجب کی بات نہیں ہی۔ اور اُسے اس سے قبل حضور سلطانی میں عرض کر چکا ہوں۔

جلال الدین۔ کیا تم نے مجھے لُیٹروں کا سردار سمجھا ہی؟ کہ اُس مال کو جو تمہاری رزالتوں سے زیادہ ہے پیش کر کے امان حاصل کرنا چاہتے ہو۔ کیا تمھیں کوئی ایسی درخواست نہ ملی جو شایانِ قبول ہوتی؟ یہ حیلے حوالے تمھیں ہی مُبارک ہوں (آہستہ آہستہ اس کی طرف سیدھے جا کر نہایت زور سے کہتا ہی) تبریز کی کنجیاں آج میری فوج کو سپرد کی جائیں گی ورنہ آج شام تک تم سب اپنی جانیں قابضِ ارواح کو تسلیم کر دو گے۔ اگر خوں ریزی ہوئی تو اس خوں ریزی کا ہر قطرہ آتشِ جہنم بن کر اُن لوگوں کے جگروں میں گھسے گا جو اس خوں ریزی کا

باعث ہوں گے۔ جاؤ! جیسا سُنا ہے حرف بحرف وہاں کہدو۔

(قوام الدین باہر جاتا ہے)

نورالدین۔ انشاء اللہ! خون کیسا ؟ ہمارے فوج کے پسینہ کا ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکے گا۔ حضور اس غلام کی درخواست قبول فرمائیں۔ ناصر کو اگر تبریزمیں اُس پر بھونکنے کے لئے ایک کُتا بھی مل جائے تو وہ اپنے تئیں بڑا خوش نصیب خیال کرے گا۔

جلال الدین۔ اپنے ساتھ جنھیں لائے ہو پیش کرو۔

(نورالدین جاتا ہے)

دریا میں جس طرح خس و خاشاک سطح آب پر رہتے ہیں، اسی طرح سیلاب خون میں، ابنائے بشر میں سب سے زیادہ دنی، سب سے زیادہ رذیل لوگ سب سے بلند مرتبہ پر پہونچ گئے ہیں۔ ان کے حالات پر غور کرو، تمھیں یقین آجائے گا کہ دنائت و رذالت کا انتہائی درجہ اُنھوں نے حاصل کر لیا ہے۔ اگر یہی لیل و نہار رہے تو جس طرح بُعد مطلق کا تصور ناممکن ہے، اُن کی دنائت کی حد بھی حد تصور سے متجاوز ہو جائے گی۔

مجلس ہفتم

اشخاص سابق ۔ نورالدین ۔ عزالدین

جلال الدین (عزالدین سے مخاطب ہوکر) آپ کی سفارت کا خلاصہ نورالدین نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ میں اُسے قبول کرتا ہوں (نورالدین سے مخاطب ہوکر) مولانا، آپ وکیل بنئے (ملک نصرت اور اورخان سے مخاطب ہوکر) تم گواہ ہو عقد اسی وقت ہو۔ آج کی رات میں تبریز میں آرام کروں گا۔

عزالدین (اپنی جیب سے کنجیاں نکال کر جلال الدین کے سامنے پیش کرتا ہے) میرے بادشاہ! خدائے تعالیٰ میمن و مبارک کرے۔ تبریز کی کنجیاں یہ ہیں۔ انشاءاللہ زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ تبریز بھی حضور کے پیش پا ہوگا۔ اگر حکم ہو تو میں کسی منشی کو بلاؤں کہ اس مژدہ کا فرمان لکھکر اور لے کر جائے فوج بھی اُس کے ہمراہ جا سکتی ہے اب ہمارے مقابلے میں کوئی مزاحم نہیں ہے۔

جلال الدین ۔ ہاں اورخاں، فوج کو تم لے جاؤ اور خبردار اگر کسی کے روئیں تک کو کسی نے ضرر پہونچایا تو وہ جان دے کر بھی میرے ہاتھ سے بمشکل چھٹے گا۔

اورخاں ۔ جو حکم ۔

ملک نصرت ۔ زندہ باد بادشاہ زندہ باد ملک و دولت ۔

نورالدین ۔ اللہ اس کی کامیابی کو زیادہ کرے ۔

جلال الدین (اپنے دل میں) یزداں میں نے جو کچھ اختیار کیا ہے مجبوری کی حالت سے ہے گو بظاہر جنت میں ہوں لیکن عذاب میں مبتلا ہوں ۔

(پردہ گرتا ہے)



پردہ ہفتم

ایک مُکلّف و مزین شاہانہ کمرہ

مجلس اوّل

مہرجہاں - مُبارک - اور چند غلام - اور چند کنیزیں

مہرجہاں - مُبارک! شہر آئین میری خواہش کے مطابق مکمل ہو گیا یا نہیں؟ قندیل اور مشعلیں اس قدر زیادہ ہوں کہ دیکھنے والے یہ خیال کریں کہ آسمان اپنے تاروں کو لے کر زمین پر اُتر آیا ہے -

مُبارک - انشاء اللہ جیسا حضور چاہتی ہیں ویسا ہی مکمل ہوگا - ہر گھر میں ہر دریچہ کے لئے دس قندیلیں اور ایک سے پانچ تک مشعلیں چھوٹے اور بڑے گھر کے حساب سے میں نے بھجوا دیں ہیں -

مہرجہاں (دریچہ سے باہر نظر ڈال کر) خیر! کچھ نہ کچھ تو ہو ہی گیا بیشک اتنی روشنی ہے کہ رات کو دن کہا جا سکتا ہے - قلعہ کے دروازے سے یہاں تک

بادشاہ کے راستہ میں میدان میں جہاں جہاں شمعیں رکھی گئی ہیں وہ سب عود و عنبر کی ہوں۔ صرف بادشاہ کا نہیں بلکہ اُس کے گھوڑے کا جہاں قدم پڑے وہاں موتی گرائے جائیں۔ بیس نفر غلام منتخب کرو اور اُن کے ہاتھ میں سونے کی لگن دو جو جواہرات سے بھرے ہوں جس وقت جلوس نکلے یہ اُمرا کے اور تماشائیوں کے سر پر بکھیریں۔ میں ایسا چاہتی ہوں کہ یہ جشن شادی اس قدر شاندار ہو کہ لوگ ماموں کے تاریخی جشن کو بھول جائیں۔ میرا جلال ماموں کے تخت کو فتح کر کے اپنے ایک غلام کو بخش سکتا ہے۔ میں بھی پوران کی طرح وزیرزادی نہیں ہوں (ایک کنیز سے مخاطب ہو کر) تونے اس کمرہ کو جیسا میں چاہتی تھی ویسا نہ سجایا۔ جواہرات کی کشتی کو اوپر لا۔ انھیں پھولوں کی طرح کا ایک دستہ بنا کر سونے کے گلدان میں رکھ اور شمعدانوں کے کناروں پر لگا تاکہ شمع کی روشنی ان جواہرات پر پڑے اور وہ ایسا چمکیں کہ سب خیال کریں کہ یہ کمرہ قوس قزح سے بنایا گیا ہے۔ مُبارک! دیکھنا یہ قالین میں نے ٹھیک بنوایا ہے، شمع ہائے کافوری کی روشنی ہیروں اور موتیوں پر جو پڑ رہی ہے دیکھو ان میں سے کوئی تو تیزی سے چمکتا ہوا اور کوئی ذرا ماندہ ستارہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر تم کہو گے کہ بھلا سُرخ الماس اور زرد یاقوت تو بے معنی سی بات ہوئی مگر لالا!

ستاروں میں بھی کوئی زرد ہوتا ہے کوئی سُرخ تم نے غور کیا ہوگا زہرہ زرد ہے
مریخ سُرخ۔ تم نے غور کیا ہے؟ مگر تم کہو گے کہ یہ سونے چاندی کے گنگا جمنی تار
زینت آسمان سے مشابہ نہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں نے یہ چاہا کہ گویا آسمان پر
ایک تار آفتاب کا اور ایک تار ماہتاب کا پھیلا ہوا ہے اور اُن کو ملا کر نقش پیدا
کئے گئے ہیں۔ اسی لئے میں نے یہ قالین ایسا بنوایا۔ انسان نیچے کی خوبصورتی کو
کو اور زیادہ بڑھا سکتا ہے کیوں فلاحت ہے نا ہے ہاں اب کمرہ میری طبیعت کے
موافق سجا۔ آفریں لڑکی پھولوں کا تم نے نہایت خوبصورت گلدستہ بنایا ہے۔ ہاں
کشتی میں بھی اسی طرح سے پھول سجاؤ ہاں اور خیال رہے جواہرات کے رنگ
ایک دوسرے سے میل کھاتے ہوں پھولوں میں بھی وقت کا خیال رہے۔ لڑکیو
تم بھی تو مدد کرو (غلاموں سے مخاطب ہو کر) تم ذرا باہر بیٹھو ضرورت ہو گی تو
میں بُلا لوں گی (مُبارک سے) مُبارک جا وقت قریب آرہا ہے میں بھی آئینہ کے
سامنے جا کر ایک نظر اپنے اوپر ڈالنا چاہتی ہوں مگر ہمّت نہیں پڑتی۔ آہ
کہیں ایسی بدصورت نکلی جیسی میں اپنے تئیں خیال کرتی ہوں تو نا اُمیدیوں میں
ہلاک ہو جاؤں گی۔ نہیں نہیں۔ موت ایسی ظالم نہیں ہے کہ ایسے وقت میں انسان
اور اُس کی خوشی کے بیچ میں حائل ہو۔ میں پچیس برس کی ہوں میرے چہرہ میں

لڑکپن کی تراوٹ کہاں۔ آہ کیا میرے نصیبے میں اُس کی نفرت لکھی ہے؟ نہیں نہیں۔ یہ قدرت کی عدالت کے شایان شان نہیں کہ ایک انسان کے دل میں اس قدر شدّت کی محبّت رکھدے لیکن اُس کے چہرہ کو اتنا بدصورت کردے کہ وہ اپنے محبوب کی ایک نگاہ التفات کو اپنی طرف مائل نہ کرسکے (آئینہ کے قریب جاکر) میرا رنگ کیسا اُتر گیا ہے! اُس کے وصال کے لئے دو تین دن سے جو مجھے مصروفیت رہی ہے اگر اُسے معلوم ہو کہ اُس کی وجہ سے میرا یہ حال ہو گیا ہے تو ممکن ہے کہ وہ میرے اوپر نوازش کرے۔

کہیں بالکل اس کی نگاہ میں حقیر نہ ہو جاؤں! اُس جیسا مردانہ مزاج، بھلا مجھ سے عاجز و ناتواں کے ساتھ کیسے میل کھائے گا۔ کہیں شاہین بھی پھول کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں (کنیزیں کشتیوں میں جواہرات سجائے ہوئے لاکر رکھتی ہیں) یہاں سے جاؤ، نکلو، کچھ دیر تو مجھے آرام لینے دو (کنیزیں جاتی ہیں) اپنی وضع بدل کر، اپنے دل سے باتیں کرتی ہے اگر جلال کہے تو میں بھی اپنا مزاج مردانہ بنا سکتی ہوں میں بھی بادشاہ ہوں۔ مگر کیا میں پاگل ہو گئی ہوں۔ میں اور سنجیدہ بننے کی کوشش کروں گی، تو بالکل ایک مضحک چیز بن کر رہ جاؤں گی۔۔۔۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے جبھی تو میرے ساتھ شادی کر رہا ہے۔ کیسا تبریز، دنیا کی سلطنت

دو تو جلال وہ انسان نہیں کہ اپنی خواہش کے خلاف کوئی کام کرے آہ! دیوانی‘
اُس نے تجھے دیکھا کہاں ہی کہ تجھے چاہنے لگے۔ مگر ممکن ہے میری صورت پر
عاشق نہیں ہوا، تو میری طبیعت و مزاج پر عاشق ہوا ہو۔ اتنا میں جانتی ہوں کہ
اُس کے قلب کی سب سے قریب اعضا، اُس کے دل کی خواہش کو اتنا پورا
نہ کریں گے جتنا میں کروں گی مگر میں کیسی احمق ہوں۔ وہ تیرا اس لئے طلبگار رہے
کہ اک مرد کو اک عورت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُف دنیا میرے سامنے چکر
کھا رہی ہے۔ ہر چیز ہر لمحے میں شکل بدل رہی ہے۔ میں اس بات پر ہی دل کو
تسلی دوں کہ وہ مجھے یہ کہکر چاہ رہا ہے کہ ہر مرد کو اک عورت کی ضرورت ہوتی
ہی۔ بیشک ایسے وسیع قلب والے مرد کے لئے بھی‘ مجھ ہی جیسی
اطاعت گزار، محبّت شعار عورت کی ضرورت ہی۔ آہ بیچاری مہرجہاں! تو دنیا
میں خوش نصیب ہونے کے لئے پیدا نہیں کی گئی (تھوڑا سا سوچ کر) معلوم نہیں
تجھے خوش نصیب ہونے کا حق بھی ہی کہ نہیں۔ کیا ایک عورت کا دو مرتبہ شادی
کرنا ایسا نہیں جیسا کہ اک انسان کا مر کے دوبارہ زندہ ہونے کی آرزو کرنا؟ جو
زندگی میرے نصیب میں تھی وہ تو میں نے اتابک کے ساتھ گذار دی۔ جیسا
کوئی جلاد کے ہاتھ میں، یا غول بیابانی کی صحبت میں زندگی بسر کرسکتا ہے‘ اُس طرح

میں نے اُس کی بیوی بن کر گذاری۔ میں بیوی نہ تھی بلکہ بیوی کے جہیز کی جہیز تھی۔ میرے عزیزوں نے مجھ بادشاہزادی کو اک غلام کی کنیز کر دیا۔ اللہ نے نجات دی۔ ایک بیچارہ کبوتر سانپ کے مُنہ میں جا کر بچ نکلے تو کیا خدا اُسے پھر چھوڑا نہیں دیتا۔ کیا کوئی معصوم قلب شیطان کے پنجے میں اسیر ہو کر چھوٹے تو وہ تا ابد محبّت کی زندگی سے محروم رہے! میرے دل کے خلجان اور تردد یہ سب اتابک کے ہی وجہ سے ہیں اُسے دفن ہوتے ہوئے لوگوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ میرے اور میری خوشی کے درمیان اب بھی حائل ہے۔ وہ قبر میں ہے لیکن کیا پھر بھی میرے اور جلال کے درمیان جسے میں اپنا اوج اضافی سمجھ رہی ہوں سپر بن کر آ کھڑا ہوگا۔

مجلس دوم

مہر جہاں۔ مبارک

مہر جہاں۔ کیا ہے حبشی؟ کیا تو اپنے چہرہ کی طرح پھر کوئی منحوس خبر لایا ہے؟

مُبارک۔ بادشاہ تشریف لا رہے ہیں۔ جلوس محل کے پھاٹک میں داخل ہو گیا ہے۔ خیر مقدم کے نعرے اُس کمرہ سے سُنائی دیتے ہیں (باہر سے "علیک

عون اللہ کی صدائیں آتی ہیں) لیجئے لیجئے یہاں تک آوازیں آنے لگیں۔
اب یہاں پہونچنے ہی کو ہیں۔

مہرجہاں۔ کیا پادشاہ! آہ خوشی کے اس کثرت کا میرا دل متحمل نہو سکیگا
جا، جا مبارک جا مُبارک جا۔ تو بادشاہ پر موتی نچھاور کر اور اتنے نچھاور کر
کہ لوگ تیرے سیاہ ہاتھوں کو ابرِ نیساں تصوّر کریں (مُبارک جا تا ہی) (اپنے
دل سے) جب کہ میرے دل میں اس قدر خلجان ہی کہ ایک زرد پھول کی سی
تراوٹ بھی میرے چہرہ پر کیسے آئے گی۔ وہ میری صورت دیکھے گا تو خیال
کرے گا کہ میں ابھی قبر سے نکلی ہوں۔ خلجان کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ آہ!
آسمان کو یہ موقع ملا کہ مجھے پریشان کر کے خوش ہو۔ میری زندگی کا سانس تیز
نہ چلے اِس لئے میرے دم کو اُس نے روک ہی دیا (باہر آوازیں بلند ہوتی
جاتی ہیں) آرہا ہے قریب ہو رہا ہی۔ ہائے یہ دھڑکن کیا کرے گی۔ میں تو بیہوش
ہو جاؤں گی اگر میری جان نکلنی ہی ہی تو اُس وقت نکلے کہ جلال کو دل بھر کر دیکھ
تو لوں۔ زینہ پر اُس نے قدم رکھا۔ جب وہ کمرہ میں داخل ہو تو مجھے کیا کرنا چاہیے
کیا اُس کے پاؤں چوموں؟ دیوانی اپنا مذاق اُڑوائے گی۔ شفقت اور عنایت
کے بجائے اور حقارت تیرے نصیب میں ہوگی بس فلک بس۔ اگر عمر اس زمانہ سے

عبارت ہی تو کافی ہے مجھ میں اب طاقت ۔۔ .. (دروازہ کا پردہ اُٹھتا ہے
خواجہ سرا، کنیزیں شمعدان، بخوردان لئے ہوئے کمرہ میں داخل ہوتی ہیں۔
مہرجہاں اپنے بالوں کو سنوارتی ہوئی استقبال کے لئے آگے بڑھتی ہے۔ جلال الدین
دروازہ میں داخل ہوتے وقت مہرجہاں پہ نظر ڈالتے ہی غائت حیرت و تردد
سے پیچھے ہٹتا ہے اور اپنے تئیں سنبھال کر اپنے دل سے کہتا ہے) نیرّہ نیرّہ کیا
تو جنت سے یہاں تک مجھ سے انتقام لینے کے لئے آئی ہے؟

(پردہ گرتا ہے)

پردہ ہشتم

(ایک وسیع صحرا میں ایک خیمہ موسم طوفانی ہی۔ کبھی کبھی آسمان پر گرج سنائی دیتی ہے بجلی کوندتی ہی یہ حال پردہ کے ختم ہوتے تک قایم رہتا ہی)

مجلس اوّل

مہرجہاں۔ زاہدہ

مہرجہاں۔ امّاں جان۔ نہ معلوم کیا بات ہی۔ جلال جب مجھے دیکھتا ہی ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اُس نے اپنی قبر دیکھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُس کے چہرہ پر غم وغصّہ کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں۔ اُس کی آنکھوں کی چمک ہونٹوں کا تبسّم غائب ہوجاتا ہی۔ میں اس سے انکار نہیں کرتی کہ وہ میرے ساتھ حد سے زیادہ رعایت اور نہایت درجہ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے مگر یہ رعایت اور حرمت اس قسم کی ہوتی ہی کہ جیسے کوئی آخرت کی کسی چیز پر نظر ڈال کر آنکھیں بند کرکے کرے۔ میں اُسے اس درجہ چاہتی ہوں جیسے کوئی اپنی جان اپنی جوانی کو چاہی۔ اُس کے پاس پہونچکر میں ایک مجسّم حیات اور میرا دل ایک

طراوت تازہ بن جاتا ہے۔ لیکن وہ میرے ساتھ اس طرح سے باتیں کرتا ہے جیسے کوئی کسی بیمار کی تیمارداری کرتا ہو۔ اُس کا تبسّم گریہ کے مانند حزیں ہوتا ہے۔ نوازشں کارانہ مگر مغموما نہ نظریں مجھ پر ڈالتا ہے۔ کاش یہ ممکن ہو کہ اُس کے دل گہرائیوں میں میری نگاہ پہونچ سکے تاکہ میں وہاں کے اسرار دیکھ سکوں۔

زاہدہ۔ خبردار بیٹی خبردار! گہرائی پر نظر ڈالنے سے انسان کو چکر آنے لگتا ہے۔ بادشاہ کے دل کو قضا و قدر نے ایسا عمیق اور ایسا وسیع بنایا ہے کہ ساری دنیا اُس کی تھاہ پانے کی کوشش میں ہے۔ اُس کے اسرار سمجھنے کی کوشش مت کر اُس کے دل میں کبھی کبھی جو انشراح پیدا ہو جاتا ہے اُس کے ہونٹوں پر جو کبھی کبھی مسکراہٹ نظر آتی ہے اُس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر۔ اُس کے گہرائیوں کو نہ دیکھ۔ اُس کے کنارہ جو پھول کھل رہے ہیں اُنھیں چن لینے پر قناعت کر (بجلی چمکتی ہے)

مہرجہاں۔ یہ کیا ہوا۔ سامنے کیا نظر آیا۔ کیا پہاڑی کی چوٹیوں پر خون کی بارش ہو رہی ہے۔

زاہدہ۔ پہاڑی کی چوٹی نہیں بیٹی تاتاری فوج اُدھر سے گذری ہے

اور اُس نے انسانوں کی کھوپڑیوں کے ڈھیر کو جو آگ لگائی ہو یہ اُس کا رنگ ہی۔ دیکھو یہ معلوم کرکے تمہارے جسم میں جس قدر خون تھا وہ تمہارے قلب میں جمع ہو گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس حالت سے بھلا تم جلال الدین کے دل پر کیا اثر ڈال سکو گی۔ میں نے تم سے کتنی دفعہ کہا ہو آدھی دُنیا انسانوں کی کھوپڑیوں سے تعمیر ہوئی ہی۔ ہزارہا ڈھیر ان کے لگے ہوئے ہیں ہر طرف آگ کے طوفان جوش کھا رہے ہیں۔ جلال الدین کے دل میں بھی یہی طوفان اور ایسی ہی آگ بھڑک رہی ہے۔ دُنیا میں جس قدر درد اور تکلیف ہو کیا اُسے ایک نقطہ میں جمع دیکھنا چاہتی ہو؟ بیچارہ بادشاہ کس طرح خوش ہو سکتا ہے اُس کی شیریں باتیں آہ، اُس کا تبسّم گریۂ مغموم میں کیوں کر نہ بدل جائے۔ ایک دن میں ہزارہا انسان ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس کا غم کسی اور کو ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو اُس کے قلب محزون پر یورش کرتا ہی جو شخص دنیا کے مصائب سے ذاتی طور پر متاثر ہو وہ کس طرح ہنس سکتا ہی کس طرح دل بہلا سکتا ہی؟

مہرجہاں۔ نہیں نہیں پیاری امّاں جان! جلال کی جو کیفیت ہی وہ دُنیا کے غم کی وجہ سے نہیں ہی مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ میرے متعلق ایک راز ایک کدورت اُس کے دل میں پوشیدہ ہی مجھے دیکھتے ہی گویا وہ عالم حیات سے باہر

چلا جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ دُنیا سے باہر کسی چیز کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنے دل کا حال تم سے نہ چھپائے گا میں تم کو غیاث الدین کی قسم دیتی ہوں اُس سے پوچھو۔ اگر مجھے نہیں چاہتا یا میری کسی بات کسی حرکت کی وجہ سے مجھ سے نفرت کرتا ہے تو مجھے خبر دو یہ ظاہر ہے کہ جب مجھے یہ معلوم ہو گا کہ میں اُس کی نظروں سے گر گئی تو میں زندہ نہ رہ سکوں گی۔ جان نکالنے کی بھی ملک الموت کو ضرورت نہ ہو گی اور اس طرح عذاب جہنم سے جس میں میں دنیا میں مبتلا ہوں نجات دو گی۔ خدا علیم ہے کہ جس عذاب میں میں مبتلا ہوں وہ عذاب قیامت سے کسی طرح کم نہیں۔

زاہدہ۔ بیٹی تم اس کا یقین کرو کہ سوائے تمہاری محبت کے بادشاہ کے دل میں کوئی راز نہیں ہے لیکن چوں کہ وہ ہر وقت امور سلطنت میں محو رہتا ہے حسن اُس پر اپنا اثر نہیں کرتا۔ دنیا سنوارنے میں وہ اس قدر مصروف ہے کہ میں کہہ سکتی ہوں کہ اُسے یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آفتاب کدھر نکلا اور کدھر غروب ہوا پھر بھی میں جاؤں گی اور اُس سے پوچھوں گی۔ اور جو کچھ اُس سے سُنوں گی تم کو حرف بہ حرف خبر کروں گی۔ مجھے یہ یقین ہے کہ تمہارے دل کو میرے دل کی طرح اطمینان ہو جائے گا دل، زبان عشق کو سب سے بہتر سمجھتا ہے۔

مجلس دوم

اشخاص سابق ۔ ایک کنیز

مہرجہاں ۔ (کنیز سے) کیا ہی لڑکی، بغیر بُلائے کیوں آئی، کیوں مجھے پریشان کرتی ہی؟

کنیز ۔ حضور! پادشاہ تشریف لا رہے ہیں۔ اس کی خبر دینے حاضر ہوئی تھی۔

مہرجہاں ۔ بادشاہ تشریف لا رہے ہیں؟ (زاہدہ سے) کیا خوب حُسن اتفاق ہی۔

امّاں جان اُمید ہی آپ اپنے وعدے پر ثابت قدم رہیں گی (کنیز جاتی ہی)

زاہدہ ۔ ضرور میں اُن سے ذکر کروں گی۔ تم ناحق اپنے عیش و آرام کو وہموں میں مبتلا ہو کر برباد کر رہی ہو۔ یقین مانو محبت وہ موتی ہی جس میں اعتبار سے دمک پیدا ہوتی ہی۔ اور عشق وہ زندگی ہی جو اطمینان سے برقرار رہتی ہی۔ کہاں چلیں؟

مہرجہاں ۔ آپ اُن سے باتیں کریں گی؟

زاہدہ ۔ تمہارے یہاں رہنے سے باتوں میں کیا کچھ خلل پڑے گا۔

مہرجہاں۔ نہیں میں یہاں نہ رہوں گی۔ اس انتظار میں کہ اُس کے منہ سے کیا بات نکلے گی مجھے عذاب موت اُٹھانا پڑے گا۔ مجھ میں اِس کے برداشت کی طاقت نہیں۔ علاوہ اس کے شاید میرے سامنے وہ صاف صاف دل کی بات کہیں بھی نہیں، اور اگر کہیں بھی تو میں یہ سمجھوں گی کہ مجھے تسلی دینے کی غرض سے کہہ رہے ہیں۔

زاہدہ۔ تم جانو، بیٹی خدا کے واسطے میرے انتظار میں پریشان مت ہونا میں بادشاہ سے رخصت ہوتے ہی تمہارے پاس آؤں گی۔ اگر مجھے اس بات کا اطمینان نہ ہوتا کہ میں تمہارے پاس اپنی اُمید سے زیادہ اچھی خبر لاؤں گی تو کیا میں ایسا پکّا وعدہ کرتی؟ ایک عورت، معاملاتِ محبّت میں اپنے دل کو دھوکا نہیں دے سکتی؟ اور کیا تم میرے پارۂ جگر نہیں ہو؟ کیا تم خیال کرتی ہو کہ تم میری حقیقی بیٹی ہوتیں تو اس سے زیادہ عزیز ہوتیں؟ میری پہلی نظر جب تم پر پڑی، اس وقت سے تم اپنے شیریں، اپنے محبّت آمیز، محبت انگیز اطوار، یہاں تک کہ اپنے تبسّم، اپنے گریہ میں ایک نوزائیدہ فرشتہ معلوم ہو رہی ہو۔ گو تم میرے جسم سے پیدا نہیں ہوئیں، مگر میری رُوح سے متحد ہو۔ میرے دل کی راحت، میرے دل کی چین، میری بیٹی آ میری آغوش میں آ۔ اُس رُوح کی مانند

لطیف فرشتے جیسے یدِ قدرت نے ابھی پیدا کیا ہو۔ آ

مہر جہاں۔ یا الٰہی، تو میری رُوح کو ایسی ہی پُر شفقت آغوش میں قبض کر، تاکہ میں سفر آخرت اختیار کر دں، تو خوشی خوشی اختیار کر دں۔

زاہدہ۔ مہر جہاں! ایسا معلوم ہوتا ہے تمھیں اذیت کشی میں لطف آتا ہے، اور اپنے تردد کے زمانہ کو طویل کرنا چاہتی ہو اور مجھے بھی اپنی طرح رنجیدہ کرنا چاہتی ہو۔ جاؤ بیٹی، تمھیں خدا کا واسطہ تمھیں اپنے محبوب کا واسطہ، اپنی فکر و اور وہموں کو دل سے ہٹاؤ، میں ابھی تمہارے پاس آئی۔

مہر جہاں۔ آپ قسمیں کیوں دلاتی ہیں اپنے وہموں کو رفع کرنے پر قادر ہوں کہ اُنھیں ہٹاؤں؟ کوشش کرنے سے کچھ فائدہ ہو گا کہ میں کوشش کروں اماں جان! میں جاتی ہوں مگر مجھے انتظار میں نہ رکھنا۔ اگر مجھے جہنم جانا ہو، تو جانے کو ملیا رہو جاؤں گی۔ مگر اس عذاب انتظار میں مجھے نہ مبتلا رکھنا۔

زاہدہ۔ بیٹی! میں انتظار نہ کراؤں گی۔ جہاں تک ممکن ہو گا جلد آؤں گی میری جان! تمہارا ہر فقرہ میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے، میری رُوح کی قوت کو گھٹاتا ہے (مہر جہاں جاتی ہے) بیچاری لڑکی! یہ تو سرتا پا دل ہے اُن پھولوں کی طرح جو آفتاب کی روشنی سے جیتے ہیں۔ یہ محض محبت پر جیتی ہے۔

میں نے حقیقت میں اس طرف غور نہیں کیا، بیچاری مہرجہاں کو اس خلجان میں ڈالنے والی اگر بے التفاتی نہیں بھی ہے تو شاید کچھ برودت تو ضرور ہے کمی التفات کا باعث تلاش کرنے کی حاجت نہیں۔ چنگیز ہیں، چنگیز کیا، آسمان میں یہ قدرت نہیں کہ جلال کے دل کو مملکت اسلام سے علیحدہ کر کے حرم سرا میں قید کر دے۔ مہرجہاں جیسی ایک نور مجسم ہستی، جس کی روشنی دنیا کو چکا چوند میں ڈالنے کے لئے کافی ہے، اُس کے سامنے ہر وقت موجود ہے مگر پھر بھی وہ محل پر اس طرح نظر ڈالتا ہے گویا وہ ایک ویران جھونپڑا، یا ایک شکستہ مزار ہے۔ اس کی طبیعت ذرا خوش نہیں ہوتی۔ اُس نے اپنے تئیں بُرائیوں کو دفع کرنے کے لئے وقف کر دیا ہے، حسن و خوبی سے متمتع ہونا اُس کے ذہن میں بھی نہیں آتا۔ آج وہ دُنیا پر حکمراں ہے اگر وہ چاہے تو دنیا اُس کے آرام کے لئے خدمت گزار ہو، لیکن دُنیا کو آرام پہونچانے کے لئے خدمت گزاری خود کر رہا ہے۔ مہرجہاں کا ذہن ان حالات سے کیوں کر پریشان نہو۔ بادشاہ کا ہر شخص کی خدمت کرنا اُس کے خیال میں اس سے نفرت کرنے کے ہم معنی ہے وہ جلال کی وجہ سے دُنیا سے رشک کرتی ہے۔ اس دنیا میں کسی کو چند گز مزار کے سوا کسی چیز پر قبضہ نہیں ملتا، مگر وہ چاہتی ہے کہ جلال کے دل پر جو

ایک دُنیائے وسیع سے زیادہ وسیع ہی۔ بلا شرکت غیرے قبضہ کرے۔ میں اُس کی حسیات کو سمجھتی ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ان وجوہ کے علاوہ بھی کچھ اور وجہ ہی۔ جلال کیوں اُس سے گرمجوشی سے نہیں ملتا۔ شاید اُسے چاہتا نہیں، یا اُس واقعہ سے متاثر ہوا ہی۔ ۔ یا۔ ۔ نہیں اس کا احتمال نہیں۔ جلال کبھی اپنے اوپر ریاکاری کا نقاب نہ ڈالے گا۔ وہ کسی وقت، دیوان حشر میں حاضر کیا جائے، اُسے اپنے چہرہ کو ہاتھوں سے چھپانے کی ضرورت نہ ہوگی میں اُسے اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ آئینہ سیما جلال پر جب نظر ڈالو، اُس کے دل میں کیا ہی صاف نظر آئے گا۔ مگر میرا لڑکا ۔ اُس کا یہ حال ہے کہ زندہ ہی مگر مدفون جنازے کی طرح معلوم ہوتا ہی۔ اس کی باتیں صرف نکیرین ہی سمجھیں تو تو سمجھیں۔ وہ اس بچے کی مانند ہی جو پیٹ سے مُردہ پیدا ہو۔ اُس کے بھیدوں کو خدا ہی سمجھتا ہی۔

مجلس سوم

زاہدہ ۔ جلال الدین

جلال الدین ۔ امّاں جان! کیا آپ تنہا تھیں؟

زاہدہ ۔ نہیں بادشاہ! ملکہ بھی میرے پاس تھیں، مگر جب انھوں نے

سُنا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو چلی گئیں۔

جلال۔ مجھ سے کیوں بھاگتی ہیں؟

زاہدہ۔ استغفر اللہ! حضور۔ بات یہ ہے کہ انھیں خیال ہے کہ اُن کے سامنے حضور کچھ دل گرفتہ رہتے ہیں، اس وجہ وہ ہٹ گئیں کہ آپ کو پریشان نہ کریں۔

جلال۔ آہ!

زاہدہ۔ جہاں تک میری زبان نے یاری دی میں نے اُنھیں سمجھایا کہ جس چیز کو وہ تکدر خیال کرتی ہیں وہ حضور کی مشغولیت ہے۔ مگر اُن کے سمجھ میں نہیں آتا۔ حضور کو معلوم ہے کہ عشق و بدگمانی توام پیدا ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے۔

جلال الدین۔ بیچاری عورت! خود وہ اور اُس کی طبیعت ایسی اچھی ہے کہ مجھ جیسے فانی انسان کو ہی نہیں بلکہ ایک فرشتے کو جو حیات ابدی کا مالک ہو خوش نصیب بنائے لیکن سب بیفائدہ ہے۔

زاہدہ۔ حضور نے مجھے ایسے فکر میں ڈال دیا جس کا مجھے خیال بھی نہ تھا وہ بد رو وقت جس کی مہرجہاں نے مجھ سے شکایت کی تھی۔ محض اس کی بدگمانی و وہمہ،

سے عبارت نہ تھی۔ اس کی اصلیت ہی ؟

جلال۔ وہ برودت وسرد مہری نہیں بلکہ کچھ اور چیز ہی، کچھ اور ابتلا ہی۔

زاہدہ۔ اگر میں اس کی ماہیت کے متعلق سوال کروں تو بے ادبی تو نہ ہوگی ؟

جلال الدین۔ بے ادبی کیوں ہو۔ آہ! وہ عورت جو مجھے ازل سے علیحدہ کر کے اس دُنیائے دُنی میں لائی، اس دنیا میں نہیں کہ میں اپنا حال اُس سے کہوں۔ اگر انسان کو کوئی شریک راز نہ ملے جس سے وہ اپنا درد دل کہہ سکے تو اُس کی مُصیبت اور بڑھ جاتی ہی۔

زاہدہ۔ کاش کہ حضور اپنا بار الم ہم پر منتقل کر سکتے تاکہ حضور کا وجودِ مسعود وہمایوں جس کی اسلام و بنی نوع انسان کو اس قدر ضرورت ہے کچھ تو آرام پاتا۔ اے میرے بادشاہ! مجھ سے فرمایئے۔ مجھ سے اپنا درد دل کہیے مہر جہاں سے آپ کے دل پر کس قسم کے تاثرات پیدا ہوتے ہیں، کیا کوئی تکلیف پہونچتی ہی۔

جلال الدین۔ تم نے اگر ایک مرتبہ بھی نیرّہ کو دیکھا ہوتا، تو اس قسم کے سوالات کی حاجت نہ رہتی۔

زاہدہ - مرحومہ کتنی ہی حسین تھی، مگر میرے خیال میں مہرجہاں سے زیادہ حسین تو نہ ہوگی۔ وہ بشر نہیں، ماہتاب معلوم ہوتی ہے یا اک فرشتہ۔

جلال الدین - افسوس کہ بہت زیادہ حسین ہے۔ حد تصور سے زیادہ حسین نیرہ کی مانند حسین ہے۔ اُس میں اور نیرہ میں ذرا بھی فرق نہیں۔ اسی وجہ سے تو میں مصیبت میں مبتلا ہوں۔

زاہدہ - کس طرح، میرے بادشاہ؟

جلال الدین - مجھے کبھی خیال نہ ہو سکتا تھا کہ دُنیا میں ایک انسان دوسرے انسان سے اس قدر مشابہ ہو سکتا ہے۔ صرف اُس کا جسم اور اُس کے حرکات و اطوار ہی نہیں، بلکہ اُس کا چہرہ، چہرے کے باریک سے باریک خطوط، ہونٹوں کا خفیف سے خفیف تبسّم۔ ہر چیز، ہر ادا، ہو بہو نیرّہ کی سی ہے۔ صرف اس کی بالوں میں تو ذرا سی زردی ہے جو اُس کے بالوں میں نہ تھی۔ اُسے دیکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیرّہ، وہ نیرّہ جسے میں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا مگر جس کا بے بہا بست و دو سالہ جامِ حیات میں نے توڑا، آخرت سے واپس آگئی ہے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ مزار سے آرہی ہے اپنے بالوں میں تھوڑی سی مٹی لگا لائی ہے۔

اماّں جان! اگر کوئی شخص اپنی معشوقہ کے تمثال مجسّم کو جو خود اُس کے ہاتھ سے تلف ہوئی ہو ہر وقت اپنے سامنے دیکھے تو کیا اُس کے دل میں مسرّت اُس کے چہرے میں کشایش باقی رہے گی جس وقت ملکہ میرے سامنے ہوتی ہے تو میں یہ تمیز نہیں کرسکتا کہ میں دنیا میں ہوں یا آخرت میں۔ نیرّہ جب سے دُنیا سے گئی ہے میں بستر کو مزار سمجھتا تھا، لیکن یہ کیا ہوا کہ اُس مزار میں ہر رات مجھے اپنی بغل میں ایک مُردے کو لینا پڑتا ہے۔ اگر کوئی مُردہ کسی شخص کے سامنے چلتا نظر آئے یا اُس کے سامنے وہ باتیں کرے، تو بڑے سے بڑا بہادر اپنی عقل کو کھو بیٹھتا ہے۔ غور فرمائیے اگر کسی کے خیال میں کسی کے نظروں کے سامنے، ہر لمحہ یہی منظر ہو، وہ کیسے اسے برداشت کرے۔ دیکھئے اس ذکر نے میرا کیا حال کر دیا، بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا، رونگٹے کھڑے ہوگئے میرے سامنے مُردہ چلنے پھرنے لگے یا مجھ سے باتیں کرے تو میں ڈرنے والا نہیں، انشاءاللہ نہ مرے رونگٹے کھڑے ہوں، نہ میرے جسم میں لرزہ پیدا ہو لیکن آہ! نیرّہ جس کی ادنیٰ خوشی کے لئے اپنی جان پیش کرتا، جسے میں سب سے بڑی دولت خیال کرتا تھا اُسے میں نے اپنے ہاتھ سے تلف کیا، اس کے بعد بھی میں اپنے کلیجے میں خنجر کھبو کر، اپنے تئیں اس عالمِ مُصیبت سے

چھڑا نہیں سکتا۔ زندہ رہکر زندگی کی مسرّت سے محروم رہنے کے لئے مجبور ہوں احساس فرض مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں اس مصیبت بھری زندگی کو جھیلوں مگر فلک اسی پر بس نہیں کرتا۔ اُسے گویا میری مصیبتوں سے ایسا لطف آتا ہے کہ جیسے کسی کو جہنم میں ڈال کر، جہنم کی دیواروں پر باغ جنت کی اُس کے سامنے تصویر کھینچی جائے، وہ ہر وقت ایک ایسی ہستی کو میرے سامنے پھراتا ہے جو ہر وقت مجھے میرے ہاتھ سے چھینی ہوئی نعمت سعادت و مسرّت کو یاد دلائے۔

زاہدہ۔ اللہ نے آپ کی اُس معشوقہ کا عینی بدل بھیجدیا جسے آپ اس قدر چاہتے تھے اور جس کے چلے جانے کا آپ کو اتنا رنج تھا گویا آپ حیات ابدی سے محروم کر دیئے گئے۔ یہ خدا کا احسان و کرم اور اُس کی شان ہے کہ جس تمثال حسن کے آپ اس قدر والہ و شیدا تھے، اُسے پھر گویا آپ کے پاس بھیجدیا۔ کیا یہ روا ہے کہ فلک کی اس رعایت عظیم کو آپ ایک ناقابل برداشت مصیبت خیال کریں۔

جلال الدین۔ امّاں جان! نیرہ کا نازنین جسم جسے میں نے اپنے ہاتھ سے سپرد خاک کیا، نہ معلوم اب کس حال میں ہے؟ اس کے حسین چہرے پر جب

نظر ڈالتا ہوں تو اُس کا خیال مجھ پر مستولی ہوتا ہے اور اس کی ہر بات، ہر ادا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیرّہ کی طرف سے اک مجسّم سرزنش ہے۔ اس کی نظریں، نیرّہ کی زبان بن جاتی ہیں اور مجھ سے کہتی معلوم ہوتی ہیں: ظالم ابھی ہے تیرا ادعائے محبت کہ تو مجھے مرتے دم تک چاہیگا۔ مجھے اور میرے معصوم جگرپارے کو، اس لئے اپنے ہاتھ سے تو نے سیلاب فنا میں غرق کیا کہ میری جگہ ایک دوسری کو لاکر بٹھائے۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہوا اُس کے بخارات سے پیدا ہوئی، اس لئے سانس لینا بھی مجھے گراں گزرتا ہے۔ نہ معلوم یہ بجلیاں تڑپتی تو ہیں، میرے سر پر کیوں نہیں گر پڑتیں، زمین میرے پاؤں کے نیچے پھٹ کر مجھے اسفل السافلین میں کیوں نہیں بھیج دیتی۔ میں کیسی مردود مخلوق ہوں کہ جیتا ہوں مرتا نہیں، موت بھی مجھ سے نفرت کرتی ہے اور میرے پاس آنے سے گریز کرتی ہے۔

زاہدہ ۔ میرے بادشاہ! ۔ ۔ ۔

جلال الدین (بات کاٹ کر) آپ غور کرتی ہیں میں نے کیا کہا۔ جلادوں تاتاریوں کے کندھوں پر یہ بوجھ نہ ہوگا۔ اُس ہستی کو جسے تو اپنی روح ثانی کہتا تھا یہ کہکے محو کر کہ تو اللہ کی راہ میں بہت بڑی قربانی کر رہا ہے، پھر اُس کے بعد دوسری کو لا۔ ارے ظالم کیا نیرّہ تجھے نہ چاہتی تھی۔ کیا تبریز تیرے ہاتھ نہ آتا

تو ملک خدا شیطانوں کے ہاتھ میں چلا جاتا۔ بدبخت!

زاہدہ۔ مقدراتِ الٰہی میں کون دخل دے سکتا ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہوا مگر میرے پادشاہ! کیا یہ مناسب ہے کہ آپ بیچاری مہرجہاں کو جو آپ کو دل و جان سے چاہتی ہے نا اُمید کر کے مار ڈالیں۔

جلال الدین۔ اُس بیچاری کی نہ کوئی قباحت نہ اُس کا کوئی قصور میں جتنا ہو سکے گا اتنا اپنے دل پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ جہاں تک ممکن ہوگا اُس کے فکر و واہمہ کو دُور کروں گا۔ امّاجان! آپ اطمینان رکھیں فلک نے بڑے اہتمام سے جس بلا میں مجھے ڈالا ہے وہ ایسی ہے جو اس شش ہزار سالہ دُنیا میں میرے لئے مخصوص کی گئی ہے۔ اس بلا میں ایک ضعیف عورت کو حصّہ دار کرنا اس پر متوقف ہے کہ میں بھی فلک کی طرح ظالم ہو جاؤں۔

زاہدہ۔ میرے پادشاہ! خدا آپ کے رنجوں کو، دُنیا کی عظیم ترین مسرّتوں میں تبدیل کرے۔

مجلس چہارم

اشخاص سابق اور ایک کنیز

کنیز۔ دروازے پر حضور کا کوئی غلام کھڑا ہے۔ کہتا ہے ضروری کام ہے

حضور کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔

جلال الدین۔ کون ہے؟

اورخاں (باہر سے) میں ہوں حضور کا غلام، اے میرے پادشاہ! اک ضروری واقعہ قابل عرض ہے۔ اس لئے حضور کو تکلیف دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

جلال الدین (زاہدہ سے) اماں جان! تشریف لیجائیے۔ جہاں تک ہوسکے ملکہ کو تسلّی دیجئے۔ میں بھی حتی الامکان کوشش کروں گا۔ اطمینان رکھیے۔

زاہدہ (جاتے ہوئے) بیچاری بدبخت عورت! اُس کے نصیب میں یہ تھا کہ اُن جھوٹی باتوں پر جو تسلّی کے لئے جائز شمار کی گئی ہیں، اعتبار کرکے زندگی گزارے (جاتی ہے)

مجلس پنجم

جلال الدین۔ اورخاں

جلال الدین - اورخان اندر آؤ۔ کون ایسا کام ہے جس کا مجھ سے اس وقت ذکر کرنا ضروری خیال کیا گیا۔

اورخان ۔ میرے بادشاہ! حضور کا غلام کسی وقت پیام آور مصیبت بننا نہیں چاہتا مگر کیا کروں کہ فرض مجھے مجبور کرتا ہے۔ حضور کے بھائی نے ابھی ابھی ملک نصرت کو زخمی کیا ہے۔ حضور کا کیا حکم ہے؟

جلال الدین ۔ غیاث الدین نے ملک نصرت پر ہاتھ اُٹھایا! قہرِ خدا کی ہزاروں بجلیاں اُس کے سر پر گریں وہ اپنی تلوار کا تجربہ مسلمانوں کے جسم پر کرتا ہے۔ چنگیز کی فوج میں داخل ہونا چاہتا ہے ایسی حالت میں وہ میرا بھائی ہوگا! انسان جب ایسے خاندان میں پیدا ہونے کا خیال کرتا ہے تو اُسے حسرت ہوتی ہے کہ میں کیوں کتے یا بچھو کی جنس سے نہ ہوا۔ دشمن سے لڑتے وقت کتا اپنے ساتھی کو نہیں کاٹتا۔ بچھو اپنے ہمجنس کو ڈنک مار کے بقیہ مخلوق کو خوش نہیں کرتا۔ اُس نے ملک نصرت کو کب زخمی کیا؟ ملک نصرت مر گیا؟ قاتل کہاں ہے؟

اورخاں ۔ اُس نے ابھی مارا ہے۔ ملک نصرت ابھی مرا نہیں ہے مگر بظاہر اُس کی زندگی کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ شہزادہ خیمے کے گرد پھر رہا ہے اور حضور کے عفو کا اُمیدوار ہو کر فرمان ہمایوں کا منتظر ہے۔

جلال الدین ۔ کیا میرے پاس خون میں ہاتھ رنگے ہوئے آنا چاہتا ہے؟

کیا مجھ سے عفو کا خواستگار ہی؟ وہ خجالت سے زمین میں کیوں نہیں دھنس جاتا تاکہ دنیا اُس کے بوجھ سے ہلکی ہو؟ کیوں ایک قدم جہنّم کے اور قریب نہیں ہو جاتا؟

مجلس ششم

اشخاص سابق ۔ غیاث الدین

جلال الدین (غیاث الدین سے) آ، انسان کی نسل سے خونخوار جانور۔ آ، محل شاہی میں پرورش پایا ہوا ڈاکو۔۔ آ، قاتلوں کے پادشاہ! تو کسی سے شرماتا نہیں، مگر کیا تجھے خدا سے بھی شرم نہیں آتی (نہایت زور سے بجلی کی کڑک سُنائی دیتی ہی، اُس کے بعد ایک اور مہیب آواز پیدا ہوتی ہے) یہ کیا آواز تھی؟ کیا خدا ہم پر پتھر برسا رہا ہی۔

اورخان (دروازے میں سے باہر نظر ڈال کر) میرے پادشاہ! پہاڑ کے ایک ٹیلے پر بجلی گری ہی۔

جلال الدین ۔ اے آتشِ قہر! تو شہیدوں کی ہڈیوں سے کیا چاہتی ہی ایسی ایسی ہستیاں ہیں کہ تو تو کیا اگر اُن کے سر پر جہنّم بھی آ پڑے تو اُن کے کیے کی کافی سزا نہو (غیاث سے) پتھر کے بُت کی طرح خوفناک، خوفناک صورت بنائے

خاموش کیا بیٹھا ہی۔ کہو تو یہ تم نے کیا کیا؟

غیاث الدین۔ میرے بادشاہ! کیا عرض کروں۔ میرے پاس کوئی عذر نہیں کہ حضور میں پیش کروں۔ نشہ کے عالم میں اک خطا سرزد ہو گئی۔ اپنے کیے پر نادم ہوں؛ میں کیوں اس دنیا میں آیا۔ کیا کروں، اعادۂ مافات ممکن نہیں حضور سے عفو کی التجا کرتا ہوں۔

جلال الدین۔ دیکھو اس بے ادب کو۔ اسے اس بات سے شرم نہیں آتی کہ اس کا عذر گناہ، بدتر از گناہ ہے۔ شراب ہر شخص کے لئے حرام ہے مگر تم جیسے دنی الطبع آدمیوں کے لئے تو بمنزلہ کفر کے ہی۔

تو کس مُنہ سے عفو کا ملتجی ہے۔ شرم نہیں آتی۔ اپنے قاتل ہونے کا نشہ کے اوپر الزام رکھتا ہی اور مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ کیا مجھے وہ واقعہ یاد نہیں ہی جو تبریز کے قریب تو نے ایک بیچارے سپاہی کے ساتھ کیا تھا۔ تو اپنی عمر میں کبھی اپنے کینہ و غضب کو نہیں بھولتا، کیا تو یہ اُمید کرتا ہی کہ ہر شخص تیری بدکاری اور تیرے جُرموں کو بھول جائے گا۔ تو نے جن شہیدوں کو دار آخرت میں بھیجا ہی کیا تو سمجھتا ہے کہ میں ایک ایک کرکے اُن کے مزار تجھے نہ دکھاؤں گا تجھے اپنی شہزادگی پر گھمنڈ ہے کیا تو خیال کرتا ہے کہ جو خوارزم شاہ کے نسل سے ہو

وہ خون آشام بھی ہو؟ میں تجھے بتاؤں گا کہ جو شہزادگی کے بلند مرتبہ سے
گر کر قاتل کے ذلیل درجہ پر آپڑے ہیں اُن کے جسم کیسے ٹکڑے ٹکڑے
ہوگئے ہیں۔ تجھے میں وہ اذیتیں دے کر ماروں گا جو الموط کے حشیشیں اور
تاتار کے جلادوں کے ذہن میں نہ آئیں تاکہ قیامت تک تو ایک دہشت انگیز
عبرت ہو۔ کمینہ! تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ملک نصرت نے گرجستان
کی لڑائیوں میں دین اور دولت کی وہ خدمتیں کیں جو ایک زبردست فوج
سے زیادہ تھیں۔ اُس نے تنہا صفوں کو اُلٹ دیا چند ہمراہیوں کو لے کر
قلعے فتح کیے۔ چند نفر سپاہیوں سے پورے لشکر کو درہم برہم کر دیا۔ چند
ہزار فوج سے ملک کے ملک لے ڈالے ہزار ہا لکھو کھا دشمنوں کے مقابلہ
میں ایک خطرہ سے دوسرے میں اُس نے اپنے تئیں ڈالا لیکن موت اُس کے
جسم کا بال بیکا نہ کر سکی۔ تو نے ایک خنزیر کے کینہ، ایک چیتے کی وحشت کے
ساتھ ملّت کو ایسے قہرمان سے محروم کر دیا۔ خائن! تو نے اسلام کے مضبوط
ترین قلعہ کو گرا دیا۔ میں تیرے سر کو پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔ تیرے
دماغ کو زمین پر پراگندہ کروں گا۔ ملعون! تو نے دین کی سب سے قیمتی تلوار کو
توڑا ہے۔ تیرے گوشت کو گرم چمٹوں سے نچواؤں گا۔ اگر ان اذیتوں سے

بچنے کے لئے تو اپنے تئیں جہنم میں بھی ڈالنا چاہے تو تجھے وہاں تک پہونچنے کے لئے راستہ نہ دیا جائے گا۔

غیاث الدین۔ اے میرے پادشاہ! رحم۔ رحم

جلال الدین۔ یہ قاتل جب انسان کو مار رہا تھا اُس وقت رحم اُس کے دل میں نہ آیا۔ اپنی جان بچانے کے لئے رحم رحم پکارتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ میں اپنے تئیں خود ہلاک کر دوں۔ مجھے اتنا غصہ آتا ہے۔ جا تو اس وقت تو قیدخانہ۔ بیڑیوں۔ عقرب۔ اور جلاّدوں میں جا۔ وہاں تجھے رحم ملے گا۔

مجلس ہفتم

اشخاص سابق۔ زاہدہ۔ مہرجہان

زاہدہ۔ (برقع اوڑھے ہوئے اور اُسی کی طرح بُرقع اوڑھے ہوئے مہرجہان کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے داخل ہوتی ہے) آ میری بیٹی۔ دو عورتیں ایک جگہ ہوکر اپنا دردِ دل بیان کریں۔ تو شاید بیجان مخلوق اور بےحس مصنوعات بھی رحم کے جذبہ سے متحسس ہو جائیں گے۔

مہرجہاں۔ آئی اماں جان آئی (اپنے دل سے) الٰہی، ہم کس مصیبت کے

زمانے اور کس ترحم انگیز حالت میں ہیں کہ میں جس سے اپنے درد دل کا علاج چاہتی ہوں وہ خود مجھ سے زیادہ غم واندوہ میں مبتلا ہوتا اور خود مجھ سے علاج کا طالب ہوتا ہے۔

جلال الدین۔ تم کہاں سے نکل آئیں؟ کیا اب انتظام سلطنت عورتوں کے مشورے اور عورتوں کے حکم سے کروں۔

زاہدہ۔ تو یہ تو میرے بادشاہ! مشورہ اور حکم نہیں، استرحام و نیاز اے میرے بادشاہ! میں ایک ماں ہوں، میں حضور کے مبارک قدموں کو لپٹ کر روؤں گی اور اس قدر روؤں گی کہ یا تو میرا رونا حضور کے دل پر اثر کرے گا یا میری آنکھوں میں ایک قطرۂ گریہ، میرے جسم میں اک قطرۂ خوں باقی نہ رہیگا۔ میں اپنی التجا کی تائید کے لئے اپنے ساتھ اک فرشتہ بھی لائی ہوں۔ فرشتہ جہاں جاتا ہے وہاں رحمت برستی ہے، اس لئے اُسے بھی ساتھ لائی ہوں (زمین پر گر کر) میں آپ کے قدموں پر گر گر، اپنے آنسوؤں سے زمین کو اور حضور کے قدموں کو تر کر رہی ہوں، کیا حضور میرے آنسوؤں کو خون سے ڈھکیں گے؟ اگر کوئی سانپ بھی گھسٹتا، گھسٹتا، موت سے اپنے بچے کو بچا لینے کے لئے آئے، تو اُس کا سر کچلنا شایان مردانگی نہیں میں

ماں ہوں۔ اے میرے پادشاہ! میں ایک ایسی ہستی کی جان بخشی چاہتی ہوں، جو میرے جسم سے نکلی، میری رُوح سے جُدا ہوئی ہے۔ دو شخصوں میں سے ایک مجرم ہو، تو کیا آپ پسند کریں گے کہ دونوں کی جان لے لی جائے۔ اگر میرا بیٹا اس جہان سے جائے گا تو میں بھی اُس کے ساتھ جاؤں گی۔ حضور کو معلوم ہے کہ میرا اس کے سوا اور کوئی قصور نہیں کہ اُس کے دُنیا میں آنے کا سبب ہوئی۔ آہ! اپنے جگر پارے کو موت کے خطرے میں دیکھکر، میں ہر لمحہ عذاب آخرت سہ رہی ہوں۔

جلال الدین۔ والدہ صاحبہ! آپ کو اندازہ ہی کہ آپ مجھ سے کیا چاہ رہی ہیں۔ کیا خواہش کر رہی ہیں؟

زاہدہ۔ میرے پادشاہ! میں نہیں جانتی۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میرا لڑکا موت کے خطرے میں ہی اس کے سوا کچھ نہیں جانتی اور نہ کچھ جاننے کا اقتدار رکھتی ہوں۔ میرے پادشاہ! اپنی آنکھیں دوسری طرف نہ پھیریئے شریعت، توبہ توبہ چنگیز بھی اب اس بات کو منع نہیں کر سکتا کہ ایک بدبخت والدہ اپنے بچے کے لئے روئے، اپنے جگر پارے کے لئے رحم کی التجا کرے ماں پن کیا چیز ہے آپ کیا اس سے واقف نہیں؟ میرے پادشاہ! میں

جس وقت غیاث کو جنی اُس وقت اُس کی آنکھ کی پہلی جھپک کی جاذبیت، اس کے ہونٹوں کے پہلے تبسّم کی لطافت اگر میں نے نہ دیکھی ہوتی تو اس کے جسم کے اپنے جسم سے علیحدہ ہوتے وقت میں مر چکی ہوتی! اولاد کی محبت، اولاد کی دلسوزی کیا چیز ہے یہ آپ نہیں جانتے؟ ہاں آپ جانتے ہیں. آپکا بھی ایک جگر پارہ تھا آپ نے اُسے اپنے مقصد عالی کی راہ میں فدا کر دیا۔ ابراہیم کی طرح اللہ پر قربان کر دیا۔ آپ مرد ہیں آپ اس پر مقتدر ہو سکتے ہیں آپ یہ کر سکتے ہیں، ہم ضعیف ہیں، عاجز ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ اے میرے پادشاہ! اللہ بھی ایسے امتحانوں میں باپوں ہی کو مبتلا کرتا ہے ماؤں کو نہیں! جلال! جلال! جمالِ الٰہی کی حرمت کا واسطہ مجھ پر رحم کیجئے۔ دیکھئے میں کیا ہذیان بک رہی ہوں ایک قاتل کو عدالت کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے خدا کے کلام کو زبان پر لانے کی جرأت کر رہی ہوں نہیں نہیں مجھ میں اس کا اقتدار نہیں غیاث مجھے بھی اپنی طرح ملعون کر دے گا (اپنے سر کو جلال کی طرف پھرا کر، انگلیوں سے غیاث کی طرف اشارہ کر کے جو وہاں کھڑا ہے) قاتل یہاں ہے میں جانتی ہوں میں ڈرتی ہوں کہ اُس کی طرف دیکھوں گی تو میری آنکھوں میں خون کے وہ قطرے پھریں گے۔ جو اُس نے بہائے ہیں۔ لیکن میرا دل

کہتا ہے، عذاب آخرت کو اُس کی جگہ میں جھیلوں گا۔ جس طرح جب وقت وہ
میری گود میں لیٹا ہوتا تھا اُس کے جسم میں ایک قطرہ خون پیدا کرنے کے لئے
میری جسم کی تمام قوت اُمنڈ کے آجاتی تھی اسی طرح میں یہ چاہتی ہوں ایک
دقیقہ زندہ رہنے کے لئے وہ میری ساری عمر مجھ سے لے لے۔ وہ میری رُوح
سے نکلا، میرے جسم سے جُدا ہوا ہے اور جُدا ہوتے وقت میرے تمام حسیاتِ
قلب اپنے ساتھ لیتا گیا ہے میری تمام اُمیدوں نے اُسی میں شکل اختیار کرلی ہے
آپ سے یہ کس طرح ممکن ہوگا کہ میری ۲۴ سال کی عمر کی ہر قسم کی لذت ومسرت
کو ایک دقیقہ میں مجھ سے چھین کر اس کی عوض میں ایک مایوسیت زندانی ایک
ایک اذیتِ مزاری دیں۔ آہ جلال! تیرا دل نورِ شفق سے بنایا گیا تھا۔ اِک
نفسِ آہ سے شمع کی لَو کی طرح لرزنے لگتا تھا۔ آج کیوں پتھر ہوگیا میری اتنی فریادو
کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ الٰہی! الٰہی! میری زبان کو قدرت عطا کر کہ میری دلی
رنج والم کو اک ذرہ برابر تو بیان کرسکے؟ جن بلاؤں کا ایک لمحہ تصوّر کرنا مجھے
سرتاپا گریہ کردیتا تھا آج گھنٹوں وہ میری نظروں کے سامنے ہیں۔ اے میرے
پادشاہ! اپنے بیٹے کی زندگی میں آپ سے چاہتی ہوں۔ اے میرے پادشاہ
رحم رحم۔ پہلے مجھے مار ڈالئے، تاکہ اُس کے تلف ہونے کا تصور نہ کرسکوں (مہر جہاں سے

بیٹی، تم بھی اپنی نظروں کے سامنے ایک ماں کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے
دیکھ رہی ہو اور تمھیں رحم نہیں آتا۔ میری مدد نہیں کرتیں۔ اے میرے اللہ!
میرے لئے آسمان سے کس قدر لعنت برس رہی ہے کہ ملائکہ رحمت بھی میرے
حال پر ترس نہیں کھاتے۔ آہ! شکاری بھی، وہ شکاری جن کے نزدیک جان
لینے سے بڑھکر کوئی مشغلہ لطف انگیز نہیں، کسی لومڑی یا بھیڑیئے کے بچّے کو جس وقت
کہ وہ اپنی ماں کے پاس ہو، مارنے کی سنگدلی نہیں کرتے۔ لیکن یہ لوگ اک عورت
کے جگر کے ٹکڑے کو، اُس کی آنکھوں کے سامنے گھسیٹ گھسیٹ کر جلاد کے پاس
لیجائیں گے اور مار ڈالیں گے (روتے روتے بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑتی ہی)

جلال الدین (غیاث الدین سے) اب تو تمہارا دل بھرا؟ قاتل جانور!
اپنے دینی بھائی کو شہید کرکے، اپنی ماں کو بھی رنج وغم سے ہلاک کر رہی ہو۔ دیکھو
اس کی سیر کرو۔ شاید تمہارے مکدّر اور غیظ آلود دل میں کشایش پیدا ہو، تمہاری
فطرت جو فلک کی طرح کینہ پرور ہے، غرق افتخار وابتہاج ہو۔ بیچاری عورت!

مہر جہاں (جلال کے قدموں پر گرکر) میرے آقا! میرے جلال! کیا اِس
عورت کو اُس کے حالِ زبوں سے رہائی دینا آپ کے اختیار میں نہیں ہی۔ ترحم
فرمایئے۔ اگر آپ اسے مار ڈالیں گے تو کیا اُس کی جان ملک نصرت کو مل جائیگی؟

ایک جان لیے جانے کے وقت اک جان بخشنا، آپ کی عظمت و مرّوت کے
شایاں ہے۔ میرے بادشاہ! ہم عورتیں ہیں۔ ہم میں قدرت نہیں کہ اپنے دل کی
حسیات پورے طور پر بیان کر سکیں۔ اپنے درد کو سمجھا سکیں۔ مگر آپ سمجھتے
ہیں۔ ہماری زبان، ہمارے درد دل کو بیان نہ کر سکے۔ اس بیچاری ماں کو
دیکھیے ہمارے حال کی یہ تصویر ہے۔ دنیا کا غمگین ترین، جگرسوز ترین الم،
آپ کے سامنے مجسم زمین پر پڑا ہے! اس پر رحم کیجیے۔ آپ کو آپ کے دین،
آپ کے مقصد عالی کا واسطہ۔ اُن دو مقدس شہیدوں کی مٹی کا واسطہ جنھیں
آپ نے اپنے دین کی راہ میں اپنے ہاتھ سے اللہ پر قربان کیا۔

جلال الدین (شدتِ تاثیر کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے، اپنے
دل سے) آہ ایک خائن کی دلسوزی! ان دونوں میں سے ایک کو مارے
ڈال رہی ہے۔ دوسری مجھے اس حال پر لے آئی ہے کہ میرے دل کا ہر ایک
جذبہ میرے چہرے پر عیاں ہو جائے۔ اُف! مستعار چہرہ اور حالت بنانا
انسان کے لیے اس قدر مشکل ہے جیسا اپنی زندگی کو ترک کر کے کسی دوسرے
کی زندگی بسر کرنا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک مزار کی شکل میں تبدیل
ہو گیا ہوں (مہرجہاں سے) ملکہ! تم اپنی باتوں کو اس قدر بے تاثیر اور

میری والدہ کے آنسوؤں کو اس قدر بے اثر خیال کرتی ہو کہ میرے دل کی اُن حیات کو جنھیں میں دل کے پوشیدہ ترین گوشوں میں دفن کرنا چاہتا ہوں، باہر نکالنا چاہتی ہو۔ کیا تم خیال کرتی ہو کہ تمہارا ایک کلمہ اُن آنکھوں کا ایک آنسو، مجھے دنیا کا ہر کام کرنے پر مجبور نہ کرے گا؟ مگر میں کیا کروں؟ کیا میں فرمانِ الٰہی کو پورا کرنے سے باز رہوں؟

مہر جہاں۔ اے میرے بادشاہ! کیا یہ ممکن ہے کہ جان بخشنا حضرت ارحم الراحمین کی رضا کے خلاف پڑے گا؟

جلال الدین۔ مہر جہاں! کیا تم نہیں سمجھتیں؟ میں اسے مارنے والا نہیں، شریعت قصاص طلب کر رہی ہے۔ میں شمشیرِ الٰہی کے سامنے کس طرح سینہ سپر ہو جاؤں، اور ایک قاتل کو اُس کی جزا سے باز رکھوں؟

زاہدہ (پریشان حال سے) الٰہی! رحم بس تجھ میں باقی رہ گیا ہے۔ تیری قدرت پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ ہم اپنے رذالتوں کے باوجود تیری ہی بارگاہ میں اپنی فریاد لیجا سکتے ہیں (روتی ہوئی زمین پر گر پڑتی ہے)

مہر جہاں۔ اے عورت! اللہ سے اُمید منقطع نہ کر۔ دریائے رحمت انسانی خون کی طرح خشک نہیں ہوتا کہ ایک ماں کے آنکھوں سے نکلنے

واسطے گریۂ نیاز سے جوش میں نہ آئے۔

مجلس ہشتم

اشخاص سابق، ملک نصرت، سلیمان، خدّام

(ملک نصرت ایک چادر میں لپیٹے ہوئے لایا جاتا ہے۔ ایک طرف اُسے سلیمان پکڑے ہوئے ہوتا ہے)

ملک نصرت۔ لیچلو، مجھے بادشاہ کے قدموں میں لیچلو۔ اُس کے حضور میں مجھے ڈال دو۔ میرے بادشاہ! زخمی ہوں۔ میں کھڑا نہیں ہوسکتا۔ حضور ازراہِ مراحمِ خسروانہ مجھے معاف فرمائیں گے۔

جلال الدین۔ نصرت، نصرت! کیا مجھے تجھے اس حال میں دیکھنا تھا؟

ملک نصرت۔ حضور! گزشتہ پر افسوس کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اس میں افعالِ الٰہی پر ایک تعریض پیدا ہوتی ہے۔ میں نے جب سے اپنے تئیں خود پہچانا ہے وہ سب سے قریب دشمن جو مجھے ہمیشہ ملا ہے موت تھی۔ اکثر موت کے مشہور گزرگاہوں سے میرا گزر ہوا۔ آج نہ سہی، چند دن بعد اس عالمِ محنت سے زخمی ہوکر جانا آپ کے غلام کے مقدر میں تھا، اے میرے بادشاہ!۔

جلال الدین۔ آہ! یقین کر کہ جس نے تجھے دشمن کے مقابلہ میں شہید ہونے کی دولت سے محروم کیا، اُسے اللہ کی شریعت اس زندگی سے محروم کرے گی جسے وہ معادِ ابدی سے زیادہ چاہتا ہی۔

زاہدہ۔ آہ! اب میں کیا کہوں؟ وہ آدمی جس کی اس نے جان لی، سامنے پڑا ہی۔ یہ اپنے ساتھ میرے بیٹے کو بھی لیجائے گا۔

ملک نصرت۔ اے میرے پادشاہ! مجھے اس سے تعجب نہیں کہ حضرت ملکہ اپنی اولاد کو خطرے میں دیکھکر اپنے ضعیف قلب میں اس قسم کے خیالات کو راہ دیں، مگر مجھے اُمید ہی کہ ذاتِ ہمایوں کے دل میں میرے حق میں اس قسم کے خیالات جاگزیں نہ ہوں گے۔ کیا حضور کو اس کا شبہ بھی ہو سکتا ہے کہ ملک نصرت جان دیتے وقت، حضورِ الٰہی میں حاضر ہوتے وقت دنیا میں آخری کام اور دولتِ اسلام کی آخری خدمت یہ کرکے جائے گا کہ ایک مسلمان کی، اور خاص کر ایک مسلمان شہزادے کی جان لینے کی خواہش کری؟ سب گواہ ہوں کہ میں نے دنیا میں اور آخرت میں حضرتِ شہزادہ کو معاف کیا۔

جلال الدین۔ نصرت، نصرت! کیا خدائے تعالیٰ نے تجھے ایک وقت میں انسان اور فرشتہ دونوں پیدا کیا؟

ملک نصرت ۔ نہیں، میرے بادشاہ! میں ایک معمولی انسان ہوں، کیا انسانیت اتنی قربانی کی بھی روادار نہیں ہو سکتی؟ (غیاث سے) میرے ولی نعمت زادے! میں نے جان بوجھ کر آپ کی خدمت میں کوئی گستاخی نہیں کی، مگر نادانستہ اگر مجھ سے کوئی قصور سرزد ہوا، تو کیا حضور مجھے معاف نہ کریں گے؟ میں دنیا سے جا رہا ہوں۔

جلال الدین (غیاث سے) تیرے دل کو کیا آتشِ لعنت نے راکھ کر دیا ہے یا شیطان کے ہاتھوں نے نکال پھینکا ہے؟ تیرے جسم میں جو اک مجسّم غیض مضمر نظر آتا ہے۔ کوئی حرکت ظاہر نہیں ہوتی؟ تیرے منہ سے ایک لفظ نہیں نکلتا جس آدمی کو تو نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے تیری کافرکینی اور ملعون نخوت تجھے اجازت نہیں دیتی، کہ اُس سے کہے "میں نے معاف کیا"؟ تو اپنے دل کی ناپاکی سے اس قدر ڈر رہا ہے کہ اُس شہید کے قریب بھی نہیں پہونچ سکتا۔ جا اور اُس پاؤں کے تلووں سے اپنا منہ مل۔ اللہ تجھے غارت کرے، خائن! مجھے مجبور نہ کر کہ میں اپنے ہاتھوں سے تیرے مُردار جسم کو چھوڑ ل۔ اگر کہیں میں نے تیری گردن پکڑی تو یاد رکھ کہ اُن ملعونوں کی طرح جن پر سنگ ساری کی جاتی ہے تو اپنے تئیں گردن تک زمین میں پائے گا۔

ملک نصرت۔ اے میرے بادشاہ! برائے خدا، میری خاطر حضور اظہار ناراضگی فرما کر مجھے اس دنیا میں غمگیں نہ بھیجئے۔

زاہدہ (غیاث سے) آہ! میں پاگل ہو جاؤں گی۔ اپنی بوٹیاں نوچ کھاؤں گی۔ لڑکے! میں نے دودھ کی جگہ تجھے خون سے پالا ہے۔ یہ چیتے کی فطرت تجھ میں کہاں سے آئی؟ کیا ٹک ٹک دیکھ رہا ہے؟ دل نرم کر۔ اس دیوانہ کو دیکھو! اسے اپنے اوپر بھی تو رحم نہیں آتا۔ اسے اس پر بھی رحم نہیں آتا کہ میں اس کے لئے ہر لمحہ میں ایک عذاب موت سہہ رہی ہوں۔ وہ شخص جسے اس نے اپنے ہاتھ سے ہلاک کیا ہے، اس قدر التفات ظاہر کر رہا ہے دنیا میں حیات، آخرت میں سعادت اسے دے رہا ہے، مگر اس کے منہ سے اک حرفِ ندامت اک کلمۂ تشکر بھی نہیں نکلتا! غیاث! تو کیا چپ کھڑا ہے؟ کیا تیرے دل کی جگہ پتھر رکھا ہے، تیرے منہ میں زبان کی جگہ ایک خون کا لوتھڑا رکھ دیا گیا ہے؟ کچھ کہہ تو!

غیاث الدین۔ مجھے اتنی مہلت تو دی ہی نہیں جاتی کہ میں ایک بات بھی منہ سے نکال سکوں میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ اس کی بھی تمھیں کچھ خبر ہے؟ وہ مجھ سے معافی مانگتا ہے۔ حالاں کہ اُسے معاف کرنا چاہیئے، لیکن اب ندامت سے

کیا فائدہ؟ اعادۂ ما فات ممکن نہیں کہ میں کچھ کرسکوں، ایک ذرہ برابر بھی معاوضہ دے سکوں۔

جلال الدین (اپنے دل سے) اس کے قدموں میں سکراتِ موت میں ایک آدمی پڑا ہوا ہی مگر اُس کی طبیعت میں ایک ذرہ برابر ہیجان نہیں پیدا ہوتا۔ انسان کے بجائے سنگِ مزار بنا کھڑا ہی۔ جو بات اس کی زبان سے نکلتی ہی۔ سنگِ مزار کے کتابہ کی طرح بے رُوح ہی۔

مجلس نہم

اشخاص سابق۔ نورالدین منشی

نورالدین۔ اے میرے پادشاہ! ہمارے ہراول کی فوج کے آدمی ابھی آئے ہیں۔ خبر لائے ہیں کہ تاتار کے پیش دستے سات گھنٹے کی راہ تک پہونچ گئے ہیں۔

اورخال۔ میرے پادشاہ! ہمارا موجودہ موقعہ خراب ہی۔ اگر ہم یہاں سے کوچ کر کے سامنے کے ٹیلے پر فوج کو نہ لے جائیں گے تو ہمارے لئے برا ہوگا۔

نورالدین۔ اُمرائے لشکر کو یہ خبر پہونچ چکی ہے کہ تاتاری قریب پہونچ

گئے ہیں۔ فوج نے خیمے اُکھاڑنے شروع کر دیئے ہیں۔ ہر شخص کوچ کے لئے فرمانِ ہمایوں کا منتظر ہے (طبل کی آواز سُنائی دیتی ہے)

ملک نصرت۔ میرے بادشاہ! یہ کیا ہے؟ کیا دشمن فوج پر حملہ کر رہا ہے؟

جلال الدین۔ تاتاری قریب آگئے ہیں ہم اپنی فوج کو اُن کے مقابلہ کے لئے لے جا رہے ہیں۔

ملک نصرت۔ (رُک رُک کے) اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔۔۔ اپنے آخری سانس کے وقت۔۔۔ دشمن کے اوپر۔۔۔ میں غلبہ دیکھوں گا۔۔ میری نظر نیچی نہ رہے گی۔۔۔ میری زندگی ایسی مسرت اور لذت میں ختم ہوتی۔۔۔ اللہ کی عنایت سے بھی مانگنے کی۔۔۔ جسارت نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ یہاں تک کہ دنیا میں۔۔۔ اس قدر مُروح کو۔۔۔ جسارت ہمت دینے والے۔۔۔ حُسن خاتمہ کا۔۔۔ تصور نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ (اُس کی آواز ہلکی ہوتی جاتی ہے، مگر اُس کو اونچا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے) آہ! میرے بادشاہ! اپنا داہنا ہاتھ مجھے دیجئے۔۔۔ گرجستان کے بادشاہ کو بازو کی قوت کو دکھانے۔۔۔ کے لئے اس گرجستان کے مغرور کو

جو صاحب ذوالفقار کو ڈھونڈھتا پھرتا تھا، اس گرجستان کے مغرور پادشاہ کو ایک وار میں دو ٹکڑے کرنے والے۔۔۔ اپنا داہنا ہاتھ مجھے دیجئے۔۔۔ آہ! تاکہ میں اُسے بوسہ دوں۔۔۔ اور آخرت میں۔۔۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے۔۔۔ کہ اسلام کی سیفِ حمیت۔۔۔ کہاں ہے، تو میں بتاؤں کہ وہ اپنے۔۔۔ ایک غضنفر ہیبت کے پنجۂ جلاوت میں ہے کہ جو۔۔۔ قپچاق کے خشک صحراؤں میں۔۔۔ اگر شکار کو نکلے۔۔۔ تو اپنے تیر کے خون کو۔۔۔ بحرِ ہند میں جا کر دھوتا ہے۔ اگر آسمان سے گردش کی شرط باندھے۔۔۔ تو اپنی تھکن کو دُور کرنے کے لئے قفقار کے چوٹیوں میں جا کے بیٹھ رہے۔۔۔ اُس ہاتھ کے نقش ہونٹوں پر لینے کے لئے حضور کے سامنے۔۔۔ گھسٹتا گھسٹتا آیا ہوں (جلال پس و پیش کرتا ہے) عنایت کیجئے۔۔۔ اے میرے پادشاہ! اپنے ہاتھ کو مجھ سے نہ کھینچئے۔۔۔ زخم نے میری تکلیف اس وقت بہت زیادہ بڑھا دی ہے۔۔۔ آہ! دشمن کی تلوار بھی تو نہ تھی۔۔۔ اپنے ہاتھ عنایت کیجئے۔ اے میرے بادشاہ! شاید اُس سے میرے اضطراب میں۔۔۔ کچھ سکون آئے۔۔۔ دیکھئے میرے پادشاہ! اس ہاتھ کے اوپر دستِ خدا کے سوا کوئی قوت۔۔۔ نہیں وہ مبارک ہاتھ۔۔۔ میرے ہونٹوں سے اگر

جدا ہو، تو اس وقت جدا ہو کہ میں کلمۂ شہادت پڑھ رہا ہوں۔۔۔ (جلال اپنا ہاتھ دیتا ہے نصرت اسے اپنے منہ کی طرف لے جاتا ہے۔ آنکھیں بند کرتا ہے ہر شخص پر اک سکون، اک حیرت طاری ہوتی ہے)

مہرجہاں (اپنے دل سے) محبت کی طرح عظیم الشان، محبت کی طرح دہشت بھرا عالم! جس طرح دو دل جب مل جاتے ہیں، تو ایک دوسرے پر فدا ہوتے ہیں، اسی طرح جب دو فکر متحد ہو جاتے ہیں تو ایسے ہی نشے، ایسے ہی اتحاد کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حالت کو دیکھو۔ اس وقت جلال دنیا کو اور نصرت آخرت کو بھولے ہوئے ہے۔ دونوں کی نظروں میں اس وقت دنیا و آخرت ایک دوسرے سے عبارت ہے۔ ان کے جسم ایک دوسرے سے چھوتے ہی، ان کی روحیں ایک دوسرے سے مل گئیں، ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو گئیں (آسمان پر نہایت شدت سے گرج کی آواز سنائی دیتی ہے خیمہ کے سامنے بجلی کی چکا چوند دکھائی دیتی ہے)

ملک نصرت (اس کی آواز اب زیادہ رک رک کر آتی ہے) آہ!۔۔ بجلی سے بھی۔۔۔ میری آنکھوں کے سامنے بارشِ نور ہی ہو رہی ہے۔۔۔ میرے جسم پر آہستہ آہستہ۔۔۔ اک راحت مستولی ہو رہی ہے۔۔۔ اے میرے

بادشاہ! چھ ہزار سال سے انسان کو۔۔ جس نے خوف سے تھرتھرایا ہے۔۔۔ وہ عذابِ موت۔۔۔۔ وہ سکرات کا عالم اس وقت مجھ پر ہے۔۔۔ اُس کا بھی انسان جلد عادی ہو جاتا ہے۔۔۔ لیجئے۔۔۔ سب، سب۔۔۔ گزر گیا۔۔۔ زندگی کے ساتھ۔۔۔ مگر عذاب۔۔ جینے میں ہی تھا۔۔ اس کے بعد راحت، راحت۔۔۔ امان۔۔۔۔ آہ!۔۔ کچھ نہیں، فکر نہ کیجئے۔۔۔ غالباً یہ پیغامِ اجل ہے۔۔۔ لا الٰہ الا اللہ۔۔۔ (تسلیم رُوح کرتا ہے)

جلال الدین۔ نصرت، نصرت! اس مرد کی غیرت، اس شہید کی سعادت پر نظر ڈالو۔ آخرت کو جاتے وقت اس نے اتنی تکلیف بھی نہ اُٹھائی جتنی دنیا میں آتے وقت اُٹھائی تھی۔

نور الدین۔ اے میرے بادشاہ! وقت ہاتھ سے جا رہا ہے۔ حضور کو معلوم ہے کہ اگر حضور کو آگے نہ دیکھے تو فوج جنت کی طرف بھی قدم نہیں بڑھائے گی۔

جلال الدین۔ اس شہید کو اس کی آخری منزل میں پہونچائے بغیر ہم کہاں جائیں؟

اور خاں۔ مُردے کو دفن کرنا، موت کے مقابلہ میں جانے سے زیادہ

باخیر و برکت نہیں۔ اس کام کو خدمتگاروں کے حوالے کیجئے۔ فقیروں کے کندھے تابوت اٹھانے کے لئے بادشاہوں کے کندھوں کے برابر ہیں

(ھر شخص آہستہ آہستہ جانا شروع کرتا ہی)

جلال الدین (خدمتگاروں سے) اس جنازے کو شہر میں لے جاؤ۔ کسی مناسب جگہ دفن کرو، مگر جہاں سب قبریں ہیں وہاں دفن مت کرنا۔ اس کے لئے علیحدہ تربت بناؤں گا۔ جس طرح وہ زمین پر فرد تھا، زمین کے نیچے بھی فرد رہی گا۔ لڑائی کے بعد اگر فرصت ملی اور دست ہائے مروت اس کے لئے ایک ایک پتھر بھی لائے تو انشاء اللہ اس کی تربت کا گنبد آسمان سے باتیں کرے گا (گرج کی آواز، بجلی کی چمک زیادہ ہوتی ہے۔ آہستہ اور ایک ہیچ شانہ انداز سے غیاث الدین کے قریب آ کے) ان خوفناک آوازوں کو سن رہے ہو، جو زمین کو ہلا رہی ہیں، آسمان کو دہلا رہی ہیں؟ خدا کا زلزلۂ قہر اور صاعقۂ غضب ان سے بھی بڑھکر ہوتا ہی۔ ظالم کی عزلت سرائے اقبال اگر کوہِ البرز کی طرح آسمان تک بلند ہو، ایک ضرب میں سیلاب کی طرح زمین پر آ رہے گی اگر خائن کی اساس دولت زمین کے طبقاتِ اسفل میں دھنسی ہوئی ہو، پھر بھی ایک تھپیڑا اُسے طوفان کی موجوں کی طرح آسمان تک پھینک دے گا

(زور سے) خدا سے ڈر! (ایک نظرِ حقارت سے غیاث الدین کو سر سے پاؤں تک دیکھتا ہی اور سیدھا دروازے کی طرف جاتا ہی) بدبخت!
(جلال باہر نکلتا ہے۔ لوگ منتشر ہو جاتے ہیں)

غیاث الدین (زاہدہ سے) امّاں جان! تم میرے کیمپ میں آؤ اگر نہ آوگی، تو مجھے کھو بیٹھو گی۔

زاہدہ (اس طرح غیاث کو دیکھکر۔ جیسے کوئی خواب سے بیدار ہو کر دیکھتا ہی اور اپنی پریشان آنکھوں کو اُس کے چہرہ پر گاڑ کر) کیوں؟ آہ .... کیوں تیرے چہرے میں تاریکی پھر بڑھنی شروع ہوئی؟ دنیا کی رات تیرے ہی چہرے میں جمع ہو گئی ہی۔ نہ معلوم تو دنیا کی نظروں سے کس قسم کے جرائم کس قسم کے گناہوں کو چھپانا چاہتا ہے؟ (غیاث اور زاہدہ دونوں جاتے ہیں)

مجلس دہم

سلیمان۔ خدما

سلیمان (خدمتگاروں سے) آؤ، اپنے ولی نعمت کی آخری خدمت ہم ادا کریں۔ جنتِ اعلیٰ کے دروازے تک پہونچا کر ہم اس سے علیحدہ ہوں

(جھک کر میت کے قدم چوم کر) مَلِکؔ، مَلِکؔ! تم نے میری جان ایک دفعہ دشمن کی تلوار سے ایک ظالم کے پنجہ سے چھڑائی تھی۔ خدا نے مجھے اس کا اقتدار تو نہ دیا کہ میں اُس قرض کو ادا کرتا، دشمن تمہارے پیچھے سے آیا، تمہارے سامنے سے نہ آیا کہ میں دیکھتا تو اپنے جسم کو تمہاری سپر کر دیتا۔ قاتل کو تم معاف کرتے ہو۔ بادشاہ، امیر اس قتل کو بھول جائیں گے، مگر وہ خنجر جو تمہارے جسم میں کھبو یا گیا، وہ گویا میرے جسم میں کھبویا گیا، سلیمان تمہارے اس کرب کو نہ بھولے گا۔ موقع ملا، تو غیاث کو اس کی جانِ شیریں سے محروم نہ کردوں، تو میں اللہ کی رحمت سے محروم رہوں!

(جنازہ کو اُٹھاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

پردہ نہم

ایک میدان جنگ

مجلسِ اوّل

(جلال اک درخت کے نیچے، تلوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہے۔
ایک دستہ فوج اُس کے گرد جمع ہے نورالدین ذرا فاصلے پر ہے)

جلال۔ کس قیامت کا طوفان، کس بلا کا سیلاب تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ خدا کا دریائے غضب جوش میں آگیا ہے، اور دنیا کو ایک درخت کی طرح جڑ سے اُکھاڑ کے بہالے جائیگا۔

نورالدین (جلال کے قریب ہوکر) اے میرے بادشاہ! اس طوفان بارش میں بھی بجلی کی کوندنے یہ عالم کر رکھا تھا گویا فضا میں آگ لگ گئی ہے۔

جلال الدین (نورالدین کی طرف دیکھکر) مولانا، آپ یہاں تھے؟

نورالدین۔ میں لڑائی کی خبر لایا تھا تاکہ حضور کچھ تو آرام فرمالیں۔

جلال الدین۔ موقع جنگ سے جس وقت میں علیحدہ ہوا ہوں، اس وقت

تا تاریوں کی صفوں میں بہت تزلزل پیدا ہو چکا تھا۔

نورالدین۔ ہمارے میمنہ نے دشمن کے میسرہ پر سخت حملہ کر کے درہم برہم کر دیا تھا۔ ہمارے تیر پانی کی دھاروں میں برس رہے تھے، تلواریں بجلیوں کے ساتھ کوند رہی تھیں، اور تا تاری اُس کیچڑ میں جو اُن کے خون سے بنی تھی غائب ہو رہے تھے۔ انشاء اللہ آدھا گھنٹے سے زیادہ نہ گذرے گا، کہ ہماری فوج اُن کا منہ پھیر دے گی۔ اور بھنور کے خار و خاشاک کی طرح چکر دے کے ڈبو دے گی۔

جلال الدین۔ کہو میرا گھوڑا تیار کریں۔

نورالدین۔ اے میرے بادشاہ! حضور کے تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔ اڑتالیس گھنٹے ہو گئے، حضور کا بستر گھوڑے کی پیٹھ، اور حضور کا اوڑھنا ابرِ باراں ہے۔ کیا نقصان ہو گا اگر حضور تھوڑا سا آرام فرمالیں۔

جلال الدین۔ یہ آئینِ جنگ کے مخالف ہو گا۔ سردارِ فوج اگر پیچھے رہے، تو مغلوبیت اور شکست کے وقت پیچھے رہے۔ چلو ہم بھی چلیں، اک زبردست دھاوا ہم بھی کریں میدانِ جنگ، دین کا آخرت سے سب سے قریب کا دروازہ ہے۔ میدانِ جنگ میں دولتِ شہادت کے حاصل کرنے کے لئے بارگاہِ رب العزت

میں ایک اور عرضی پیش کروں گا۔

مجلس دوم

اشخاص سابق۔ ایک سپاہی۔ اُس کے بعد اور خاں

سپاہی (ہاتھ سے تلوار چھوڑ کر، دوڑتا ہوا آتا ہے) کیا آپ میں تاتاریوں کے برابر بھی رحم نہیں۔ کیا مجھے مار کر آپ میری بقیہ عمر کو اپنی عمر میں شامل کر لیں گے؟

اور خاں (اُس کے پیچھے سے دوڑتے ہوئے آکر، برچھی مار کر سپاہی کو گراتا ہے) جہنم واصل ہو، ملعون! زمین میں دھس جا! جن کے لئے تو نے اپنا دین فروخت کیا، کیا وہ تیری جان بچا سکتے ہیں۔ اب مجھے تیری ماں کی طرف سے شبہ ہونے لگا ہے۔

جلال الدین۔ اس قاتل کو پکڑو۔ تاتاریوں کی پلٹنوں کو چھوڑ کر، اپنے نیزے کو مسلمانوں کے سینوں میں کھبوتا ہے۔

اور خاں (جو اُسے پکڑنا چاہتے ہیں، ان سے مخاطب ہو کر) پیچھے ہٹو! کیا تم اُس آدمی کو جس نے اپنا فرض ادا کیا ہے، اک چور ڈاکو کی طرح پکڑو گے۔

نورالدین۔ اپنے تئیں سپرد کرو۔ کیا تم ہیں پادشاہ کی اطاعت کا خیال نہیں ہی؟

اورخاں۔ (سر سے مغفر، ہاتھ سے نیزہ گرا کر) پادشاہ کہاں تشریف فرما ہیں، مجھے اُن کے حضور میں لے چلو۔ ان لوگوں سے کہدو، میرے ہاتھ نہ باندھیں۔ میں قاتل نہیں ہوں سپاہی ہوں۔ اس وقت تک آسمان بھی میرا پنجہ نہیں پھیر سکا۔

نورالدین (لوگوں سے) اس سے تعرض مت کرو۔ لو تم حضور شاہی میں ہو۔

جلال الدین (اورخان سے) تم کیا چاہتے تھے۔ اس بیچارے کی کیوں جان لی۔

اورخاں۔ وہ مردود میرے بھائی کا بیٹا تھا، میرے پادشاہ اپنے ایمان کو پاؤں تلے روندکرتا تاریوں کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اپنے خاندان کی ناموس کی حفاظت کے لئے میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے کیفر کردار کو پہونچایا۔

جلال الدین۔ ہمارا میسرہ اپنی جگہ قائم ہے۔ اُس نے حملہ شروع

نہیں کیا، پھر کس طرح یہ آدمی تاتاریوں کی طرف جا سکتا تھا۔ فرض کیا کہ جانا چاہتا تھا، ایسے آدمی کا، اس طرف کیا کام۔

اورخاں۔ اے میرے پادشاہ! آپ کو کوئی ایسا وفادار آدمی نہ ملا جو آپ کے میسرہ کے حال کی آپ تک خبر پہونچاتا۔ اے میرے پادشاہ! مصیبت کی خبر رسانی، میرے نصیبے میں تھی۔ تاتاریوں کی داہنے فوج بلائے آسمانی کی طرح ہم پر آپڑی۔ آدھے گھنٹے سے زیادہ ہوا، ہم خون کے دریا میں پیر رہے ہیں، اور ڈوب رہے ہیں۔ تیروں کے ٹکڑے ہوگئے زرہیں، نیزے، تلواریں، خنجر ٹوٹ گئے۔ آپ کے سپاہی ہتیاروں کی جگہ اپنے دانتوں کو، ناخنوں کو، گھوڑوں کو، ہڈیوں کو، یہاں تک کہ ڈھالوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ ہمارا ایک ایک پیادہ، چالیس چالیس سواروں کا مقابلہ کر رہا ہی اور بہت سوں کا کام تمام کر رہا ہے۔ لیکن نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں، کہ ہم تلف ہو رہے ہیں۔ اللہ نے ہم کو زیادہ نہ کیا۔

جلال الدین۔ تاتاری کیسے زیادہ ہوگئے۔ کیا کہیں سے مدد پہونچ گئی۔

اورخاں۔ اے میرے بادشاہ! وہ زیادہ نہیں ہوئے، ہم گھٹ گئے۔

خدا غیاث الدین کو پہلی منزل تک نہ پہونچائے۔ اُس نے ہمارے دس سپاہی میں سے نو کو ساتھ لے کر سیدھا بغداد کا رُخ کیا۔ اس وقت اُدھر ہی کو جا رہا ہے۔

جلال الدین۔ آہ! کیا دنیا اپنے مرکز سے سرک کر، میرے سر پر آگری؟ میرا یہ حال ہو رہا ہے جیسے تشنج میں مبتلا بچّے کا ہو، اور وہ اپنے تئیں سنبھال نہ سکے۔ زمانہ غیرت مبرم چاہتا ہے، اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اک طرف کو جا پڑوں گا۔ ملعون نے، ناصر اور چنگیز کو بھی مات کیا۔ آہ! میں نے کیوں اُسے زندہ چھوڑا، کیوں دنیا کو اُس پلید ہستی سے پاک نہ کیا۔ دیکھتے ہو نور الدین، بعض مرتبہ رحم، انسان کو مرحمت الٰہی سے دُور رکھتا ہے۔ کیا میرا فرض یہ تھا کہ ایسے زندہ مرداروں کو جو صرف گڑھے میں پھینک دیئے جانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ یوں آزاد پھرنے دوں کہ دنیا میں اپنا زہر پھیلائیں؟ یا الٰہی کیا خنزیر بھی انسان کی شکل میں پیدا ہو جاتا ہے؟ کیا لعنت شکل اختیار کرتی ہے۔ تو خاندان شاہی میں نمودار ہوتی ہے۔ کیا تو نے ملعون کا قلب، شیطان کے سرمایہ سے پیدا کیا ہے۔ الٰہی، ایک آدھی گھنٹے کے لئے اُس مردود کو میرے ہاتھ میں دے پھر چاہے اس کے عوض میں میری زندگی، میری حیات ابدی مجھ سے لے لے۔ مگر رونے سے کیا ہوتا ہے،

اپنے تئیں مسخرہ بناتا ہے۔ میں پاگل بھی تو نہیں ہو جاتا، جہنم کو بھی تو نہیں چلا جاتا کہ اس عذاب، اس اذیت سے نجات پاؤں۔ خبیث نے ہابیل وقابیل کے واقعہ کو بھی بھلا دیا۔ قابیل تو صرف ایک جان کے پیچھے پڑا تھا اس نے میری جان چھوڑ کر مسلمانوں کی جان کا قصد کیا۔ جس طرح زندگی کے مقابلہ میں موت پیدا کی گئی، میرے مقابلہ میں غیاث پیدا کیا گیا ہے یا الٰہی، فطرت کا جگر شق ہوئے بغیر کس طرح، ایسے درندے جانور دنیا میں آتے ہیں۔ یا الٰہی، تیری دنیا میں ایسی خباثت کا ظہور ہوتا ہے، پھر بھی جہنم کے دہن سے دنیا پہ آگ نہیں برستی۔ ان گناہوں کی زمین کس طرح متحمل ہے، کیوں اسفل السافلین میں دھس نہیں جاتی؟ یا ربی! تیرے حوزۂ قدرت میں ایسی ملعنت کا ظہور ہوتا ہے، تو تیرا جلال کیوں اجرام کائنات کو ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کے نیست و نابود نہیں کر دیتا؟ آہ، والد مرحوم! جن باتوں پر میں نے آپ کو عیب لگایا تھا، فلک انھیں کی تقلید کرا کر مجھے سزا دے گا۔ عدم کی کون سے کونے میں، جہنم کے کون سے گوشے میں چلا جاؤں، کس شیطان کے بازو میں جا چھپوں، کہ اس دنیا میں پھر سے نجات پاؤں جو غیاث جیسے ہزاروں خائنوں کے بودار خون، اور سڑے

ہوئے جسم سے بنی ہے جس میں وہ مخلوق بستی ہے جو ایک دوسرے کے مُردے کو کھاتی ہے۔ میرے سر پر آفتاب جب تک رہتا ہے، مجھ پر قطراتِ اجل برساتا ہے، زمین جب تک میرے نیچے ہے، بوئے موت میرے چاروں طرف پھیلی ہوتی ہے۔ اُف! مسرت و راحت دنیا میں نہ آنے میں ہے۔ اک دفعہ دنیا میں آگئے، پھر موت بغیر چھٹکارا نہیں۔ آہ! میں بھی اب اُس کے پیچھے پہنچتا ہوں۔ قضا کی طرح اُس کے سر کو توڑوں گا۔ الٰہی اُس کے جسم کے ہر رونئیں کو علیٰحدہ علیٰحدہ اک جان دے تاکہ ہر جان علیٰحدہ علیٰحدہ نکالوں تاکہ دل کچھ تو تسلی پائے۔

اور خاں ۔ اے میرے بادشاہ! اب اُس تک پہونچنا ممکن نہیں۔ ہمارے اور اس کے درمیان تاتاریوں کی ایک زبردست فوج حائل ہے۔

جلال الدین ۔ اے اللہ! کیا تو نے تاتاریوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ دنیا میں جتنے مقصد نیک ہیں، ان تک پہونچنے میں حائل ہو جائیں؟ مجھے تو نے اتنے ملکوں کی بادشاہت عنایت کی، لیکن اتنی مہلت اور نہ دی جتنی (اور خاں کی طرف دیکھکر) اس معمولی سپاہی کو عطا کی۔ اُس نے اپنے شیطان کو واصل بہ جہنم کیا، میں ایک آدھ قلعوں تک بھی

نہیں پہنچ سکتا۔ اُف ایسی زندگی ناقابل برداشت ہے (اورخاں سے)
چلو، میرے سامنے چلو، تاتاریوں کی جہاں سب سے زیادہ کثرت ہے،
اس طرف چلو۔

اورخاں۔ اے میرے بادشاہ! اس طرف جانے سے کوئی فائدہ
نہیں۔ بے فائدہ موت کے آغوش میں جانا ہے۔

جلال الدین۔ میں موت کے سوا کس چیز کا متلاشی ہوں؟ دنیا
کے مکروہ چہرے کے داغہائے خباثت کو چھپانے کے لئے جاؤں گا

اورخاں۔ اے میرے پادشاہ! فوج کا مرکز، اس وقت تک
مستقل طور پر قائم ہے۔ اگر حضور وہاں تشریف لے چلیں تو ممکن ہے کہ خدا
ہمیں فتح احسان وعنایت کرے۔

نورالدین۔ نہیں مجھے نہیں چاہیئے، وہ فتح جو دو دن بعد غداری
سے برباد کردی جائے شیطانوں ہی کو ملے۔

اورخاں۔ اے میرے بادشاہ! حضور کا یہ کیا خیال ہے۔ کیا
حضور ملت اسلامیہ کو ناصر وغیاث کے حوالہ کردیں گے۔

جلال۔ نہیں! نہیں! اگر تو چاہے تو میرے تارہائے قلب کو

سانپوں کے دانتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرا ڈال، مگر ایسی بات نہ کہہ۔
آہ! چلو فوج کے مرکز کی طرف چلو، مرکز کی طرف! یہ تاتاری بلا کب
دفع ہوگی، کہ ناصر ملعون اور غیاث خنزیر کی نوبت آئے۔
(جلال، گھوڑے کے رکاب میں پاؤں رکھتا ہے، پردہ گرتا ہے)

پردۂ دہم

(کرمان میں ایک محل۔ رات، صبح کاذب ابھی شروع ہوئی ہی)

فصل اول

غیاث الدین۔ زاہدہ

زاہدہ (غیاث الدین سو رہا ہی اور خواب میں خوفناک طریقے سے چلّا رہا ہی) تجھے کیا ہو رہا ہی؟ کیا ظلمت کابوس اُس کے دل پر طاری ہی۔ آہ! مرجائے گا تو رونے کی مصیبت میرے اوپر پڑے گی غیاث! غیاث!

غیاث الدین (گھبراکر اُٹھتا ہی اور زور سے اپنے بستر سے اُچک کر اپنے ماں کے ہاتھوں کو پکڑ لیتا ہی) ہیں؟ تم کیا چاہتی ہو؟ کیا ہی؟ تم کون ہو؟ مجھے چھوڑ دو۔ کیا مجھے مار ڈالوگی۔

زاہدہ۔ تجھے کیا ہو رہا ہی، کیا تیرے دل کی کثافت اتنی ہوگئی کہ تیری ماں، تجھے جلّاد نظر آتی ہی۔

غیاث الدین (تھوڑی دیر ہکا بکا ہو کر ماں کے موںھ کو تکتا ہے) تم ہو؟ اُف! ٹھیرو، ذرا ایں دم تو لے لوں (کانپ کر) آف! نہ سوؤں گا' اس کے بعد پھر کبھی نہ سوؤں گا۔ پلکیں اک دوسرے سے ملنے کی کس طرح جرأت کریں گی (تلخی آمیز ہنسی ہنس کر) کہتے ہیں، نیند، وہ مثال روحانی ہے جو رحم مادر میں ہمارے ساتھ تھی اور پیدا ہوئی پھر بھی ہم سے جدا نہ ہوئی! کہتے ہیں نیند، وہ احسان الٰہی ہے، جو اس لئے عطا ہوئی ہے کہ انسان کی اُس قوت حیات کو دوبارہ دے جسے وہ دن کے تین چوتھائی حصے میں کھو بیٹھتا ہے۔ جو لوگ یہ باتیں کہتے ہیں، وہ کبھی نیند سوئے نہیں۔ سوئے ہونگے، مگر میری طرح نہیں سوئے اور میری طرح خواب نہیں دیکھے۔ مجھ میں جو قوت تھی، اس سب سے محروم ہو گیا۔ نیند میں تھوڑا وقت آرام سے گزرتا تھا' وہ بھی ہاتھ سے گیا۔ آف! نہ سوؤں گا۔ اس کے بعد واللہ نہ سوؤں گا۔ نہ سوؤں گا گیا، نہ سو سکوں گا۔

زاہدہ (اپنے دل سے) چونکہ اپنی ساری عمر تاریکی میں گزاری اس لئے شاید خدا تعالیٰ اسے نیند کے آرام سے بھی محروم رکھنا چاہتا ہے

(غیاث سے) تجھے کیا ہو گیا ہی؟ دیوانے لڑکے، نیند کو تو موت خیال کرتا ہی کہیں انسان نیند کو بھی بالکل چھوڑ دیتا ہی خوشی و راحت کیا تجھ سے بالکل دُور ہو جائے گی۔

غیاث الدین - نیند؟ نیند کو کسی کی ماں کیا، اُس کی آنکھ بھی خواب کی طرح نہیں دیکھ سکتی۔ تم کیسے دیکھ سکو گی؟ ایسے خواب کے آدھ گھنٹے کے عوض میں اگر عمر ابدی بھی دی جائے تو انسان قبول کرنے کی ہمت نہ کرے۔

زاہدہ (تعجب سے) کیا خواب؟ تم نے کیا دیکھا؟ کیا دیکھا؟ کیا خدا، تمھارے کئے کاموں کو جب تم آنکھ بند کرتے ہو دکھاتا ہی۔

غیاث الدین - یہ نہ کہو میرے کئے ہوؤں کو نہیں۔

زاہدہ - کیا معلوم۔

غیاث الدین - کیا معلوم نہ کہو۔ وہ میرے کئے کی سزا نہیں۔ جو میں نے دیکھا، وہ خواب تھا۔ تھا نہ؟ ہاں خواب ہی تھا۔ کہو تھا۔ تم مجھے پاگل کر دو گی۔

زاہدہ - تمھیں کیا ہو رہا ہی؟ پاگل تو تم خود ہوئے جا رہے ہو

تم خود جانتے ہو کہ جو تم نے دیکھا وہ خواب تھا۔ اب کیا تم خواب سے ڈرنے والے جوان ہو جاؤ گے؟

غیاث الدین۔ میرا خواب کس قسم کا خواب تھا، جانتی ہو؟ فضا میں یکایک ایک خوف ناک آواز پیدا ہوئی، جو زمین و آسمان پر چھا گئی۔ کائنات کا ہر ذرہ کانپنے لگا اور کانپ کانپ کر اک دوسرے سے جدا ہونے لگا۔ اتنے میں آتشیں قطروں کے دھوئیں میں سے ایک گردباد پیدا ہوا جس نے اجرام فلکی کو اک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا شروع کیا اور ہر ٹکڑے کو کرۂ زمین پر گرایا، جس سے زمین کے ہر منفذ سے آسمان تک آگ کے فوارے نکل کے پھیلنے۔ ان فواروں میں اس طرح دہکتے ہوئے سنگ مزار، جلتی ہوئی مردوں کی ہڈیاں نظر آتی تھیں گویا وہ تپتے ہوئے سورج کے ٹکڑے ہیں۔ آگ کی نہریں آسمان سے گر رہی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آگ کے اژدھے چلے آرہے ہیں۔ گرج کی خوف ناک آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ پہاڑ اکھڑ اکھڑ کر منتشر ہو رہے تھے سرخ زفت جہنمی خوف ناک صدائیں پیدا کر کرکے، بجلی کے ہزار دل

ٹکڑے برساکر دنیا پر پھیل رہا تھا۔ ایسے زبردست دھماکے کے ساتھ
کہ گویا بیخ بنیاد سے اُکھڑ جائے گی، ایک دنیا دوسری دنیا سے ٹکر
کھا رہی تھی۔ اس تصادم سے جو آوازیں پیدا ہوتی تھیں وہ خود
ایک دوسرے سے ٹکر کھاتی تھیں اور ہر صدمہ سے اک صدائے
خوف ناک پیدا ہوتی تھی، دنیا کا ہر اک ذرّہ، بڑھ بڑھ کر دراز ہو ہو کر
اک زنجیر برق بن رہا تھا۔ اوپر سے نیچے کرۂ زمین کی برابر آتش پارے
گر رہے تھے نیچے سے اوپر کہکشاں کی طرح بجلیاں جا رہی تھیں
یہ معلوم ہوتا تھا کہ دہشت نے شکل اختیار کر لی ہے بلکہ دنیا میں جو چیز
موجود تھی، وہ دہشت مجسم بن گئی تھی اور ان سب سے بلند تر اور ان
سب سے زیادہ خوف ناک، اک جان شگاف، عالم کو تہ و بالا کرنے
والی آواز آ رہی تھی (کمال خوف سے، اپنی انگلیاں کانوں میں دے کر)
ہائے وہ آواز اب پھر سنائی دینے لگی کیا فلک، سونے کی طرح،
جاگنا بھی میرے لئے حرام کر دے گا۔

زاہدہ۔ الٰہی توبہ! کیا تم نے اپنی کیفر کردار کے لئے، ایسی
سخت جہنم دیکھی ہے جس کے مقابلے میں اصلی جہنم جنت معلوم ہو۔

غیاث الدین ۔ نہیں نہیں اے عورت! یہ مت کہہ ۔کیا تو نے اُس جہنم کو دیکھا ہے جس کا نظارہ مجھے کرایا گیا ہے ۔ نہیں تو نے نہیں دیکھا مجھے پھر خوف نہ دلا ۔ وہ خواب ہی تھا، قیامت برپا نہیں ہوئی تھی ۔

زاہدہ ۔ میں جانتی ہوں، ملعون تو جس وقت برسرِ عناد ہوتا ہے اس وقت قیامت بھی آجائے تو باز نہیں آتا ۔ خدا کے غضب کے مقابلہ کرنے سے بھی تو نہیں جھجکتا ۔

مجلس دوم

اشخاص سابق ۔ ایک خادم

خادم ۔ حضور! کچھ لوگ خدمت میں باریاب ہونا چاہتے ہیں ۔

غیاث الدین ۔ آئیں ۔

زاہدہ ۔ غیاث! غیاث! نہ معلوم ملک نصرت کا خون تجھے یہاں لایا ہے یا کیا ہے ۔ جو خواب تو نے دیکھا ہے وہ اُن خائنانہ افعال کی سزا کا نمونہ ہے جن کا ارتکاب تو نے اپنے بھائیوں اور اپنے دین کے

خلاف کیا ہی۔ خدا انجام بخیر کرے (زاہدہ جاتی ہی)

غیاث الدین۔ یہ بھی اُس جانور کی طرح ہی کہ جو انسان کے چہرہ میں اگر کچھ حدت دیکھے تو مردہ کی طرح ٹھنڈا ہو جائے۔ اگر برودت دیکھے تو اس کی جان لینے کے لئے اُس چیتے کی طرح ہو جائے جس کے موہنہ کو خون لگ چکا ہی۔ خیر اس وقت میرے دل کے اضطراب کو کچھ تو سکون حاصل ہوا۔

مجلس سوم

(غیاث الدین۔ براق حاجب)

غیاث الدین۔ مرحبا امیر! آیئے تشریف لایئے۔ خیریت تو ہی۔ اس ناوقت تشریف لانے کا کیا سبب ہی۔

براق حاجب۔ اے میرے شہزادے۔ بلائیں آتے وقت، وقت کا انتخاب نہیں کرتیں کہ میں حضور کی خدمت میں پہنچنے کے لئے کوئی ساعت موزوں انتخاب کرتا۔

غیاث الدین کیسی بلا؟

براق حاجب - اے میرے شہزادے ایسی بلا جو اجل کی طرح بالکل غیر متوقع سر پر آ پڑی حضور کے بھائی جلال الدین نے شہر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ دو گھنٹہ سے اپنی فوج کے ساتھ قلعہ پر حملہ کر رہا ہے۔ اگر کوئی موثر تدبیر کوئی زبردست اتحاد ہم پیش نہ کر سکے اور اپنی فوج کو ایسے ہی عالم تردد و فتور میں ہم نے چھوڑے رکھا تو مجھے خوف ہے کہ وہ شہر کے دروازہ کو اپنے ضرب دست سے کھول دے گا اور اگر ہم میں سے ہر ایک کی ہزار جانیں بھی ہوں تو اُس کی شمشیر سے ایک بھی نہ بچ سکیگی۔

غیاث الدین - بھائی کو اسلام سے جو شدت کا تعلق ہے اُس سے فائدہ اُٹھانے سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔

براق حاجب - اے میرے شاہزادے۔ ایسے عوام فریب نمائشات سے دھوکا کھانا آپ کے ذہن و ذکا کے شایاں نہیں۔ لو فرضنا اگر آپ کا فرمانا صحیح بھی ہو۔ جلال ہمیں مسلمان ہی کب سمجھتا ہے۔ اُس کی نظر میں مسلمان تو وہ ہے جو تاتاریوں سے جنگ کرے۔ اب چونکہ ہم نے اُس کے خیال و عقیدہ کی پرستش نہیں کی تو ہم اُس کے نزدیک چنگیز کے

برابر مشترک ہیں ۔ اس کے علاوہ اُسے اپنے سامنے دولتِ دنیا نظر آ رہی ہی۔ آخرت کا کون خیال کرتا ہی۔ آپ کا بھائی اس زبردست سلطنت کو چھوڑ کر کیا اس اُمید پر تکیہ لگائے بیٹھا رہ سکتا ہی کہ تین گز قبر میں آرام سے لیٹے گا۔ ہم اپنی قوت تدبیر کو چھوڑ کر غیر کے اخلاق پر بھروسا کریں آپ اس بات کو یقین جانئے کہ ایک باا ثر اور قوی اتحاد کی اگر ہم نے بنیاد فوراً نہ ڈال دی تو ہمارے لئے کوئی چارۂ نجات نہیں ہی۔

غیاث الدین ۔ کیا کہہ رہے ہو اتحاد موجود ہی سلطنت قائم ہی۔

براق حاجب ۔ نہیں میرے شہزادے نہیں ۔ اتحاد کہاں ہے۔ فوج میں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں ۔ ہر شخص عین اُس وقت جب کہ دشمن کے تیر اور شمشیر کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو رہا ہی اُسے یہ فکر بھی رہتی ہی کہ داہیں بایئں سے اُس کے بھائی ہی خنجر اور چھرا اُس کے پہلو میں نہ بھونک دیں ۔ ابھی تک ہماری صفیں آراستہ نہیں ہوئیں تابع متبوع پہچانے نہیں گئے۔ حکومت دو قوتوں کے ساتھ نہیں کی جاسکتی

غیاث الدین ۔ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں ۔

براق حاجب ۔ عرض کروں ؟ اس قدر پر خطر زمانے میں

بادشاہت کے لئے محض شاہزادگی کافی نہیں اس کے انتظام کے لئے ایک ایسے فکر کی ضرورت ہے جس میں کچھ نہیں تو پچاس برس کا تجربہ تو جمع ہو گیا ہو، ایک دل کی ضرورت ہے کہ جو اقلاً تیس چالیس فوجوں کا مقابلہ کر چکا ہو میں اگر اتابک کی جگہ ہو جاؤں تو آپ کے لئے ایک ایسی سلطنت قائم کروں کہ جس پر آپ باطمینان حکمرانی کر سکیں اور اصل تو یہ ہے کہ اشتراک منفعت سے ایک دوسرے پر بھروسا حاصل ہوتا ہے۔ دنیا میں قرابت سے زیادہ میں نے اور ایسی چیز نہیں دیکھی جو منفعت بڑھاتی ہو۔ آپ اور آپ کے بھائی کے درمیان جو معاملات ہیں آپ اُن کا خیال نہ کیجئے۔ جس طرح قرابت جانبین کی محبت کو مستحکم کرتی ہے اُسی قدر بعض حالات میں افتراق و نفرت کا باعث بھی ہوتی ہے۔

غیاث الدین۔ آپ کس قسم کی قرابت سے بحث کر رہے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا۔

براق حاجب۔ حالانکہ جس قرابت کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ وہ بالکل عیاں و ظاہر ہے۔ آپ نے اِس بات کو خیال نہیں فرمایا کہ اتابک کے لفظ میں کیا معنی پنہاں ہیں اگرچہ آپ کا سن ماشاء اللہ

بڑھ چکا ہی لیکن ابھی اُس درجۂ کمال کو نہیں پھونچا کہ آپ بادشاہت کا بار تنہا اُٹھا سکیں۔ آپ کو ایک باپ کی بھی ضرورت ہی اور آپ کی والدہ بھی بیوہ ہیں۔ اُن کی عمر بھی زیادہ نہیں۔ اُن کو مرد کی ضرورت ہی۔ اگر حضرت ملکہ اس غلام کے ساتھ نکاح فرمالیں تو قرابت و وصائت دونوں کی بنیاد پڑ جائے۔ حکومت کو وہ وحدت جس کی اُسے ضرورت ہی اور فوج کو وہ اطمینان جس کا اس وقت فقدان ہی حاصل ہو جائے۔ ظاہر ہی کہ اُس وقت میں سلطان جلال الدین کے بھی باپ کی جگہ ہو جاؤں گا۔ اُس وقت اُس کی سوءِ نیت کو زائل کرنا اور اپنے ترتیب کردہ دائرہ منفعت میں داخل کرنا آسان ہوگا۔ یہ تمام باتیں آپ مجھ پر منحصر کر سکتے ہیں

غیاث الدین۔ تیری باتوں کو سنتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ میں بیداری میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ حاجب! اس قدر بالا پروازی تجھ میں کہاں سے آئی۔

براق حاجب۔ جس چیز نے اُس مرتبۂ اعلیٰ کی ہوس آپ کے دل میں ڈالی ہی جسے بادشاہت کہتے ہیں اُسی نے میرے تصورات میں وہ عنصر بھی پیدا کر دیا ہی جسے آپ بالا پروازی کے لقب سے

یاد فرما رہے ہیں۔ علاوہ ازیں جب میں اُس شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا ہوں جو میری کمر میں لٹک رہی ہے تو مجھے دنیا کی اعلیٰ ترین اور بلند ترین سلطنت کو اپنے زیر قدم لانا محال نہیں معلوم ہوتا۔

غیاث الدین۔ حد سے آگے نہ بڑھ۔ ورنہ ایسا ذلیل کروں گا کہ تو بھی یاد رکھے گا۔

براق حاجب۔ یہ بات ہے میرے شیر! ہائے میرا بڈّھی شیر بچہ کس قدر غصہ کر رہا ہے۔

غیاث الدین۔ بے ادب۔

براق حاجب (آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اُٹھکر اور غیاث الدین کی طرف جاکر) تو اپنی زبان کو ادب سکھا۔ اچھی طرح جان لے کہ تیری زندگی ایک شیر کے پنجہ میں ہے۔ اچھی طرح جان لے کہ بادشاہ کی تلوار تیری گردن پر رکھی ہوئی ہے۔ اس دیوانہ کو دیکھو۔ اپنے بھائی کو دشمن کے مقابلہ میں چھوڑکر یہاں بھاگ آیا ہے۔ اُن کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو خاک اُڑ رہی ہے اُسے غول بیابانی کی فوج کا غبار سمجھ رہا ہے جس ملک میں اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ کر آیا ہے اُسے سمجھ رہا ہے کہ میرا

فتح کیا ہوا ملک ہی۔ اُس شخص کو جو ایک دفعہ اس پر ہاتھ ڈالے تو اُس کی
جان نکال کر پھینک دے، یہ خیال کرتا ہی کہ میں یہ سلطنت تُمسے بخش رہا
ہوں۔ سُن تیرے سامنے جو کھڑا ہی وہ جلال نہیں، اُس کے دل میں بھائی
کی محبت نہیں، وہ ملک نصرت نہیں، حق نعمت وغیرہ فضول الفاظ سے تو
اُس پر اثر نہیں ڈال سکتا۔ اپنے مجنوں پن کو چھوڑ۔ اگر تجھے اپنی زندگی
پیاری ہی تو اپنی ماں کو بلا اور اُس سے کہہ کہ نکاح کی مخالفت نہ کر۔

غیاث الدین۔ تو اپنے دیوانہ پن کو چھوڑ۔ میں اپنی ماں کا باپ
ہوں کہ اُس کے نکاح اور طلاق کے بارہ میں دخل دوں۔

براق حاجب۔ اپنے بچپن کے لحاظ سے تم نے ایک خاصہ ہوشیاری
کا جواب دیا ملکہ کو بلاؤ میں اُن سے کہوں گا۔ وہ سلطنت کی دشواریوں سے
واقف ہیں اُن کے لوازمات سے بھی بے خبر نہیں ہیں۔ جو کچھ اُن کی نظروں
سے گزرا ہی وہ محض لفظی چیزیں نہ تھیں کہ شہزادہ کی طرح اُن کے خیالات
ہوں۔ یہاں آؤ۔

غیاث الدین۔ کسے بلا رہے ہو۔ کیا چاہتے ہو۔

براق حاجب۔ ڈرو مت میرے بچہ۔ میں تمھارے لئے شکنجہ

نہیں منگوا رہا ہوں۔ تمھاری اماں جان کو بلوا رہا ہوں (کمرہ میں ایک نوکر داخل ہوتا ہے اُس کی طرف مخاطب ہو کر) حضرت ملکہ زاہدہ سے جا کر عرض کرو کہ ذرا یہاں تشریف لائیں۔ شاہزادہ صاحب کا یہ حکم ہے اور میری بھی یہی التماس ہے۔ سُن بھول نہ جانا جیسا میں کہہ رہا ہوں انھیں الفاظ میں کہنا۔ فوراً تشریف لائیں۔ ایک نہایت ضروری کام درپیش ہے۔ شاہزادہ صاحب یہ حکم دے رہے ہیں اور میں بھی یہی عرض کر رہا ہوں (نوکر جاتا ہے)

غیاث الدین ۔ یہ مسخرا پن کس وقت تک رہے گا۔

براق حاجب ۔ لڑکے! میں ابھی تیری عمر کو نہیں پہنچا تھا کہ میں نے مسخرا پن اور مذاق ترک کر دیا تھا۔

غیاث الدین ۔ بہت اچھا تو اب ہم کو سنجیدہ طریقہ سے گفتگو کرنی چاہیئے۔ فرمایئے کیا آپ مجھے ان حقارتوں اور ذلتوں کے لئے کرمان لائے تھے ؟

براق حاجب ۔ بیٹے! میں تجھے کرمان نہیں لایا۔ لڑائی کے میدان میں اگر ایسا کوئی واقعہ ظاہر ہو جو جلال الدین کے فکر و رائے کے خلاف پڑے تو اُس کی عادت ہے کہ وہ موت کا تعاقب کرنے سے بھی

باز نہیں رہتا۔ تم اُس کی اس عادت سے واقف تھے۔ تمھارے بھائی نے اپنی کوشش اپنی فرزانگی بلکہ اُس دیوانگی سے جو دنیا میں اُسی کے ساتھ مخصوص ہے وہ وہ کام کیے کہ چنگیز کو بھی حیرت میں ڈال دیا۔ یہ سب کچھ تمھاری آنکھوں کے سامنے تھا۔ مگر تم یہ ہی کہا کیے کہ میں خوارزم شاہ کی نسل سے نہیں ہوں؟ میرا ایما اُس سے بعینہٖ مشابہ نہ بھی ہو۔ پھر بھی مشابہت سے خالی نہیں۔ میں وہ کام کر سکتا ہوں جو کسی دوسرے کے بوتہ کے نہ ہوں۔ میرے افعال بالکل اُس جیسے نہ ہوں پھر بھی کچھ ملتے جلتے ہو نگے۔ کیا جلال کا ایک خدمتگار اُسے چھوڑ کر میرے پاس نہیں آیا؟ تم نے اپنے دل میں یہ خیالی پلاؤ پکائے کہ قوم اُسے چھوڑ کر تمھاری تابع ہو جائے گی۔ اُس کے گرد مال و اقبال اس طرح رہتے تھے جس طرح ایک منعم کو نعمتیں گھیرے رہتے ہیں۔ جو شخص بادشاہ کے نان و نمک کا پروردہ ہو۔ وہ اُس کا مطیع و منقاد رہے گا۔ لیکن محض اُس خاندان میں پرورش پانے سے کوئی بادشاہت کا لقب اختیار نہیں کر سکتا۔ یا دشاہت کا لقب اختیار کرنے کی ہوس تم میں پیدا ہوئی: حسد، خوف، کیں، رعونت وغیرہ امراضِ نفسانیہ نے تم میں قوت پکڑی۔ جس وقت جلال نے

تاتاریوں پر حملہ کیا، تم نے یہ خیال کیا کہ میں اگر اس وقت اس سے علیحدہ ہو جاؤں تو یہ ضرور مارا جائے گا اور اس کے مارے جانے پر دولت و اقبال تمھارے حصے میں آئینگے۔ نہایت اطمینان سے تم میدانِ جنگ سے بھاگے، بغداد تک گئے، تم دولت عباسیہ کے طرفدار بن گئے، تم اس بُغض کو بھول گئے جو ناصر کو تمھارے خاندان سے ہے۔ تم نے یہ خیال کیا کہ اور نہ سہی، تو وہ تمھیں، علی الزعم جلال، سلطان اور بادشاہ کا لقب دے کر، جس طرح سے ایک وقت میں ارطغرل کو عطا کیا گیا تھا، اپنا وکیل قرار دے گا۔ تم نے یہ نہ سوچا کہ ہر خلیفہ قائم بامر اللہ کی مانند نہیں ہے، یہ نہ سوچا کہ ناصر، تم تو کیا، اگر اس وقت امام مہدی کا بھی ظہور ہو، تو اُنھیں نہ مانے گا۔ بغداد میں ارطغرل کا ورود تمھاری طرح نہ ہوا تھا، کہ چند بھگوڑوں کو لے کر تم وہاں پہنچ گئے۔ وہ جب بغداد کے فصیلوں کے نیچے پہنچا تھا۔ تو اُس کے ساتھ ایک ایسی زبردست فوج تھی کہ جو خلیفہ کو اور اُس کے ملک کو اپنے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہالے جاتی۔ وہ ایک قہرمان بن کر بے پروایانہ انداز سے وہاں پہنچا تھا۔ تم جو بغداد پہنچے تو تمھیں معلوم ہوا کہ اپنی مختصر فوج کے ساتھ

محلسرائے خلافت میں شہزادے کے عنوان سے، ظاہراً مہمان، مگر حقیقت میں قیدی بن کر رہو گے۔ اس میں تم کو کچھ زیادہ کشش نظر نہ آئی، تم نے عباسیوں سے نظر پھرا کر علویوں کی طرف رُخ کیا، گویا تمھارے لئے مذہب بدلنا بیش بریں نیست کہ سیاہ لباس کے بجائے سبز لباس پہن لیا جائے۔ گھبراؤ مت، پریشان مت ہو۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کے وجدان میں جس وقت ہیجان پیدا ہوتا ہے، اس وقت اسے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر خیر، تمھاری اجازت سے میں اپنی بات تو پوری کہہ لوں۔ میں نے ابھی یہی کہا تھا نا کہ تمھارے نزدیک تبدیل مذہب بجائے سیاہ کے سبز لباس پہننے سے عبارت ہے؟ تم اپنے بھائی کے پاس سے جس طرح بغداد بھاگ کر گئے اسی طرح بغداد سے بھی بھاگے، الموط پہنچے۔ تمھارے ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ اسماعیلی فرقے کے رؤسا نے یہ دیکھ کر کہ وکیل بن کر بادشاہت کرنا زیادہ آسان ہے، امام معصوم کا عقیدہ کر رکھا ہے۔ اُن کے خنجر بادشاہوں کے محفوظ ترین عزلت خانوں میں اور اصحاب حکومت کے تنہا ترین گوشوں میں پہنچکر بادشاہوں اور با اقتدار لوگوں کو صفحۂ دنیا سے اُٹھا رہے تھے۔ وہ قوم جو اس بات پر مقتدر

ہو کہ دنیا میں تختِ دولت پر متمکن تاجداروں کے سامنے ہر وقت وار کرتے ہوئے خنجر کی تصویر رکھے، تم نے خیال کیا کہ وہ خوارزم شاہ کا نام سنتے ہی اطاعت و مغلوبیت کے واہمہ میں گرفتار ہو جائے گی حالانکہ بغداد میں گو ظاہری اور سطحی ہی سہی، تمہارا دبدبۂ اقبال قائم تھا، لیکن الموط میں لوگوں نے تم کو اس نظر سے دیکھا کہ انسان کی شکل میں ایک بھیڑیا آگیا ہے۔ تم کو تمہارے نوکروں سے زیادہ اُنھوں نے رتبہ نہ دیا۔ اس وقت تم اپنی قیمت کو ایک حد تک سمجھے۔ پھر بھی تم یہ تصور کرتے رہے کہ تم خوارزم شاہ کی نسل سے ہو، اس لئے تمہارا حق زمین پر حکومت کرنے کا ہے، گو وہ گز دو گز ہی کیوں نہ ہو۔ جب تم اُن مقامات میں پہنچے جہاں تمہارے پدر عالی مقام کا ایک وقت حکم چلتا تھا، تو تم نے خیال کیا کہ تختِ سلطنت خود اُٹھکر تمہارے قدموں کے نیچے آجائے گا۔ اپنے امراء میں مجھے سب سے زیادہ باقوت اور امراء کے زیرنگین مقامات میں کرمان کو سب سے زیادہ محفوظ مقام سمجھ کر تم اس جگہ تک اپنی رائے اپنی خواہش، اپنے پاؤں سے چل کر پہنچے۔ خبر نہیں یہاں آتے وقت آنِ سنجر اور سنجر کا ماجرا بھی تمھیں یاد آیا کہ نہیں؟ تمہارے دادا جب

یہاں تھے، تو دولتِ خوارزم شاہی کو قائم کرنے کے لئے اُن کے اور سلطان سنجر کے درمیان کیا کیا واقعات، کیا کیا معاملات ہوئے، اُسے کیا تم بھول گئے ہو؟ اور کون سلطان سنجر؟ وہ سلطان سنجر کہ جو خود تمہاری طرح شاہزادہ تھا، لیکن تم جیسے ہزار شہزادوں کو اپنی خدمت میں رکھ سکتا تھا اور رکھتا تھا۔ کیا یہ سب واقعات تم بھول گئے؟ اور اگر نہیں بھولے تو لذتِ حکومت، نعمت شناسی کے فرض پر غالب آگئی اور اس کو آپ صرف اپنے جدامجد کے لئے مخصوص اور اُس شان بزرگی کو محض اُن کے لئے منحصر سمجھتے ہیں۔ آپ غصہ نہ ہوجئے، مجھے اپنی بات پوری کرنے دیجئے۔ میرا مقصد اس تمام گفتگو سے یہ تھا کہ میں نے آپ کو یہاں نہیں بُلایا، اس میں اور باتیں بھی شامل ہوگئیں، تو محض برسبیل تذکرہ تھیں خلاصہ یہ کہ میں نے آپ کو یہاں آنے کی دعوت نہیں دی آپ کے جدامجد جس طرح سنجر کے سامنے سے بھاگے، میں آپ کے سامنے سے بھاگا نہیں اور آپ کے خاندانِ دولت کا جو شعار و مسلک رہا ہے، یعنی خدائے جہاں را جہاں تنگ نیست، اس کی بنا پر آپ کے اور آپ کے بھائی کے درمیان جو ہنگامہ ظہور پزیر ہوا، اس کے نتیجہ کی طرف اشارہ

کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ جس طرح میں نے آپ کو کرمان آنے کی دعوت نہیں دی، اسی طرح میں نے آپ کی حقارت اور ذلت کرنے کا کوئی کام اختیار نہیں کیا۔ آپ کے اتابک کی جگہ ہونے کی خواہش میں نے ضرور کی لیکن جس طرح انسان عدم سے خود نہیں آتا، اسی طرح اتابک کی مسند اس وقت نہ تھی جب کہ اتابیگوں ہی کا وجود نہ تھا۔ بادشاہزادوں کے لئے اول بادشاہ پیدا ہوئے، میں نے بھی حضور کی خدمت میں ایک ایسی تدبیر عرض کی تھی جس کی آئین سلطنت میں سکڑوں مثالیں پہلے سے موجود ہیں۔ میں آپ کی والدہ کے ساتھ طالب ازدواج ہوا بے شک، لیکن اگر کسی مرد کا آپ کی والدہ کی طرف رغبت کرنا، آپ کی توہین ہے، تو اس گناہ کے مرتکب مجھ سے پہلے آپ کے والد جنت مکان تھے

غیاث الدین (اپنے دل سے) اُف! اس کا استہزا، تو انسان کے دل میں افعی کے زہر سے زیادہ اثر کرتا ہے۔

براق حاجب (اپنے دل سے) میں یہ جانتا تھا کہ بہت سے ایسے شخص ہیں جو انسان کی ہزاروں چیں جبیں کے متحمل ہوتے ہیں لیکن ایک چھوٹے سے خندۂ استہزا کے متحمل نہیں ہوتے، مگر مجھے اس کی

اُمید نہ تھی کہ ایک شخص جو اپنے حسیات چھپانے پر اتنا قادر ہو جو پاؤں تلے روندے جانے پر بھی ایک سنگِ مزار کی طرح بے حس و بے ہیجان رہے وہ مستہزی تبسم سے اس قدر متاثر ہو گا (غیاث سے مخاطب ہو کر) آپ نے کچھ فرمایا نہ ؟ جلال الدین کی فوج قلعہ کی دیوار سے دست و گریباں ہے آپ خیال نہیں کر سکتے کہ اس وقت ایک ایک منٹ جو ضائع ہو رہا ہے کتنا قیمتی ہے - ایک دقیقہ جو عالم فنا کو بے کار جا رہا ہے، وہ سب کی زندگی اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے -

غیاث الدین - میں کیا کہوں، جس شخص کا حکم نہ چلتا ہو، اُس کا کچھ کہنا بھی بے فائدہ اپنے ذہن پر بار ڈالنا ہے -

براق حاجب - یہ بھی آپ نے ناتجربہ کاری کی ایک بات کہی، اور ناتجربہ کاری بھی ایسی جو آپ ہی کے ساتھ وابستہ ہے - حضرت ملکہ، آپ کی والدہ تشریف لا رہی ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی ہم خیال نہ ہوں گی -

غیاث الدین (اپنے دل سے) آہ ! خدا کرے تو جلال کے پنجہ میں پڑے، مگر تجھے اتنا اقتدار نہ ہو کہ اس کی تلوار کو یہ کہکر اپنے مُنہ میں لے کہ میرا مُنہ پارہ پارہ ہو جائے - تو اپنی موت پر بھی قادر نہ ہو -

مجلس چہارم

اشخاص سابق۔ زاہدہ

زاہدہ - کیا ہی، غیاث؟ تیرے چہرے کا عجیب حال ہی۔ مجھے کیوں بلّایا تھا۔

غیاث الدین - میں نے نہیں بلّایا، اُس نے بلّایا، جب کہ ملک کا ایک حاکم موجود ہی، بھلا دوسرے کو امرونہی کا کیا اختیار رہ سکتا ہی؟

زاہدہ - کیا تم نے مجھے چیستان حل کرنے کے لئے اس وقت خواہ مخواہ تکلیف دی ہی؟ آخر کیا غرض ہی، کچھ کہو تو؟

براق حاجب - میں نے بعض تدابیر ان کی خدمت میں عرض کی تھیں شاید اُسی کے متعلق بُلایا ہوگا۔ میری غرض تو صرف یہ تھی کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان رابطۂ اتحاد بڑھے۔ اُن کی زندگی دشمن کے پنجے سے نجات حاصل کرے۔

زاہدہ - غیاث! کیوں تو اس کی بات پر عمل نہیں کرتا؟ تیری ضد تو مشہور رہے ہی، لیکن کبھی اس ضد سے تجھے کچھ فائدہ حاصل ہوا، سوائے اس کے کہ ہمیشہ اپنا مقصد کھویا؟

غیاث الدین - اے عورت! فضول بکواس مت کرو۔ تمھیں معلوم بھی ہی کہ یہ چاہتا کیا ہی؟

زاہدہ - کیا چاہتا ہی کہ تم اس قدر غصہ اور اس قدر حمق ظاہر کر رہے ہو؟

غیاث الدین - یہ چاہتا کیا ہی ... تمھیں چاہتا ہی۔

زاہدہ - یہ کیا کہا؟ لڑکے، تو پاگل تو نہیں ہوگیا؟

غیاث الدین - افسوس کہ میں اب تک پاگل نہیں ہوگیا! میں نے یہی کہا کہ تمھیں چاہتا ہی۔ کہتا ہی میں اتابک بنو نگا۔ ہمارے درمیان اتحاد

لازم ہے اور اتحاد کے لئے قرابت کی ضرورت ہے۔ تمھیں چاہتا ہے۔ جو قلعہ ہماری سلطنت کی محافظت کے لئے بنایا جائے گا۔ تم اس کی گارا ہوگی سمجھیں ؟

زاہدہ۔ (براق سے مخاطب ہوکر) حاجب! شہزادہ کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسی نامناسب باتیں کہہ رہا ہے ؟

براق حاجب۔ حضور غصہ فرمارہے ہیں اور غصہ کی سب میں بڑی خرابی یہ ہے کہ آدمی ہر چیز کو مبالغے سے بیان کرتا ہے۔ حضور کے غلام کی جو خواہش تھی، اُسے اپنے ذہن میں بڑھا بڑھا کر اپنے تئیں ایک توہین کی شکل دے دی ہے۔

زاہدہ۔ کیسی خواہش ؟

براق حاجب۔ ابھی ابھی حضرت شہزادہ نے جو کچھ کہا، وہ حقیقت میں اس قدر خراب الفاظ اور نامناسب صفتوں کے ساتھ بیان کیا کہ اس کی حد و پایاں نہیں، لیکن آپ اس تمام کلام میں سے حقیقت کو تو آسانی سے نکال سکتی ہیں۔

زاہدہ۔ کیا تو خیال کرتا ہے کہ خوارزم شاہ کی حرم اب اس قدر ذلیل ہوگئی ہے کہ ایک پاسبان کے ہم بستری پر آتر آئے گی ؟

براق حاجب ۔ توبہ، توبہ! میرا خیال ہے کہ ایک پاسبان کا بستر اتنی ترقی کر سکتا ہے کہ ایک ملکہ کی آرام گاہ ہو سکے۔

زاہدہ ۔ دیکھو اس کو رنمک خائن کو! اپنے ولی نعمت کی عزت و ناموس پہ نظر ڈالتا ہے اور اپنی خواہش کو کیسے اطمینان اور کیسے ڈھٹائی سے بیان کرتا ہے۔

براق حاجب ۔ توبہ، توبہ، حضور، آپ کیا ارشاد فرما رہی ہیں؟ ایک مُردہ دنیا کی کون سی نعمت سے مستفید ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے لئے ولی نعمت ہو سکے؟ دنیا۔ آخرت کی حرم سرا ہے کہ زندوں میں مردوں کے عزت و ناموس پائے جائیں، دنیا میں عورت، مرد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ انسان جس وقت مر گیا کیا اس کا نکاح باقی رہتا ہے؟ آپ نے حق نعمت کا ذکر فرمایا۔ یہ ملحوظ رہے کہ یہ خاکسار، خانِ قرہ خطہ کے اطاعت گزاروں میں سے ہے۔ میں خوارزم، غلامی یا خدمتگاری کرنے کی غرض سے نہیں آیا تھا، بلکہ آپ کی سلطنت سے وہ خراج وصول کرنے آیا تھا جس کے پیش کرنے کا وعدہ خان سے کیا گیا تھا۔

زاہدہ ۔ تو اُن ترتیبات میں جو تجھے قیامت تک ملعون قرار دیں شیطان سے کسی طرح پیچھے نہیں، لیکن میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اپنا دل

ایک ابلیس کے حوالے کر دیں۔

براق حاجب۔ تو کیا آپ کی نظر میں یہ زیادہ خیر و برکت کا باعث ہوگا کہ آپ جلال الدین کے پنجۂ قہر میں پڑ جائیں؟

زاہدہ۔ اپنے دل کی اس ناپاکی کے ساتھ، تو اُس مبارک نام کو کس طرح اپنی زبان پر لاتا ہی؟ میں نہیں سمجھتی کہ تیرا دل کیوں ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاتا؟ تجھے اگر خدا مُردوں کو بھی زندہ کرنے کی قدرت عطا کر دے، تو بھی کوئی مردہ جسے جلال نے مار ڈالا ہو، یہ نہ چاہے گا کہ تیرے ہاتھ میں پڑے۔ اس کتّے کو دیکھو! یہ خیال کرتا ہی کہ وہ بستر جسے اس نے اپنے بالوں سے ناپاک کیا ہو، اُسے کوئی شخص مزار سے زیادہ اچھا سمجھے گا۔

براق حاجب۔ گندی باتیں کہنے والے کے منہ کو گندہ کرتی ہیں میں یہاں گالیاں سننے کے لئے نہیں آیا تھا۔ جلال قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہی جس وقت کہ میرے جسم کو ایک اژدھا لپٹا ہوا ہو۔ میں اپنی بغل میں ایک سانپ نہیں پال سکتا۔

زاہدہ۔ دیکھو! یہ خائن اپنی ولی نعمت کی اولاد کے لئے کیا ہذیان بک رہا ہی۔ ملعون! کیا تو ہمیں یہاں ان باتوں کے لئے لایا تھا؟

براق حاجب - حقِ نعمت کا ذکر میں نے ابھی کیا تھا - شاید آپ کی سمجھ میں نہ آیا - گالی کا جواب گالی سے دینا، زہر کے قطرے میں دوسرا زہر کا قطرہ ملانا ہے - آپ کے اس زہر کے قطرے کا بھی انسان متحمل نہیں ہو سکتا - میں نے آپ کو یہاں نہیں بلایا ابھی مخدوم مکرم حضرت شہزادہ کو سمجھانے کے لئے میں نے گھنٹہ بھر دماغ کھپایا - اب اُن کی والدۂ محترمہ کے ساتھ مغز کھپانا پڑے گا - آپ بات سمجھنا چاہتی بھی ہیں یا نہیں ؟ فلک، انسان کو سلطان جلال الدین کے پنجے کے علاوہ اور پنجوں میں بھی ڈال سکتا ہے - خوارزم شاہی عورتیں تاتاریوں کی اسیر بھی ہو سکتی ہیں، لیکن اس قوم کا حال کچھ اور ہے - شاید اُن کے بالوں میں آپ کو خوشبو اور لذت معلوم ہو -

زاہدہ - آہ، غیاث! آہ، غیاث! بجائے اس کے کہ میں تجھے دنیا میں لاتی کاش میں خود ہی دنیا میں نہ آئی ہوتی! تیرے طفیل میں میں وہ باتیں سُن رہی ہوں کہ عورت تو عورت، ایک سایہ بھی سُنے تو شرم کے مارے پسینے پسینے ہو جائے - تو صفائے خاطر سے انھیں سُن رہا ہے - تیرے جسم نے میرے دودھ سے پرورش پائی ہے - میرا جگر اس وقت آگ میں کھولایا جا رہا ہے - تو اُسے دیکھ رہا ہے - مگر تجھ میں ایک ذرّہ برابر بھی حرارت

پیدا نہیں ہوتی۔ تیرا دل ہے کہ سنڈاس ؟ اس شخص کے منہ سے جو باتیں نکل رہی ہیں، تو اُن کا کس طرح تحمل کر رہا ہے ؟

غیاث الدین ۔ اے عورت ! میرا کیا قصور ہے کہ خواہ مخواہ مجھ پر لادے چلی جاتی ہو۔

زاہدہ ۔ کمینے ! ایک کتّے کے مُنہ سے تو اُس عورت کو نہیں چھڑا سکتا جس نے اپنے پیٹ میں تجھے رکھ کر پالا۔ اگر ہر ماں کو یہ خبر ہو کہ وہ تجھ جیسی اولاد جنے گی، تو دنیا میں انسان کی نسل منقطع ہو جائے۔

براق حاجب ۔ ملکہ ! آپ اس قدر حدّت کیوں فرما رہی ہیں ؟ بستر محبت کے ایسے پُرناز ثمر سے ایسی نفرت !

زاہدہ ۔ اُف ! پھر اُس افعی کے مُنہ سے زہر نکلنا شروع ہوا۔ میں بھی کیسی دیوانی عورت ہوں کہ ایک ایسے ملعون سے باتیں کر کے اپنے تئیں ذلیل کر رہی ہوں جو اس قابل بھی نہیں کہ اس کے منہ میں تھوکا جائے۔ (کمرہ سے نکل جاتی ہے)

براق حاجب (غیاث سے) ہائے، اب معلوم ہوا کہ آپ میں جو حدت ہے، وہ آپ کو ارثاً اپنی والدہ سے ملی ہے۔ آپ کے والد اپنی اولاد

عیال، دین، دولت کو دشمن کے پاؤں کے نیچے چھوڑ کر آبسکون جزیرے میں جا چھپے تھے۔ اس حالت کو انھوں نے برداشت کیا۔ آپ بھی برداشت نہیں۔ کچھ پروا نہیں حدت اُن مصیبتوں میں جو انسان کے سر پر پڑتی ہی سب سے زیادہ جلد گزر جانے والی مصیبت ہی۔ جلد اُن کے خون کی یہ حدت چلی جائیگی فکر نہ کیجئے۔ اس وقت وہ میری بات کو سوچیں اور سمجھیں گی اور ہمارا کام ٹھیک ہو جائیگا۔ مجھے اُمید نہیں کہ آج یا کل جلال الدین جبراً قلعے میں داخل ہو سکے۔

غیاث الدین۔ اے آدمی! تیرا کیا ارادہ ہی؟ ہم سے تو نے کیا خطا دیکھی کہ حقارت توہین اور استہزا سے ہمیں مار ڈالنا چاہتا ہی؟

براق حاجب۔ یہ احمق کسی طریقہ سے بات سمجھتا ہی نہیں۔ دو گھنٹے بعد سانپ کی طرح میرے پاؤں کے نیچے گھسٹے ہوئے جا رہے ہو گے میں ناحق کیوں تمھارا مردار خون گراؤں۔ اپنے تئیں زحمت میں ڈالوں۔ تم جیسے عاجز مخلوق کو ایک منٹ میں پیس سکتا ہوں۔ کیوں میں غصہ ہو ہو کر اپنی طبیعت کو خراب کروں۔

مجلس پنجم

اشخاص سابق۔ زاہدہ۔ بعدہ جابر

زاہدہ (دروازہ سے لوٹ کر) تو نے مجھے اس قید خانہ میں قید کرنے کے لئے بلایا تھا؟ پھر جو اذیتیں مجھے دی جانے والی تھیں ان سے لطف اٹھانے کے لئے خود بھی یہاں آگیا۔ کیوں ہے نا؟ جہنم کے دربان بھی جہنم کے مجرموں گنہگاروں کے ساتھ یہ نہیں کرتے۔ اے مہمان کُش عہد وامان دشمن ملعون!

غیاث الدین۔ کیسا قید خانہ؟

زاہدہ۔ گویا نہیں معلوم کیسا قید خانہ؟ دروازوں پر سیکڑوں مسلح عفریت مسلط ہیں۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھانا چاہا، میرے سینے کی طرف چالیس پچاس خنجر ایک دم چمکائے گئے۔

غیاث الدین۔ براق! تیری جسارت اسی کی وجہ سے تھی۔ تیرے جال میں آخر ہم پھنس ہی گئے۔ جبھی تو اس گھبراہٹ سے جو شیر کے سامنے کتے کو ہوتی ہے، ہمیں تشفی دینے کی کوشش کرتا تھا۔

براق حاجب۔ غالباً حضرت ملکہ کو حدت کی وجہ سے خیالی صورتیں

نظر آنے لگیں، حدت و غصہ بھی ایک قسم کا بخار ہے۔ جس میں خیالات آدمی کے سامنے مجسم ہو کر نظر آنے لگتے ہیں۔

زاہدہ۔ افترا پردازی، گستاخی، کیا تیرے مذہب میں عبادت ہے؟ تجھے شرم نہیں آتی اپنے کرتوتوں پر فخر کرتا ہے۔ اُن سے انکار نہیں کرتا۔

براق حاجب۔ میں آپ کے جمالِ جہان آرا کو دیکھ نہیں سکتا، مگر میرا خیال ہے چونکہ غصے کی سُرخی سے آپ کے رخِ تاباں پر اور رونق آجاتی ہوگی، لہذا آپ نے بغیر غصے کے کلام کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ میری بات کا یقین مانئے۔ محل سرا کے گرد سپاہی میرے بٹھائے ہوئے نہیں۔

زاہدہ۔ آہ! جھوٹ کی قوت سے، میری آنکھوں کے دیکھے ہوئے ہوئے کو بھی غلط ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ جو دروازے تک جلاد آگئے ہیں، انھیں تو نے مقرر نہیں کیا تو کس نے کیا؟

براق حاجب (زور سے چلا کر) دروازے پر کون ہے؟

جابر (داخل ہو کر) میں ہوں، حضور۔

براق حاجب۔ چاروں طرف فوج کو تم نے متعین کیا ہے؟

جابر۔ جی ہاں۔ میرے ولی نعمت!

براق حاجب۔ کیوں؟

جابر۔ اس لئے کہ ضرورت پیش آگئی تھی (براق حاجب کے ہاتھ میں ایک کاغذ دیتا ہے)

براق حاجب۔ یہ کیا ہے؟

جابر۔ حضور خود ملاحظہ فرمائیں۔

براق حاجب (کاغذ پر نظر ڈال کر) وہ آدمی کہاں ہے۔

جابر۔ حضور یہیں ہے۔

براق حاجب۔ بلاؤ۔ (غیاث سے مخاطب ہو کر) شاباش میرے شہزادے تم سے اس قدر ہمت اس قدر مہارت کی مجھے امید نہ تھی۔ اگر جیتے رہے تو کچھ کر لوگے۔ بادشاہ بھی ہو جاؤگے۔

غیاث الدین۔ تمہارا یہ استہزا۔ یہ حقارت کبھی ختم بھی ہوگی کہ نہیں۔ اس سے زیادہ کی مجھ میں برداشت نہیں۔ مجبوراً میں کوئی نہایت سخت بات کہنے پر مجبور ہونگا۔

براق حاجب۔ اگر محل کے گرد فوج محاصرہ کئے نہ کھڑی ہوتی تو بیشک تمہاری دھمکی بے اثر نہ ہوتی۔ ایک لمحہ پہلے میں موذی تو سمجھتا تھا

مگر اژدھے کی طرح ایک موہوم موذی جانتا تھا۔ لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ تم افعی کے زہر کی طرح نادیدہ لیکن اُس کے زہر کی مانند تیز اور خوفناک اثر رکھنے والی ہستی ہو۔

غیاث الدین - تمہارا کیا مطلب ہے۔

براق حاجب - اب دس پندرہ منٹ ہوئے۔ آپ نے جو اوروں کے ساتھ معاملات کئے آپ کے وجدان کے سامنے میں نے اُن کی تشریح کی تھی۔ میرے ساتھ جو آپ معاملہ کر رہے ہیں اُس کے متعلق اپنے وجدان ہی سے پوچھئے۔ وہ آپ کی خدمت آپ کی راحت کے لئے جو کچھ کیا گیا ہے اُس کی تھوڑی سی تشریح کرے گا۔

مجلس ششم

اشخاص سابق۔ جابر۔ سلمان

براق حاجب (اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے) آپ نے اپنی ضمیر سے اپنے کمینہ پن کے جس کی دنیا میں نہ نظیر ہے نہ عدیل اور جس پر آپ کو فخر ہے تعریف اس قدر سُنی کہ اُس کے سوا، آپ کچھ اور نہیں سن سکتے۔ پھر بھی

انسان جس چیز کو رات دن سنتا اور دیکھتا ہے اُسے اُس سے زیادہ لطف نہیں آتا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اپنے اوصاف اور لطائف کو آپ کسی دوسرے کی زبان سے سُننا پسند فرمائیں گے۔ یقیناً انسان کو اپنے سایہ سے زیادہ آئینہ میں اپنا عکس بہتر معلوم ہوتا ہے (جابر سے مخاطب ہو کر) کیوں ہے کہ نہیں؟

جابر۔ بیشک حضور۔ بیشک۔

براق حاجب (غیاث سے) لیجئے آپ کے سامنے ہڈی اور گوشت سے بنا ہوا ایک آئینہ موجود ہے۔ اُس کی طرف متوجہ ہو جئے اور اُس سے سوال فرمایئے۔

غیاث الدین (اپنے دل میں) میں نے اس آدمی کو کہیں دیکھا تو ضرور ہے مگر کہاں دیکھا ہے اور کب دیکھا ہے۔

زاہدہ۔ آہ خدا کی ایک کمینہ ترین ذلیل ترین مخلوق رو در رو اُس سے کہہ رہی ہے کہ تو ذلیل ہے شاید کہ یہ شخص صحیح کہہ رہا ہے۔ شیطان کسی ماں کے بطن سے تو پیدا ہوا نہیں کہ میں کہہ سکوں کہ مجھ جیسی بدبخت کوئی اور عورت بھی ہوگی۔ یا اللہ کاش غیاث کی جگہ مجھے جلال دیا ہوتا خدا نے انسان کو مٹی جیسے سفلی اور تاریک چیز سے پیدا کیا لیکن اُس نے

انسان کو مظہر نور اور شیطان کو مظہر تاریکی بنایا۔ آہ جلال کی ماں جس وقت دنیا میں جلال کو لائی اُسی وقت مٹی ہو گئی۔ جب میرا غیاث عالم وجود میں آیا میں مستغرق نور ہونا شروع ہوئی مگر آہ میں دیکھ رہی ہوں کہ گو جلال کی ماں کا جسم مٹی کا ڈھیر ہو چکا ہے۔ لیکن خود وہ عرش اعلیٰ پر اپنے آغوش کھولے ہوئے اپنے بچّے کو گود میں لیتی ہے۔ میں دنیا کے تخت سلطنت جیسے اعلیٰ مقام پر متمکن ہونے کے باوجود قعر ذلت میں گری جا رہی ہوں۔ اُس کے پیچھے اپنے تئیں۔ اسفل السافلین میں پہنچا رہی ہوں۔

(روتی ہوئی بیہوش ہو کر گر جاتی ہے)

براق حاجب (غیاث سے) آپ اپنی گفتگو سننا چاہتے تھے میں بھی یہ ہی چاہتا تھا۔ مگر شاید جو کچھ اُنھوں نے کہا وہ آپ کے سُنانے کے لئے نہیں کہا وہ اپنے ہی دل سے کہا۔ شاید اُن کے مُنھ میں اس وقت بھی یہی گفتگو جاری ہے۔ ہمیں اُنھیں دق نہیں کرنا چاہیئے۔ میں اور سلمان آپ کے حکم کے منتظر ہیں کچھ فرمایئے۔ کچھ پوچھیئے۔

غیاث الدین۔ مجھے کچھ معلوم کرنا ہے کہ پوچھوں؟

براق حاجب۔ آپ تو کچھ معلوم نہیں کرنا چاہتے۔ آپ پر تو ہر چیز

روز روشن ہے۔ مگر حضور کے حافظ کو مدد دینے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ اُن باتوں کی ایک مرتبہ پھر تکرار ہوجائے (گو آپ کو معلوم ہی ہیں) آپ کی امیرانہ زبان مبارک کو زحمت نہ ہو۔ اس لئے میں خود ہی سوال کرتا ہوں (سلمان سے) امیر جابر سے تم نے کیا باتیں کیں تھیں زرا پھر بیان تو کرو۔

سلمان ۔ کل شام شہزادہ کے آدمی ایک مقام پر جمع تھے۔ میں بھی اُن میں تھا۔ یہ گفتگو ہوئی کہ جب تک براق حاجب زندہ ہے ہمارے لئے سلامتی نہیں۔ وہ قلعہ کو بھی اور ہم کو جلال الدین کے سپرد کردے گا۔

غیاث الدین ۔ ایسی نامعقول باتوں کا کیا یقین کیا جا سکتا ہے۔

براق حاجب ۔ خدا حضور کے عمر و دولت کو برقرار رکھے (سلمان سے) پھر؟

سلمان ۔ اس کے بعد آپ کو مار ڈالنے کے لئے تجویزیں سوچی گئیں۔

براق حاجب ۔ خدا اُس کی سعی مشکور کرے۔ وفادار لوگ ہیں۔ باتدبیر لوگ ہیں پھر؟

سلمان ۔ پھر یہ قرار پایا کہ آپ کو غافل پائیں تو خنجر سے آپ کا کام تمام کردیں۔

براق حاجب ۔ خنجر کھبونا تو آسان ہو مگر غافل پانے کے لئے حکیمانہ تدابیر سوچی گئیں تھیں ؟

سلمان ۔ اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ اُن کے درمیان ایک قرارداد ضرور ہوئی اور اس کے بعد انھوں نے حضرت شہزادہ سے اجازت و حکم حاصل کرلیا۔ آج اپنے ارادہ کو پورا کرنے والے تھے ۔

براق حاجب ۔ حضرت شہزادہ سے اُنھیں حکم مل گیا تھا۔ کیوں؟

غیاث الدین ۔ میں نے اُنھیں حکم دیا ؟ (سلمان سے) ملعون یہ جھوٹ ۔ تو نے کہاں سے ایجاد کیا۔ کس متانت سے باتیں کر رہا ہے۔ آدمی کے مُنہ سے سچی بات بھی نکلتی ہے تو اُس کے چہرے پر اس قدر متانت نہیں ہوتی!

براق حاجب (سلمان سے) حضور کے فرمانے کی تصدیق کر لڑکے ہمارے حضور اگرچہ نوجوان ہیں مگر اُن کا تجربہ بہت زیادہ ہے۔ دن میں ہزار جھوٹ بولتے ہیں اُس میں ایک آدھ بات سچ ہوتی ہے۔ تو اُن کی طرف غور سے دیکھا کر۔ بات کو چبا چبا کر کہا کر اس بات سے مت ڈر۔ کہ لوگ کہیں گے کہ جھوٹ بول رہا ہے۔ انسان چاہے خوارزم شاہ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، وہ اپنے تجاہل کو اتنا زیادہ نہیں کرسکتا کہ اپنے افعال کو بھی یاد نہ کرسکے۔ تو نے

جو کچھ کہا، اُس کے صحیح ہونے کو وہ تجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ مگر تیری طرزِ گفتگو اُنھوں نے پسند نہ فرمائی۔ تو نے اپنے اوضاع و حرکات میں کوئی حرارت کوئی اہمیت ظاہر نہ کی اس لئے اُنھوں نے اظہارِ ناراضی فرمایا ہے۔

غیاث الدین ۔ حاجب! استہزا بھی ہو چکا، حقارت بھی۔ معلوم ہوتا ہے تم حقیقت میں میری طرف سے شبہ کر رہے ہو، میری بات کا یقین نہیں کرتے۔ اس رذیل مسکین کی بات پر اعتماد کر رہے ہو۔

براق حاجب ۔ میرے شہزادے! اس قصور کی معافی کا آپ کی لطف و عنایت سے طلب گار ہوں۔ میں مراتب حکومت کے دوسرے درجے پر ہوں، میرے ہاتھ میں ایک مملکت ہے؛ اور میری قوت اس درجہ ہونیکی وجہ سے مجھ میں یہ اقتدار ہے کہ میری رعایا جتنا جھوٹ سال بھر میں بولے میں ایک دن میں بول سکتا ہوں اور اس کا اندازہ کر کے، میں نے حضور کی بات کا یقین نہیں کیا اور اس ذلیل فقیر کی بات کا یقین کیا۔ میرے شہزادے! دنیا جس وقت تک حضور کے تابع فرمان ہے اُس وقت تک ہم لوگ سچ بولنے کا ٹیکس ذینے کے لئے کیوں مکلف ہوں؟ وہ مذلت وہ قید تو عوام کے لئے ہی چھوڑ دیں۔

سلمان ۔ حضرت شہزادہ خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا ۔

غیاث الدین ۔ خنزیر! میں تجھے ہی کب جانتا ہوں کہ میں یہ بھی جانوں کہ تو جھوٹ نہیں بول رہا ۔

براق حاجب (سلمان سے) بیوقوف! خوارزم شاہی زمانے میں بادشاہ اس لئے سلطنت کرتے ہیں کہ سارے ملک کی رعایا کو اپنی انگلیوں پر نچائیں، اس لئے سلطنت نہیں کرتے کہ رعایا کی آرزو پوری ہو، یا اُن کے حال زار سے واقف ہوں ۔ ہمارے آقا تجھ جیسے نفر کو بھلا کب خیال میں لائیں گے جس میں کارکردگی، اور سچائی کے سوا اور کوئی خوبی نہیں ؟ راستی، ہمارے کھیتوں میں کام کرنے والے جانوروں، ہمارے باغوں کے درختوں ...... غرض کہ اپنے ملک میں راستی، سچائی اور محنت کا تصور اگر کرنا ہو تو تمہیں حیوانوں اور جمادات میں کرنا ہوگا ۔

غیاث الدین (براق سے) میری بات ابھی میرے مُنہ میں ہی تھی تم نے اُسے پورا نہونے دیا جیسے سماقط کی طرح کردیا ۔

براق حاجب ۔ زندہ باد شاہزادہ، بادولت واقبال زندہ باد ۔

کیا عمدہ تشبیہ آپنے بیان فرمائی ہے۔ درحقیقت کلام الملوک، ملوک الکلام آپ کے جداعلیٰ آں سنر توبہ توبہ، مجھ سے سہواً، یہ خطا سرزد ہوگئی۔ میں پروردۂ خاندانِ ادب نہیں، اس لئے اس قسم کے قصوروں کی معافی چاہتا ہوں۔ آن سنر نہیں، جناب ہزاراسپ، نہایت اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے، حتیٰ کہ جس وقت کہ اپنی جان بچانے کے لئے صحرائے قپچاق میں، دریائے ریگ میں بھاگے بھاگے پھرتے تھے اس وقت بھی شعر موزوں فرماتے تھے۔ ذوقِ ادب تو آپ میں ورانتاً پہنچا ہے۔ میرے شہزادے حسن طبیعت اور امارت دونوں آپ کو ورثہ میں ملی ہیں۔

غیاث الدین۔ مجھے بات نہ کرنے دوگے۔

براق حاجب۔ میری کیا مجال حضور! فرمائیے۔ آپ کو اپنی تمام زندگی میں جس قدر باتیں کرنے کی آرزو ہو اُن سب کو ایک جگہ جمع کرکے کہہ ڈالئے۔

غیاث الدین (سلمان سے) یہاں آگئے۔ تجھے میں اب سمجھوں گا۔

براق حاجب (سلمان سے)۔ حضور کے پاس جا کے گئے لیکن انھیں کسی پہلو پر کاٹ مت لینا۔ نہیں تو میں ایک ایک کرکے تیرے دانت اکھاڑ

ڈالوں گا۔ اور اگر کہیں وہ تجھے کاٹ لیں، تو خبردار، آواز مت نکالنا نہیں تو تیری زندہ کھال اُدھیڑ دونگا۔ اب بول اس کے بعد کیا باتیں ہوئی تھیں۔

غیاث الدین۔ کیا بالکل مجھے خاموش کرنا چاہتے ہو، اگر ایسا ہی ہے تو ایک دفعہ میرا گلا گھونٹ دو اور مجھے خاموش کردو۔

براق حاجب۔ ازراہ کرم یہ خدمت اُن لوگوں کے سپرد فرمایئے میں نے بہت جلادوں سے کام لیا ہے، مگر خود جلادی نہیں کی۔ فرمایئے ارشاد فرمایئے، ہیں، حضور کی والدہ کی طرح، حضور کے باپ کی طرح خاموش ہوجاؤنگا۔

زاہدہ (کچھ ہوش میں آکر) آہ یہ کتا! دنیا میں انسانیت کا حس باقی نہ رہے۔ اس لئے اس نے اس کا تہیہ کرلیا ہے۔ زندوں کو کافی نہیں سمجھتا کہ مُردوں پر بھی اپنی زبان تیز کرتا ہے۔ اپنے دانتوں کو کدال کی جگہ استعمال کرکے قبروں میں گڑے ہوئے مُردوں پر چلاتا ہے۔

براق حاجب۔ حضرت ملکہ کا پھر خون جوش میں آنے لگا۔ تھوڑی دیر میں وہ رونا شروع کردیگی۔ رونے والا ہٹ جائے۔ فرمایئے آپ فرمایئے کیا فرما رہے تھے، سلمان تجھ سے کیا فرما رہے تھے۔

سلمان۔ شاہزادہ ابھی فرما رہے تھے کہ وہ مجھے نہیں جانتے حالانکہ

جب اُنھوں نے ملک نصرت کو مارا ہے وہ بیچارہ میری گود میں گرا تھا۔ نہ معلوم وہ مجھے کیوں نہیں پہچانتے شاید یہ اس وجہ سے کہ میرے چہرہ پر خون کے جو قطرے پڑے تھے اُن کا اثر اب کچھ باقی نہیں رہا۔

زاہدہ۔ آہ مقتول جان سے جاتا ہے۔ غلام اپنے گناہ معاف کرا لیتا ہے لیکن یہ مجھ سے انتقام لینے سے باز نہیں آتا۔ میری آہ و زاری، فریاد و ندامت سے کچھ فائدہ نہیں۔ عادلِ مطلق جان کے بدلے جان کے سوا کوئی اور چیز قبول نہیں کرتا۔

سلمان (غیاث سے) آپ میرے چہرہ کو غور سے ملاحظہ کیجئے۔ اُمید ہے آپ کو یاد آگیا ہوگا۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو حضور کو یہ بھی یاد آگیا ہوگا کہ میں جھوٹے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جس وقت آپ نے ملک نصرت کو زخمی کیا تھا تو آپ نے یہ خیال کر کے کہ اس زخم سے وہ نہ مرے گا۔ اُس پر خنجر کا ایک وار اور کرنا چاہا تھا۔ اُس وقت میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ یہ بیچارہ دو گھنٹے سے زیادہ نہ جئے گا۔ اس کی جان عزرائیل کے پنجہ میں ہے خنجر کی ضرورت نہیں میری بات پورے طور پر ٹھیک نکلی تھی یا نہیں۔ اے میرے رحیم و کریم شاہزادے!

غیاث الدین۔ ملعون کیا میں اپنی سرگزشت تجھ سے پوچھتا ہوں۔ میں نے یہاں کب لوگوں کو حکم دیا کہ حاجب کی جان کا قصد کریں۔

سلمان۔ کل شام جس وقت کہ موذن منارہ سے اللہ کے بندوں کو عبادت کے لئے بلا رہا تھا۔

غیاث الدین۔ چپ خنزیر۔

براق حاجب (غیاث سے) اگر خاموشی میں کوئی فائدہ تھا تو اس کا حکم اپنے تابعین کو دنیا زیادہ آسان اور زیادہ کارگر ہوتا۔ اے میرے شاہزادے

غیاث الدین۔ آہ یقین کرتا ہی! اس وقت برسرِ حکومت ہے۔ صاحب تجربہ ہی۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہی۔ کانوں سے سن رہا ہی کہ یہ مردود مجھ سے ملک نصرت کا انتقام لینا چاہتا ہی۔ پھر بھی اپنی آنکھ اور کان پر اعتبار نہیں کرتا اور اس کتے پر اعتبار کرتا ہی۔

سلمان۔ فرمایئے کہ یہ خاکسار مفتری اور جھوٹا ہی مگر کیا حضور کے نوکر بھی جھوٹے ہیں۔ ان میں سے کوئی مجھے نہیں جھٹلاتا۔ امیر جابر کھڑے ہیں

براق حاجب (جابر سے) عجیب۔ حضور کے نوکروں سے تو نے اس قدر دوستی پیدا کر لی تھی کہ ایسے مہم اسرار سے واقفیت

حاصل کرلی۔

جابر۔ مجھے جس وقت سلمان نے خبر دی میں نے اُن سب کو گرفتار کرلیا۔ شکنجہ کا نام سُنتے ہی سب نے قبول دیا۔ حتیٰ کہ اُس میں سے کوئی ایسا سورما بھی نہ نکلا کہ جو اُس کی ایک ہلکی سی تکلیف کو بھی برداشت کرسکتا۔

براق حاجب۔ جان چھوڑانے کے بعد اپنے اوپر مصیبت مول لینے سے کیا حاصل۔ اس سے بڑھکر اور کیا بہادری ہوگی کہ اپنا ایک بال بیکا کئے بغیر موت کے پنجہ سے اپنی جان چھڑالی۔

غیاث الدین (جابر سے) اُنھوں نے کیا کہا کیا کیا ہذیان بکا۔

جابر۔ اگر اُن سب کے بیانات کو بالتفصیل عرض کردں تو شام تک بھی ختم نہ ہو۔ اُس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ سب نے اس بات کو بیان کیا کہ وہ حاجب صاحب کو مار ڈالنے کا قصد رکھتے تھے اور بطور معذرت کے یہ کہتے تھے کہ ہم حکم کے بندے ہیں کیا کریں۔

غیاث الدین۔ آہ مردودو۔ آہ ملعونوں۔ آہ کمینو! اس کام کا اُنھوں نے خود ہی ارادہ کیا اور خود ہی پورا کرنا چاہا۔ مجھ سے اجازت نہ ملی۔ اس لئے ہمت نہ کرسکے۔ اب کہتے ہیں کہ حکم کے بندے ہیں مجھ پر

تہمت لگانے کی سواے کوئی راہ نجات نہیں پاتے۔

زاہدہ (اپنے دل سے) تجھ جیسے آقا کے نوکر اور کیسے ہونگے۔ سانپ کی ڈالی ہوئی لکیر پر سپولیہ کے سوا اور کون جا سکتا ہے؟

براق حاجب (جابر سے) بہادری اور مردانگی کی حقیقت (وہ بھی شاہی بہادری اور شاہی مردانگی) تم نے دیکھ لی۔ ہمارے آقا ظل اللہ کہلائے جا رہے تھے۔ مگر جب بلائیں آئیں تو خدا کی بندگی پر غلام کی خدمتگاری کو ترجیح دی۔ اور چند بے مایہ آدمیوں کے سایۂ حمایت کے نیچے آ گئے۔ اُن بیچاروں نے بھی اپنی جان جب خطرہ میں دیکھی تو اپنے ولی نعمت اپنے شہزادہ کو اپنا سپر بنانا چاہا۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے۔

غیاث الدین۔ اے شخص تم جیسی کہو میں ویسی قسم کھانے کے لئے طیار ہوں۔

براق حاجب۔ حضور سے میں اپنے اخلاق کی کمزوری بیان کر کے معافی کا خواستگار ہونا چاہتا ہوں۔ مجھ میں یہ عادت ہے کہ جھوٹ کہتے وقت لوگوں کو یقین دلانے کے لئے بیچ میں کہیں کہیں قسم بھی کھا لیا کرتا ہوں اس لئے میری نظر میں جھوٹ اور سچ میں تفریق کرنے کے لئے

قسم کوئی برہان قاطع نہیں ہے۔

غیاث الدین۔ میں کیا کہوں۔ تیری جان لینے کا انھوں نے آپس میں اقرار کیا تھا مجھ سے بھی اس کا ذکر کیا تھا۔

براق حاجب (بات کاٹ کر) لیکن آپ نے انھیں روک دیا۔ ہے نا؟ پھر مجھے اس کی خبر نہ کی۔ یہ غالباً اسی وجہ سے تھا کہ مجھ جیسے بڈھے غلام کو فکر و تکلیف نہ ہو۔ لیکن آپ کے نوکر جنھوں نے اس بڈھے غلام کے چند روزہ عمر کو بھی زیادہ سمجھا اور اُسے ختم کرنا چاہا انھیں بھی حضور نے کوئی سزا نہ دی حضور کا رحم وسیع ہے۔ حضور کے زمانہ سلطنت میں، کوئی کسی کو تکلیف نہیں پہنچا سکتا اور نہ پہنچانا چاہتا ہے۔ ہے نا میرے شاہزادے؟

زاہدہ (اپنی طبیعت کچھ بحال کر کے اور براق کے قریب پہنچکر) مجھ سے کہو جو کہنا چاہتے ہو، مجھ سے کہو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ مجھ سے جواب لو۔

براق حاجب۔ اُف۔ آپ سے جواب لوں یہ بات ہے ہا بے شک ہر ایک ماں اپنے بچے کے پوتڑے دھونا اپنا فرض سمجھتی ہے لیکن دو تین مہینے یا حد سے حد تین چار برس کے بچے کے۔ لیکن شاید خوارزم شاہی محلسرا میں مائیں اس کام کو اُس وقت بھی کرتی ہیں جب کہ اُن کے بچوں کی

داڑھیاں نکل آتی ہیں۔ خیر حضرت ملکہ کا جو حکم۔ اس کے بعد حضور ہی سے
گفتگو کروں گا۔ مگر تھوڑی سی بس دو منٹ مہلت دیجئے۔ زرا یہ بھیڑ
چھٹ جائے۔ جابر!

جابر۔ حضور

براق حاجب۔ قلعہ میں کس قدر فوج ہے۔

جابر۔ کوئی تین سو کے قریب۔

براق حاجب۔ بہت خوب سو آدمیوں کو بھیجو ان نوکروں کو
لائیں اور سامنے کے میدان کے درختوں میں انھیں لٹکائیں۔

جابر۔ جو حکم (جاتا ہے)

براق حاجب۔ مرحوم خوارزم شاہ کسی کو قتل کا حکم دیتا تھا تو اُن کی
گردن ماری جاتی تھی۔ حجاج اور ابو مسلم کو بھی یہی شوق تھا۔ اصل یہ ہے
کہ گردن مارے جانے سے انسان کا خون فوارہ کی طرح خوب نکلتا ہے اور
اِدھر اُدھر گر گر عجیب شکلیں بناتا ہے لیکن پھانسی اور ہی چیز ہے۔ پھانسی پر
لٹکائے ہوئے آدمی کا ہر عضو ہر گزرنے والے کی نظر میں۔ موت کی دہشت
کی پوری طور پر تعریف کرتا ہے۔ انسان جب انسان کو پھانسی پر چڑھاتا ہے

تو اُسے مارتا بھی ہے۔ اور سکرات موت کے تصور کو سامنے رکھ کر مارتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے خون کا ایک قطرہ نظر نہیں آتا۔ اس خاکسار کو خون سے نہایت درجہ نفرت ہے۔ دیکھئے وہ آ رہے ہیں۔ آپ سیر کر رہے ہیں؟

غیاث الدین۔ آہ میں خنزیروں کو دیکھ رہا ہوں۔

براق حاجب (بات کاٹ کر سلمان سے) اپنے ساتھ چند آدمیوں کو لے اور حضرت شاہزادہ کو اُن درختوں تک پہنچا۔ وہ اپنے پردردہ خنزیروں کی سیر کرنا چاہتے ہیں (غیاث سے) سور کھانے والی قوم سور کس طرح مارتی ہے میں نہیں جانتا۔ اور نہ جاننے کا مجھے شوق۔ ان مردودوں کو اگر پھانسی دینے میں میں نے غلطی کی تو حضور معاف فرمائیں (سلمان سے) چنگیز خاں کو جب یہ ضرورت پیش آتی تھی کہ کسی بادشاہزادہ کو قتل کرے یا جان لے۔ خود اُس کی کمان کے چلہ سے اُس کا گلا گھونٹے جانے کا حکم دیتا تھا۔ اس ولی نعمت زادہ کا بھی اسی طرح گلا گھونٹو۔ دیکھو کمان یہ موجود ہے دیوار میں لٹک رہی ہے۔ اُس پر غیاث الدین لکھا ہوا ہے۔ خبردار حضرت شاہزادہ کو تکلیف نہ پہونچے۔ اگر تم میں سے کسی نے آداب ملوکانہ کا خیال نہ رکھا تو میں سخت سزا دوں گا۔ اگر ایسے خبیثوں کی ہزار

جانیں بھی ہونگی تو مجھ سے نہ بچ سکیں گی (زاہدہ سے) فرمائیے ملکہ اب ہم آرام سے باتیں کر سکتے ہیں۔

زاہدہ۔ آہ جس دن قابیل دنیا سے گیا اُس دن حوا کے جسم کو اُس سانپ نے بھی جو شیطان کے قلب میں جا چھپا تھا زہر آلود کرنے کی کوشش نہیں کی تھی مگر اے میرے اللہ انسانوں میں شیطان سے زیادہ ملعون۔ سانپ سے زیادہ دنی مخلوق بھی ہے۔ یہ شخص میرے جگر پارہ کی جان بھی لیتا ہے اور مجھ سے بے پروایانہ طریقہ سے باتیں بھی کرنا چاہتا ہے ہنس ہنس کر مجھے اپنے خون آلود دانت بھی دکھانا چاہتا ہے۔ ایک بیچاری ماں کے وہ آنسو جو اپنی اولاد کے لئے آنکھ سے گرتے ہوں۔ اُنھیں ایسا خوش خوش ہو کر دیکھتا ہے۔ گویا وہ بارانِ رحمت کے قطرے ہیں۔

غیاث الدین۔ اب تک تو میرے خاندان کے نمک سے پلا، اب میری ہی جان لینا چاہتا ہے۔ کیا تیرے لئے حقوق، عہد، امان سب بے معنی الفاظ ہیں۔ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ وحشی خونخوار شیر بھی اُس آدمی سے تعرض نہیں کرتے جس نے اُن کے ساتھ بھلائی کی ہو۔

براق حاجب۔ پھر وہی حق نعمت کا ذکر! یہ بحث میری سمجھ میں

نہیں آتی (مسلمان سے) سلمان، تو حکم کی تعمیل یوں کرتا ہے؟ بس جا بس جا۔ اس شخص کی آواز سنتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ دوسری دنیا سے کوئی بول رہا ہے اور میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(سلمان اشارہ کرکے چند سپاہیوں کو بلاتا ہے جو ایک دم غیاث کی طرف جھپٹتے ہیں)

غیاث الدین (اٹک اٹک کر) آہ جلال ...... جلال .. خنزیر - .. آہ ....

(غیاث الدین کو گھسیٹ لے جاتے ہیں)

زاہدہ (تیزی سے اور نڈر ہو کر براق کی طرف دوڑ کر) نہیں! ہاتھ نہ ڈال، میری اولاد پر ہاتھ نہ ڈال۔ میں باقی ہر بات کے لئے راضی ہوں، ہر بات کے لئے۔

براق حاجب - میرے اس قدر قریب نہ آئیے۔ میں پسینے میں تر ہوں، اس کی بو سے آپ کو تکلیف ہوگی۔

زاہدہ - آہ چھوڑ دے، خدا کے واسطے اس استہزا کو چھوڑ دے۔ چیتے کی طرح جان لینے کے لئے کمین نکالتی چھوڑ دے تو میرے

بیٹے کو مار رہا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی جان کو تو لینا چاہتا ہے۔ ایک عورت کے ہاتھ سے خدا کی دی ہوئی نعمت کو چھیننا چاہتا ہے تو خدا سے خوف نہیں کھاتا۔

براق حاجب ۔ حسین خاتون! میری جان بھی تو خدا نے ہی مجھے عطا کی تھی۔ آپ کے صاحبزادے بلند اقبال نے اُس عطائے الٰہی کو مجھ سے چھیننا چاہا۔

زاہدہ ۔ تو تو زندہ ہے۔ اسے مار ڈالیں گے۔ اگر اُس نے تیرے خلاف کچھ بُرا ارادہ کیا بھی، تو اُس پر وہ قادر نہیں ہوا کیا زندہ آدمی کا اُس کے دشمن سے قصاص لیا جاتا ہے۔ آہ! ملک نصرت نے مرتے دم، غیاث کو معاف کیا تھا تو زندہ ہے۔ لیکن اُسے معاف نہیں کرتا۔

براق حاجب ۔ تو معلوم ہوا کہ آپ نے جب اُس مبارک اولاد کو جنا تو یہ کہہ کر جنا کہ وہ جسے چاہے مار ڈالے اور جسے مارے وہ نفس واپسیں میں اُسے معاف بھی کرے۔ ان باتوں پر یقین کرنا ماؤں کا ہی کام ہے۔ معلوم نہیں آپ نے اس پر بھی غور کیا ہے یا نہیں کہ عورتوں میں نفاس کے زمانے میں تھوڑی سی دیوانگی آجاتی ہے اور ہر عورت جو بچہ جنتی ہے آیندہ کو اس دیوانگی سے متاثر رہتی ہے۔ اس دیوانگی کا نام بعض حضرات

نے حسن تاویل سے ماں کی شفقت رکھا ہے۔ اس دیوانگی کی وجہ سے ہر عورت اپنے بچّے کو دنیا کے لئے ایک رحمت خیال کرتی ہے۔ میں نے ایک وقت ہندوستان میں ایک کالی لونڈی سے اُس کے بچّے کی تاریخ ولادت پوچھی تھی۔ اُس نے جواب دیا۔ جس وقت میرا بچہ پیدا ہوا۔ آفتاب فوراً غروب ہوگیا تھا۔ اس قدر افتخار اس قدر غرور سے اُس نے یہ جواب دیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی نظر میں اُس کا کالا لڑکا آفتاب کا بدل ہے۔ بلکہ اُس کی بات سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ وہ اپنے بچے کو اس قدر علوی، نورانی سمجھتی تھی۔ جس سے شرماکر آفتاب نے اپنا منھ چھپالیا۔ یہ دیوانگی ہے تا، مگر پوشیدہ دیوانگی سب سے زیادہ مضر ہوتی ہے اس کی مضرت ماں اور اولاد دونوں کو ہوتی ہے۔ ایک فیلسوف کا قول ہے کہ بلاؤ اپنے بچّوں کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ خوبصورت ہیں اور اس لئے سب سے زیادہ پُرلذت ہونگے۔

زاہدہ۔ آہ! اللہ نے جو صفت خاص اپنی مرحمت سے پیدا کی ہے یعنی ماں کی ممتا، تو اس کی ہنسی۔ اُڑا رہا ہے۔ ماں کی محبت کو تو فضول خیال کرتا ہے۔ تجھے قدرت نہیں کہ جنین کو رحم سے نکال ڈالے،

تو قلب کے ہر تار، ہر رگ کو پارہ پارہ کر رہا ہی اور اُس میں سے جو محبت اولاد اُبل رہی ہی اُسے اپنے خنجر کی نوک سے نکال نکال کے پھینکنا چاہتا ہی۔ کیا تجھے ماں نے نہیں جنا؟ کیا تو شیطان کی طرح آگ سے پیدا ہوا ہی؟

براق حاجب ۔ اگر میں آگ سے پیدا ہوتا تو دکھائی نہ دیتا۔ لوگوں کی آنکھوں سے پنہاں ہو کر، جو چاہتا کرتا، انسان کے لئے کیسی خوش بختی ہی۔ چھ سو برس سے حاجی شیطان پر پتھر پھینک رہے ہیں، مگر اب تک اُن کا ایک پتھر اس کی ایک کانی آنکھ، یا لنگڑی ٹانگ پر نہ لگا۔ حضرت شیطان ہمیشہ برابر فرشتوں اور انسانوں کو ناچ نچا رہے ہیں؛ ایسا ناچ نچا رہے ہیں کہ ہم جیسی مخلوق بعض اوقات خالق کو بھی بھلا دیتی ہی۔ آپ کے صاحبزادہ بلند اقبال نے اپنا سارا زور مجھ پر ہی صرف کرنا چاہا اپنے خدمتگاروں تک پر حکم نہ چلا سکے چوبیس گھنٹے سے جس قدر بارش سنگہائے قضا کی اس پر ہو رہی ہی اس نے اُس کے لئے ایک پردہ بنا دیا ہی۔ نہ دکھائی دینا علحدٰہ چیز ہی اور قوت علحدٰہ چیز۔ فکر شیطانی، سایہ بستر ہی میں نشو ونما پاتا ہی۔

زاہدہ ۔ انسان جن حسیات کو مقدس خیال کرتا ہی وہ کافی نہ ہوئے تو اب تو نے خدا پر زبان کھولی۔ اب تک جو تو نے ڈھایا وہ کافی نہ تھا کہ اب تو

کعبہ کو ڈھانا چاہتا ہی۔

براق حاجب - خوب۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ عاجز عورتوں میں بھی قدرت کاملہ کے حامی موجود ہیں۔ غصہ نہ فرمائیے۔ آپ کے چہرہ کو میں نے دیکھا حدت اور غضب سے اُس میں کوئی رونق نہیں آتی۔ ادھر تشریف لائے۔ حضرت شہزادہ کو اس دنیا کے آخری منزل کو لے جا رہے ہیں۔ آپ اپنی آنکھوں سے اُن کا آخری جمال دیکھنا چاہتی ہیں؟

زاہدہ - جلدی سے (کھڑکی کی طرف دوڑ کر) لے گئے۔ ہائے لے گئے۔ اب اُسے مار ڈالیں گے۔ شاید اس وقت اس کی جان لے رہے ہونگے۔ کیا تجھ میں اتنا انصاف بھی نہیں کہ اُس سے پہلے میری جان لے۔ میرے دل میں خنجر مار دے اور میرے جنازہ کو اُس کے جنازہ کے پاس جا کر ڈال دے (براق کے ایک نوکر سے خنجر چھین کر اُس پر حملہ کرتی ہی) آہ ملعون تجھے نہ چھوڑوں گی کہ تو غیاث کی موت دیکھے۔ کتے تجھے نہ چھوڑونگی کہ میری اولاد کا گوشت کھائے۔

براق حاجب (بہت اطمینان سے زاہدہ کے ہاتھ سے خنجر چھین لیتا ہی) اور اُس کے سینہ میں گھسا دیتا ہی (زاہدہ بیہوش ہو کر گر پڑتی ہی) کیا تو نے

آدمی کو مار ڈالنا بچہ جننے کے برابر آسان سمجھا ہی؟

مجلس ہفتم

اشخاص سابق ۔ جابر

جابر (گھبرایا ہوا اندر داخل ہوکر) سلطان جلال الدین قلعہ کی دیوار پر سے گھس آیا اور ہماری آدھی قوم تلف ہوگئی۔ آدھا ملک ہاتھ سے نکل گیا۔

براق حاجب۔ کیسے دیوار پر سے آگیا؟

جابر۔ حضور بس آگیا۔ کیسے آگیا۔ اس کی تفصیل کا وقت نہیں۔ وہ سامنے سے اُن کے نیزوں کا سایہ پڑتا چلا آرہا ہی۔ نیچے حضور کا گھوڑا طیار ہی۔ ایک ہزار کے قریب فدائی میرے ماتحت موجود ہیں۔ اس وقت اگر ایک منٹ بھی ہم نے ضائع کیا تو ایک عمر ایک دولت ضائع کرنے کے برابر ہوگا۔

براق حاجب۔ اس قدر گھبراؤ مت۔ چلو چلتا ہوں وہ دیکھو

جانب سے آرہا ہے؟

جابر۔ ہاں

براق حاجب ۔اس طرف کو، بغداد دروازہ سے (سب جاتے ہیں)

زاہدہ (اپنے زخم کی بیہوشی سے ہوش میں آنے کی کوشش کرکے)

غیاث! بدبخت، غیاث! آہ! جلال! جلال!

(پردہ گرتا ہے)

پردۂ یازدہم

(ایک وسیع میدان کے کنارہ ایک محل۔ محل کے دریچہ کے نیچے غیاث الدین کا جنازہ۔ کچھ فاصلہ پر اور جنازے بھی دکھائی دیتے ہیں)

مجلس اوّل

جلال الدین۔ اورخاں نورالدین

جلال الدین (اورخاں سے) کیسے بھاگ گیا؟ کدھر کو چلا گیا؟

اورخاں ۔ ہمارے سامنے سے بھاگ گیا۔ سیاہ نیم آستین پہنے ہوئے تھا اور ایک مشکی گھوڑے پر سوار تھا اور جس طرح تاریکی نور کے سامنے گریزاں ہوتی ہے ایسی سرعت سے وہ بھاگا۔ ابتداے آفرینش سے جس طرح دن رات کا تعاقب کر رہا ہے اور اسے نہیں پکڑ سکتا ہم بھی اس کے پیچھے بھاگے مگر اس کو پکڑ نہ سکے۔ ایک منٹ ایک سیکنڈ میں وہ غائب ہو گیا، اسے

میرے بادشاہ !

جلال الدین - اسفل السافلین میں جائے ! وہ کہاں ہے؟ وہ یادگار کہاں ہے؟

سلمان (ہاتھ سے غیاث کے جنازہ کو دکھاکر) وہ ہے میرے بادشاہ! اپنی جبلی ذلت کے ساتھ افعی کی طرح زمین میں پڑا ہوا ہے

جلال الدین (سلمان سے) آئیں ! کیا تو حاجب کے جلادوں میں سے ہے ؟

سلمان - نہیں میرے بادشاہ ! میں ملک نصرت مرحوم کے نمک پروردوں میں سے ہوں -

جلال الدین - الہی ! تیری حکمت بھی کس قدر عجیب ہے؟ تیرے نزدیک کیا بیچارہ نصرت کا خون، اتنے مسلمانوں کے خون سے زیادہ قیمتی تھا کہ اس کے خون کا انتقام لے لیا گیا (سلمان سے) تو اس ملک کے راستوں سے واقف ہے - ہماری فوج کے ساتھ جا، تو کم سے کم راستہ بتلانے کے کام ہی آئے گا (اپنے دل سے) انتقام سے زیادہ کریہہ کوئی چیز میری نظر میں نہ تھی، اور واسطۂ انتقام کو میں اس سے بھی زیادہ کریہہ خیال کرتا تھا۔

رعیات کے جنازے کے قریب ہوکر) جو دنیا تم سمجھتے تھے کہ محض تمہارے لئے، تمہارے ہوسات کے لئے پیدا کی گئی تھی ۔ دیکھو اس دنیا نے تمھیں کس حال تک پہنچا دیا ہے تم نے ایک آدمی کو اس قصور پر مار ڈالا کہ اس نے اس سپاہی کو اپنے ہاں کیوں نوکر رکھ لیا۔ جسے تم نے نکالا تھا۔ تمھارا انہماک، تمھارا رشک، اپنے توابع کے بارے میں اس درجہ تھا۔ لیکن جب خود تمھاری جان پر آبنی، تو اُن توابع میں سے ایک بھی ایسا نہ نکلا جو تمھاری حفاظت کرنے کے لئے اپنا ایک بال بھی بیکا کرتا ۔ دولت و حکومت کی ہوس میں تم نے اسلام کی سعادت سرائے اقبال کو ڈھانے کی کوشش کی، حالانکہ اس کے انہدام سے اپنے لئے ایک تخت سلطنت تو کجا، ایک تختۂ تابوت بھی مہیا نہ کر سکے اب تمھیں معلوم ہوا ہوگا کہ اس دنی دنیا کی وفا کے دن کی ہوتی ہے اس کے لئے تم نے اپنا دین، اپنا ناموس برباد کیا، مگر تمھیں یہ آخری وقت معلوم ہوا۔ آہ ! انسان کو اگر یہ معلوم ہو کہ اس کا دشمن بھی ایک لمحہ میں، ایک سانس میں دونوں دنیا کی، دونوں زندگیوں کی سعادت سے تا ابد محروم ہو جائیگا تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اور خاں ۔ نہایت درجہ مایوس ہو، اے میرے بادشاہ ! بالخصوص

جب کہ وہ دشمن اپنے ہی خون سے ہو اپنا ہی بھائی ہو۔

جلال الدین (غمگین آواز سے) ہاں اگر میں اس بات سے مکدر ہوں کہ میرے بھائی کی دین و دنیا ایک ساتھ خراب ہوگئی۔ تو کیا مجھے قابل الزام قرار دو گے ؟

اورخاں ۔ نہیں، ہرگز نہیں، اے میرے بادشاہ ! کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی دنیا کو دیکھنے سے شرماتا ہے۔ اسی طرح آپ کا گریۂ تاثر آپ کی آنکھوں میں پوشیدہ رہنے کی کوشش کر رہا ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اس کا چھوٹا سا قطرہ بھی، اس ارحم الراحمین کے نزدیک اتنا ہی مقبول ہوگا جتنا اس شہید کا خون جو راہ حق میں گرے۔ میں جس طرح دنیاوی جنگوں میں حضور سے کبھی علیٰحدہ نہیں ہوا اسی طرح میں اس وقت یہ ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت حضور کے حسیاتِ قلب کی جنگ میں میں حضور کا تابع ہوں۔

جلال الدین (متردانہ) اور تمھارا برادرزادہ ؟

اورخاں۔ ہاں، اے میرے بادشاہ ! میں نے اپنے برادرزادہ کو حضور کی آنکھوں کے سامنے قتل کیا۔ مگر جس نیزے سے میں نے اس کا جگر چھیدا، اس کا عکس روحانی میرے قلب کے بھی پار ہوگیا تھا، آپ

قطب الدین کو راہ حق میں قربان کرتے وقت متاثر ہوئے تھے، میں بھی طاہر کو راہ حق سے جدا ہوتے دیکھ کر اسے محو و تلف کرتے وقت متاثر ہوا تھا یہ تیرہ خاک، دنیا میں جس قدر تفاوت، جتنا امتیاز ہے اس سب پر پردہ ڈال دیتی ہے .... انسان اگر ایثار و قربانی سے متاثر نہ ہو تو ایثار و قربانی میں کیا مزیت و فضیلت رہ جاتی ہے۔

مجلس دوم

زاہدہ (محل کی کھڑکی میں سے دکھائی دیتی ہے) جلال! جلال! آہ! نور خدا نے جلال کی شکل اختیار کر لی ہے اور وہ یہاں خراماں ہے مگر افسوس کہ تاریکی میری آنکھوں پر چھا جائے گی اور میں اس کے چہرۂ منور کو نہ دیکھ سکوں گی۔ جلال! مجھے اپنے پاس بلا لے، جلال حکم دے کہ مجھے تجھ تک پہنچا دیں۔

جلال الدین (گھبرا کر) اس بیچاری کو کیا ہو گیا ہے؟

نورالدین - کھڑکی میں بے جان سی ہو کر گر پڑی ہے، نہ معلوم حاجب ملعون نے اُسے زخمی تو نہیں کیا؟ یا اس کا گلا تو نہیں گھونٹا، گرتے وقت اس کے جسم میں کوئی حرکت ایسی نہ تھی جس سے کہا جائے کہ اس کا جسم اس کی روح کے قابو میں تھا۔

جلال - جاؤ، جلدی اس تک پہنچو، اور اُسے یہاں لے آؤ (نورالدین دوڑتا ہوا جاتا ہے)

اورخان - ابھی لائے اے میرے بادشاہ! مگر کیا زیادہ مناسب نہ ہوگا، اگر حضور ہی اوپر تشریف لے چلیں۔

جلال - مجھ میں کہاں اس کی قوت رہی۔ کیا خوب فتح کا وقت، کیا عجب روز مسرت ہے! (روتا ہوا، زمین پر گرتا ہے) یا اللہ! یا اللہ! تو عالم و شاہد ہے کہ مجھے اب اپنے جسم دل اور آنکھوں پر قابو نہیں رہا۔ اپنی معشوقہ اپنے جگر پارے کو جس وقت میں نے اپنے ہاتھ سے ڈبویا، تو نے مجھے اس کی قوت عطا کی، تو نے دریائے سنت کے پار پہنچایا۔ اس سیلاب میں، میری آنکھ سے ایک قطرہ آنسو تو نے نکلنے نہ دیا۔ میرے جگر پر جو گزری، گزری، میرے قلب کو چشم انسان نہ دیکھ سکی۔ اپنے ضعف و عجز کو میں چھپا سکا، تیری راہ

میں تیرے لئے میں نے جو کچھ برداشت کیا، اُسے تو ہی جانتا تھا، اگر میرے
تاثرات، تیری بابِ عدالت میں جرم قرار دیئے گئے۔ تو تو معاف کرے گا،
اگر معاف نہ بھی کرے گا تو میرے راز کا راز داں تو ہی ہے اور اس لئے
وہ فاش نہ ہوگا، اس کا مجھے یقین تھا، لیکن اب میرا قلب میرے جسم کو قابو
میں رکھنے سے عاجز ہے، الٰہی! اپنے عزیزوں میں سے ایک خائن کے
جنازہ کو دیکھ کر، ایک بیچارگی کی فریادوں کو سن کر، تیرے بندوں کے سامنے
بیتاب و ناتواں ہوا جارہا ہوں۔ رو رہا ہوں۔ اللہ تو شاہد ہے کہ اب مجھے
اپنے اوپر قدرت نہیں رہی۔

اور رخاں (اپنے دل سے) کیسا شاندار وجدان ہے وہ باتیں جن کا
شمار بہترین محاسن اور معانی میں ہوتا ہے اور اگر کسی سے نسبت بھی دی جائیں
تو وہ فخر کرے۔ انھیں بھی کسر نفسی سے اپنے اوپر عیب و قباحت کا رنگ
دیتا ہے (جلال سے) میرے ولی نعمت، دنیا کے ایک گوشے میں بادشاہ نہیں،
آپ عرش اعلیٰ پر مقرب ترین فرشتے بھی ہوتے، تو بھی آپ کا یہ حق تھا کہ اُن پر
آنسو بہائیں، اور خدائے برتر آپ سے ناراض نہ ہوتا۔

جلال۔ عبودیت کے لئے اپنے تئیں مسکین و ذلیل سمجھنا جتنا لازم ہے

اس سے واقف ہو ؟

اورخاں - خوب واقف ہوں، ہر لمحہ میں خود اپنے میں اس کا تجربہ کرتا ہوں۔ مگر اپنی مسکنت و ذلت کو وہ درجہ دیا ہے کہ عزت الٰہی جس قدر عالی ہے، اپنی ذلت اپنے اس نسبت سے زیادہ نیچی قرار دی ہے۔ خالقیت و مخلوقیت کے بُعد نا متناہی کی منزل کے درمیان اگر بندے کے چند قطرات نظر آجائیں تو آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ اخلاق الٰہیہ کی پیروی کے مانع ہیں۔؟

جلال الدین - ہم سب بندے ہیں، بندہ کو کب یہ اختیار ہے اپنے خالق کی خدمت کرنے میں ایک آنسو کے قطرے برابر کمی کرے۔

اورخاں - حضور کو معلوم ہے کہ اگر بندے اس پر مقتدر ہوتے کہ اپنے خالق کی بندگی کو پوری طور پر بجا لائیں تو اس کی صفت عبث ہو جاتی

(نورالدین زاہدہ کو گود میں اُٹھاتے ہوئے لاتا ہے)

جلال الدین - آہ والدہ ! آپ کو کیا ہو گیا، پیدا ہوتے وقت اُن کے لڑکے نے اُنھیں ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا تو کیا اب کرے گا ؟

زاہدہ (جلال کے جھنجوڑنے سے ہوش میں آکر) آہ کہئے اس لفظ کو ایک مرتبہ اور کہئے۔ آپ کے مُنہ سے والدہ کا نام سنتی ہوں تو میں یہ

خیال کرتی ہوں کہ آپ میرے بطن سے دنیا میں آئے ہیں۔ میں یہ تصور کرتی ہوں کہ یہ مہر نیمروز میرے جسم سے طلوع ہوا ہے اور اس خیال سے مجھے ایسی مسرت وسعادت حاصل ہوتی ہے کہ گویا مجھے ایک روح تازہ مل رہی ہے۔

جلال الدین۔ میری پیاری والدہ!

زاہدہ۔ میرے ہر سانس میں آہستہ آہستہ میری روح نکل رہی ہے مگر آپ کی زبان سے والدہ لفظ سن کر مجھے وہ لذت حاصل ہوتی ہے گویا ہر سانس میں مجھے اک نئی روح مل رہی ہے، اے میرے جلال! میرا دل اس وقت زندہ رہنے سے زیادہ یہ چاہتا ہے کہ مجھے اتنی مہلت ملے کہ میں آپ سے کچھ بات کروں، مگر یہ کم بخت زخم اس کی مجھے اجازت نہیں دیتا، اے میرے بادشاہ! میں مر رہی ہوں اگر خدا نے مجھے وہاں پہنچایا، آپ کے والد اور والدہ کی خدمت میں آپ کی طرف سے سلام پہنچاؤں گی۔ آہ! آپ کو معلوم نہیں کہ یہاں مجھ پر کیا کیا گزر گئی۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا تو آپ ضرور یہ خیال کرتے مجھے میرے کئے کی ہزار درجہ زیادہ سزا مل گئی، ماں کی ماتا ہی ایسی ہوتی ہے، کوئی ماں ہے جو اپنے بچے کو پہاڑ کی چوٹی سے گرتا دیکھے گی اور

اس کے پیچھے خود نہ گر جائے گی، آپ دیکھئے کہ میں نے اُس بدبخت کے لئے کیا کچھ نہ برداشت کیا، جسے اس دنیا میں کتے بھی شایانِ مرحمت نہیں سمجھتے اولاد کی محبت کا اندازہ آپ کو اُس سے ہوگا، بیٹے! جب آپ مجھے والدہ کہتے ہیں، تو میرا کیا حال ہوتا ہوگا، اس سے قیاس کیجئے، میری جان! میرے جلال! اس سگ ملعون حاجب نے تو یہ چاہا کہ آپ مجھے والدہ بھی نہ کہہ سکیں اُس خنزیر نے، بیٹیر کے بستر پر نظر ہوس ڈالی تھی۔ آپ کا اتا بک ہونا چاہتا تھا، مجھے...... مجھے...... آہ! میں نہیں کہہ سکتی، میری زبان سے اگر وہ لفظ نکلیں تو میں ڈرتی ہوں کہ خدا کے غضب کی تلوار میری زبان کاٹ دے گی۔

جلال۔ نمک حرام ملعون!

زاہدہ۔ ملعون سا ملعون! انتہا سے زیادہ نمک حرام، میرے سامنے میری آنکھوں کے سامنے غیاث کی جان لینا چاہتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ میں آپ کے والد سے آخرت میں یہ بھی نہ کہہ سکوں کہ اے میرے بادشاہ! میرا بیٹا، میرا ولی نعمت زادہ دنیا میں ہے، میرا دل اس شرف کو زیادہ تصور کرتا تھا کہ میں آپ کو بیٹا کہہ کر پکاروں۔ ملعون نے کس بہانے سے فساد کی باتیں شروع

گیں اور نہ معلوم کیا ہوا کہ مجھ پر بھی اور اس پر بھی طعنے کسے اور آخر میں اُسے قتل ہی کر کے چھوڑا، اُسے قتل کرنے کے بعد، مجھے نہ قتل کرنا، اس کا سب سے بڑا ظلم تھا، غنیمت ہی کہ اس ظلم سے وہ باز نہ رہا۔

جلال۔ اماں جان! ہر زخم موت کا سبب نہیں ہوتا، انشاء اللہ آپ اچھی ہو جائیں گی اور ہنسی خوشی اس دنیا میں زندگی بسر کریں گی۔

زاہدہ۔ میرے جلال! انسان کو بہت اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہی کہ اب موت اس کے جسم پر مستولی ہو رہی ہی مجھے اس کا پہلے تجربہ نہیں ہوا تھا مگر میں خوب محسوس کر رہی ہوں اور زندہ رہ کر بھی میں کیا کروں گی؟ جب میرا بیٹا زندہ تھا، تو اس کا حال دیکھ دیکھ کر زندگی مجھے عذاب معلوم ہوتی تھی اب جب کہ اسے میرے ہاتھوں سے چھین لیا، اب زندگی کی کس طرح متحمل ہو سکتی ہوں؟ دنیا میں میرے لئے اب رہ کیا گیا ہی؟ خدا نے ہم جیسے بدنصیبوں کے لئے اک بہت بڑی نعمت پیدا کر دی ہی اور وہ دنیا کے عذاب سے خلاصی پانا ہی۔ میرے جلال! مجھے مرنے دو! مجھے نیست و نابود ہونے دو! میرا زخم جگر مجھے ہلاک کئے دے رہا ہی۔ میرے جسم کا رواں رواں اس وقت علیحدہ علیحدہ عذاب میں ہی لیکن اس عذاب کو اُس

تکلیف کی طرح جو غیاث کو دنیا میں لاتے وقت مجھے ہوئی تھی، میں خوشی خوشی برداشت کر رہی ہوں، آہ! اے میرے ولی نعمت زادے! اس ماں کے لئے جو اپنی اولاد کو ضائع کر چکی ہو، دنیا میں موت کے سوا اور کون سی لذت باقی رہ جاتی ہے؟

جلال۔ والدہ صاحبہ! آپ کیوں اس قدر مایوس ہو رہی ہیں؟ کیا میں آپ کی اولاد نہیں ہوں؟ وہ چلا گیا، تو کیا آپ اس کی جگہ مجھے قبول نہ فرمائیں گی؟

زاہدہ۔ آپ کو؟ آہ! اگر خدا جلال کو میرے بطن سے پیدا کرتا تو میں سمجھتی کہ میں اس کی طرف سے اس بات پر موکل ہوں کہ دنیا کو زندگی دنیا کو نور مجھ سے حاصل ہو۔ آپ نے جو مجھے والدہ کے لقب سے یاد کیا تو میرے دل میں ایسا احساس غرور پیدا ہوا کہ گویا وہ آسمان جو ہر روز آفتاب عالم تاب کو پیدا کرتا ہے، میرے سامنے سر جھکا رہا ہے، آپ غیاث کے بدل ہوں گے؟ کیسا دل افروز خیال ہے، اے میرے جلال! میں نے اس بات کو جو اک مرنے والے کی موت کو شادی مرگ میں بدل دے، نہایت فخر و مسرت سے قبول کیا۔ جھوٹ ہی سہی، لیکن اک چند منٹ کے لئے

یہ تصور کہ میں آپ کی والدہ ہوں، میری عمر بھر کی مصیبتوں کو بھلا دینے کے لیے کافی ہی، آپ ڈریئے مت! آپ کی مرحوم والدہ رشک نہ کریں گی، کیوں رشک کریں، انھیں اک حقیقی دولت حاصل تھی اور میں اس دولت کے خیال پر قناعت کرتی ہوں، قسمت نے اُن کی آغوش میں اک آفتاب دیا تھا، میں اس آفتاب کے سائے کی مالک ہونے کی آرزو کرتی ہوں۔ آہ! عیاش کے بدل، جلال، آپ بدل ہوں گے؟ آیئے، میرے سامنے بیٹھئے۔ اچھی طرح آپ کے چہرہ کو تو دیکھوں اور آپ کے چہرے کو دیکھتے دیکھتے تسلیم روح کروں (مجنونانہ حالت سے اپنی جگہ سے اُٹھنے کی کوشش کرکے) آہ! آپ کے چہرہ کے ہر طرف نور برس رہا تھا۔ مجھے کیوں نظر نہیں آتا؟ یہ کیا ہو رہا ہی؟ زمین و آسمان کیوں ہل رہے ہیں؟ آہ دنیا میں کس قدر حلاوت، کس قدر روحانیت ہی، مجھے اب معلوم ہوا، زمین سے بھی آفتاب کی طرح نور نکل رہا ہی...... آہ! اب میں سمجھی، اب میں سمجھی ...... جسے زندگی کہتے ہیں، وہ زندگی نہیں، وہ ایک طویل خواب ہی۔ اک خوف ناک خواب ...... انسان مرتا نہیں، بلکہ اُس نیند سے جسے زندگی کہتے ہیں اور جس میں وہ خوف ناک خواب دیکھتا ہی، مرتے وقت بیدار ہوتا

ہے..... اے میرے اللہ! ...... (جان بحق تسلیم ہوتی ہے)

جلال الدین۔ یا ربّی! یا ربّی! کب تک شہید نورِ مسرت میں مستغرق ہوکر ہنستے ہوئے تری بارگاہ کے قریب پہنچیں گے اور جلال اس زندانِ بلا میں دنیا کے آلام تنہا اپنے سر پر لادکر کشاں کشاں پھرنے کے لئے مجبور ہوگا؟

(روتا ہوا اک طرف کو جاتا ہے)

نورالدین۔ میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ پر اس وقت بہت زیادہ ضعف قلب اور رقت طاری ہے۔

اورخاں۔ کیا کرے بیچارہ؟ اس کے سامنے جو مصیبت کے دریا بہ رہے ہیں وہ اس کا دل تو کیا، پتھر کا پہاڑ ہو، اُسے بہالے جانے کے لئے کافی ہیں۔

(پردہ گرتا ہے)

پردۂ دوازدہم

مجلس اوّل

جلال الدین ۔ مہر جہاں

(جلال الدین کا چہرہ نہایت درجہ متاثر نظر آتا ہے ۔ وہ ایک گوشے میں بیٹھا ہوا ہے ۔ سامنے مہر جہاں ہے)

مہر جہاں ۔ آپ اپنے اوپر، اپنے جسم کے اوپر ذرا تو ترس کھائیے، اپنے اوپر نہیں، تو ہم پر، ملت پر رحم کھائیے! تھوڑا سا آرام کیجئے! دو گھنٹے استراحت فرمائیے! (نہایت رنجیدہ شکل سے) تین دن رات ہوئے ایک لمحہ کے لئے آپ کی آنکھیں بند نہیں ہوئیں ۔ میں آپ کے قریب سب سے زیادہ ہو کر جس طرح آپ سے ملنے کی حسرت رکھتی ہوں آپ کی پلکیں بھی ایک دوسرے سے ملنے کے لئے مشتاق ہیں ۔ اک تکیہ دوں؟ نہیں تو آپ میرے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمائیے، اک بیچاری عورت کے زانو پر سر رکھ کر سونا، اسے

میرے بادشاہ ! آپ کے لئے ایسی کوئی ذلت نہیں کہ آپ اس سے نفرت کریں۔ مجھے عرض کرنے کے لئے بات بھی تو نہیں ملتی، جس طرح ماہتاب آفتاب سے کسب ضیاء کرتا ہی۔ میرے ذہن میں اگر کبھی کچھ روشنی آتی تھی، تو آپ کے چہرے کے نور سے ہی آتی تھی۔ لیکن اب میں جب آپ کے مقابل ہوتی ہوں تو ایک دنیا کا الم، اک دنیا کی کدورت اس میں دیکھتی ہوں۔ میرا ذہن بھی بالکل پریشان و تاریک ہو کر رہ جاتا ہی تکیہ دوں ؟ بیجان، بے حس روئی کے تکئے کو آپ میرے زانو پر ترجیح دیتے ہیں !

جلال الدین۔ جاؤ، جاؤ ! سوؤ، اپنے آرام کا فکر کرو !

مہرجہاں۔ اے میرے بادشاہ ! میں نیند اور آرام کی محتاج نہیں

جلال الدین۔ تو جاؤ، یہاں سے جاؤ تاکہ مجھے آرام ملے۔

مہرجہاں۔ آف اپنے محبوب سے جدا ہونے کا خوف وہ عذاب ہی کہ محبوب کی حقارتوں کے سہنے پر انسان کو راضی کر دیتا ہی، آپ سے چھوٹنا پڑے گا۔ اس خیال سے میں اپنے تئیں تلف بھی تو نہیں کر سکتی۔ اے میرے بادشاہ اگر آپ مجھ سے اس قدر بیزار ہیں تو بجائے ایسے برودت آمیز سلوک سے مار ڈالنے کے میرے سینے میں خنجر گھبو کے مجھے کیوں نہیں مار ڈالتے ؟

جلال الدین (نہایت غیظ و غضب سے) اسے دیکھو! مجھے اس نے ایک جانور تصور کر رکھا ہی کہ عورت کو مار ڈالنا میرے نزدیک ایک کھیل ہی۔

مہرجہاں (جلال کے گلے سے لپٹ کر) اے میرے بادشاہ! خدا کے واسطے، خدا کے لئے، کہئے تو آپ کو کیا ہو رہا ہی؟ آپ کی طبیعت اپنے قابو میں نہیں ہی۔ آپ کے سامنے وہ آدمی جسے آپ قتل کا حکم دے چکے ہوں کھڑا ہو۔ آپ اس کے ساتھ بھی یہ سخت کلامی نہیں فرماتے۔ لیکن یہ کیوں؟ یہ کیا ہوا؟ آپ کے چہرے میں اک پارچہ یا قوت کے برابر بھی رنگ حدت نہیں رہا۔ آہ! اب میں سمجھی، اب میں سمجھی! (اس کے گلے سے اپنے ہاتھ ہٹا کر اس کے پاؤں پر گرتی ہی) اے میرے بادشاہ! معاف کیجئے۔ معاف کیجئے، میرے جلال! خنجر سے میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالئے، آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ برائے خدا مجھے خنجر سے مار ڈالئے میں نے جو کچھ عرض کیا، وہ گزشتہ واقعات کی طرف اشارہ نہ تھا۔ میں کیسے عرض کروں؟ میرا مقصد یہ نہ تھا کہ میں آپ کو مرحومہ کی، نیّرہ کی یاد دلاؤں۔ آپ کو وہ خیال کس طرح آیا کہ آپ نے مجھے اس قدر غصے سے دیکھا؟ میں نے جب وقت آپ کو چاہا، اس وقت میری ہرگز یہ خواہش

نہ تھی۔ کہ اس بیچاری کی، اُس شہید کی سرگزشت کا کبھی آپ کو خیال دلاؤں کیا میں نے پھر کوئی غیر مناسب بات شروع کر دی؟ مجھے آپ کے چہرہ میں اگر نہایت خفیف (اس قدر خفیف جسے آنکھ نہ دیکھ سکے، مگر روح محسوس کر سکے) نشان التفات نظر نہیں آتا، تو میں اپنے حواس میں نہیں رہتی، میں خیال کرتی تھی کہ آپ کی یہ جفائیں بھی محبت کی نہایت لذیذ چیزوں میں سے ہیں۔ مگر جس طرح آنکھ پورے طور پر نور کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اسی طرح دل بھی حسیاتِ عشق کو پورے طور پر برداشت کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا، میرے جلال! مجھے معاف کیجئے، مجھے اک مرتبہ نظرِ رحمت سے دیکھئے۔ مجھ پر جو کچھ گزری ہے، اس کو کاہے سے تشبیہ دوں؟

جلال (اپنی طبیعت قابو میں لاکر، مگر متاثرانہ طریقے سے) نہیں رؤ مت۔ دنیا میں جس قدر رعنائی ہے، وہ ان حسین آنکھوں کے لیے زیبا ہے مگر رونا زیبا نہیں ہے! ...... اپنے چہرہ کو اس طرح میرے سینے پر رکھو! آہ! میرا دل، وہ جمال آفتاب مثال کے بھی قریب ہو کر کسی طرح ظلمت سے نجات نہیں پاتا، کیا کوئی انسان تجھے چاہ کر بھی جو یکسر مہر و محبت ہے، محو الم رہ سکتا ہے؟ لیکن میں کن عذابوں کو جھیل

رہا ہوں، اگر تم کو اس کی خبر ہوتی تو تم میری مجبوری کا آسانی سے
اندازہ کر سکتیں۔

مہر جہاں۔ میرے جلال! آپ کے منہ سے جو کچھ نکل رہا ہے، وہ میرے
لئے نغمۂ روح ہے ان چند فقروں نے مجھے جان تازہ بخشی، آپ کے ذرا سے
التفات سے مجھے وہ خوشی ہوتی ہے، گویا مجھے از سرِ نو زندگی عطا ہوئی،
لیکن کبھی ...... نہیں، میرے بادشاہ! آپ کا ہر ارشاد میرے لئے
اک التفات ہے۔ مجھ دیوانی عورت کو دیکھو، اک فردوس سعادت میں زندگی
بسر کر رہی ہوں اور چاہتی ہوں کہ زندگی کا ہر لمحہ محبت سے بھرا ہوا ہو،
لیکن یہ نہیں سوچتی کہ ذائقہ محبت تلخی کے بعد ہی روح آور ہوتا ہے، اسے
کس قدر تجربہ کیا، پھر بھی نہیں سمجھتی۔ جلال: خدائے تعالیٰ نے اس مخلوق
کے جسے انسان کی شکل دی ہے۔ سینے میں دل پیدا کیا ہے۔ وہ دل تمنائے
بشر، آرزوئے روح کو بھڑک بھڑک کے ہر چیز میں ڈھونڈتا ہے اس کی
نظر جب کسی ایسے شخص پر پڑتی ہے جو ان تمناؤں، ان آرزوؤں کا
مجسمہ نظر آتا ہے، یا وہ ان کارناموں کو سنتا ہے جو تاریخ عالم میں ہزارہا سال
کے مفاخر انسانی کا خلاصہ ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ ان کا اسیر نہ ہو جائے؟

کس طرح ممکن ہی کہ اس کا حلقہ بگوش ہونا۔ وہ اپنا سب سے بڑا مقصد نہ خیال کرے؟ ..... آپ کے چہرہ کا پھر وہی حال ہوگیا!

جلال ۔ ہوگیا گیا؟ آلام عالم میرے دل میں سما نہیں سکتا۔ دیکھ رہا ہوں کہ لحظہ بہ لحظہ، ساعت بہ ساعت دنیا کی مصیبتیں میرے چاروں طرف خوف ناک طریقے سے بڑھ رہی ہیں، تاریکی پھیل رہی ہی۔ تمھارا محبت بھرا دل سوائے عالم علوی کے اور کسی چیز پر نظر نہیں ڈالتا، وہ صرف آفتاب کو دیکھتا ہی، تمھاری نظریں دنیا کے حال پر نہیں پڑتیں، وہ صرف منور خیالات و افکار میں ڈوبی رہتی ہیں۔ انسانوں کے حالوں کے سوچنے کا وقت تمھیں نہیں ملتا، خدا کم بختوں سے سمجھے! میرے ہی ساتھیوں میں سے چند خائن ایسے پیدا ہوئے جنھوں نے دوست و دشمن، موحد و مشرک کا فرق اُٹھا دیا اور وہ لوگ جو میدانِ حمیت میں کفن پہنے اپنی جانوں کو اپنی مٹھی میں لئے، مصروفِ مجاہدہ تھے، ان میں اپنا زہر پھیلایا۔ سوچو تو جلال الدین کی فوج میں خلل واقع ہوگیا! جلال الدین کی فوج جو بمنزلہ شمشیرِ اسلام تھی وہ اپنے ہی بھائیوں کا خون گرا رہی ہی۔ آہ! اس خون کا ہر قطرہ میرے لئے اک آتش پارہ ہی جو میری روح کو، میرے جسم کو

جلا رہا ہے، (مہرجہاں کا ہاتھ پکڑ کے) دیکھو میری جلن کو محسوس کرو، میری سوزش کو دیکھو! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی طرح، میں بھی آگ سے بنایا گیا ہوں، ان پر کیا بلائیں نازل ہونے والی ہیں، اس کو جاننے کے لئے میں نے نورالدین کو حضرت ناصر کے پاس، چھوٹے چھوٹے بادشاہو کے پاس بھیجا ہے، آج یا کل وہ آجائیں گے، نہ معلوم کیا کیا عجیب خبریں لائیں گے، کیا ملعون خواہشیں اُن کی طرف سے مجھ تک پہنچائیں گے، مجھے تو ایسا نظر آرہا ہے کہ اسلام کا ماضی خرابۂ عدم، حال طوفانِ آتش، اور استقبال مقبرۂ فنا و اضمحلال سے عبارت ہے، کیا انسان ان مصائب کا خیال کرے، پھر بھی اس کے چہرہ میں رنگ باقی رہ سکتا ہے؟ تم سچ کہتی ہو سچ کہتی ہو، میں متواتر کئی راتوں سے نہیں سویا ہوں، مجھ میں بات کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے، آؤ میں تمھارے زانو پر سر رکھ کر تھوڑی دیر آرام کروں، تم میری روح ہو، شاید تم سے مل کر میری روح کو کچھ راحت ملے، شاید میں چند منٹ آرام سے سو سکوں۔

مہرجہاں۔ اے میرے بادشاہ! آپ کے چند منٹ کے آرام پر میری تمام زندگی قربان ہو۔۔۔ (جلال، مہرجہاں کے زانو پر سر رکھ کر لیٹتا ہے

منظر بدلتا ہی، تبریز کے محل کا اک دوسرا کمرہ نظر آتا ہی)

مجلسِ دوم

جلال الدین، نورالدین، اور خاں

جلال الدین - آئیے، مولانا! اُمید ہی کہ آپ اپنے سفر سے خبرِ خیر ساتھ لائے ہوں گے۔

نورالدین - حضور کے وجود کے علاوہ، اس زمانہ میں خیر سے مشابہ کوئی چیز کہاں نظر آتی ہی کہ اُس اُمید کا محل ہو۔ اے میرے بادشاہ؟

جلال الدین - کچھ پروا نہیں۔ فرمایئے، خبرِ شر ہی سہی۔ بُری خبریں سننے کے تو ہم عادی ہی ہوگئے ہیں۔ ناصر سے آپ کی ملاقات ہوئی؟

نورالدین - بھلا ممکن تھا، میرے بادشاہ؟ ایک وقت آپ نے فرمایا تھا کہ شیطان، ناصر کی تاریکی کا سایہ ہی۔ حق یہ ہی کہ آپ نے جو اس کی تعریف فرمائی، اُسے کرامت کہا جائے تو بے جا نہیں، کیونکہ اگرچہ آپ نے اُسے نہیں دیکھا، لیکن ناصر کی تعریف اس سے زیادہ صحیح نہیں ہو سکتی

تختِ بغداد پر اس وقت جو شخص متمکن ہی یعنی مستنصر، اُس میں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں۔ تدریجاً اُس میں ایک غرابت دکھائی دیتی ہی۔ نہ معلوم وہ خنثا ہی یا کیا ہی یا اُس کے چہرے میں کچھ عیب ہی کہ اُسے نقاب سے ڈھکے رکھتا ہی۔ وہ جس وقت باہر نکلتا ہی تو بازاروں میں دروازے، کھڑکیاں اس طرح بند ہو جاتے ہیں جیسے غضب الٰہی سے یا طاعونِ مجسم سے کوئی بھاگے۔ ہر شخص اُس کے سامنے سے فرار کرتا ہی، گویا جہنمی آتش سے ایک بت بنایا گیا ہی جس سے ڈر کر ہر شخص اُسے سجدہ کرنے کو اوندھا گر پڑتا ہی۔ اس عظمت و دہشت کی مخلوق بھلا ہم جیسے عاجزوں کو اپنی حضوری میں کب قبول کر سکتی تھی۔ اُس کے وزراء سے، اُس کے علماء اُس کے امرائے عسکر وغیرہ سے تو ہم ملاقات کر سکے، وہ بھی بہ ہزار دقت و خرابی۔

جلال الدین۔ ہاں، اُن کی حکومت کا دائرہ بغداد سے باہر نہیں جاتا، لیکن اپنے خیال میں اُنھوں نے کئی ہزار دنیائیں پیدا کر لی ہیں اور اُن میں محض بادشاہی نہیں، بلکہ خالق کی صفت سے وہ حکومت کرنا چاہتے ہیں صفحاتِ تاریخ آپ کی نظروں کے سامنے ہیں۔ بانیِ خاندان سلجوقی ایک جہانگیر بادشاہ تھا۔ اُس نے قائم بامر اللہ کو اُس کے قید کرنے والوں سے

چھڑایا تھا۔ یہ تھی اُس کی سطوت، لیکن جب وہ بغداد آیا تو قائم کے نزدیک ایسے با اقتدار بادشاہ کو اپنا ہاتھ چومنے کے لئے دینا باعثِ ذلت معلوم ہوا اور اُس نے اپنی انگوٹھی اتار کر اُسے دی کہ اُسے بوسہ دے! ظاہر ہے کہ قائم کی یادگار، جلال الدین کے سفیر کے ساتھ اُس عنایت و رعایت سے کس طرح پیش آسکتا تھا جو طغرل کو قائم کے ہاتھوں نصیب نہ ہوئی۔ خیر مقصد ہمارا اسلام کو اُس ورطۂ بلا سے نکالنا تھا جس میں آج کل وہ مبتلا ہے۔ باپ نے اسلام کو جس بلا میں ڈالا ہے۔ کیا یہ ہم اُمید کرسکتے ہیں کہ بیٹا اُسے اُس سے نکال سکے گا؟ عباسیوں سے اس کی اُمید رکھنا کہ وہ ہمارے درد کی دوا ہونگے، اس کے مساوی ہے کہ شمشیر کو مرہم تصور کیا جائے۔ مجھے اُس سے پہلے ہی کب اُمید تھی؟ صرف یہ خیال تھا کہ اُس تخت سے جسے وہ ملوث کر رہا ہے، اگر ناصر علیحدہ کردیا گیا، وہ ناصر جو چنگیز کا نفس امّارہ ہے تو شاید اُس کے وزرا میں، اُس کے اہل دیوان میں، اُس کے امرائے فوج میں، کوئی اثرِ حمیت ظاہر ہو۔ ایک عظیم الشان ملک کے سقوط کی آواز، اتنے آدمیوں کی فریادیں جو پوری دنیا کو بھر دیں۔ شاید اُنھیں خواب غفلت سے بیدار کریں، اس اُمید و خیال سے میں نے تمھیں بغداد تک کے سفر

اختیار کرنے کی مشقت میں مبتلا کیا۔ کیا ہیں اُن کے خیالات، کیا ہیں اُن کے حالات ؟

نور الدین ۔ عرض کرتا ہوں، اے میرے بادشاہ! مستنصر کے جملۃ الملک علقمی نے حضور کے غلام کو بے پایاں التفات و عنایات سے قبول کیا اور اُس نے یہ کہا کہ خوارزم شاہ کے خلاف ناصر کی بعض حرکات کی وجہ سے، جو خیالات پیدا ہو گئے تھے، اب وہ رفع ہو گئے ہیں، اور اب وہ زمانہ آگیا ہی کہ ہم اپنی تدبیروں میں کامیاب ہونگے۔ میں نے اُس کی بات کو جدیت و حقیقت پر محمول کیا اور ایک مجنوں کی طرح میں نے بہت سی اُمیدوں کا سلسلہ قائم کرلیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا اور کوئی خیال نہیں سوائے اس کے کہ دنیا کو تاتاریوں کے تسلط سے نجات دے، خلیفہ کو غلبۂ سطوت حاصل ہو اور اصحاب توحید کا صائب الرائے سے اتحاد ہو۔ مگر ان کم بختوں کے خیال میں تدبیر کے رواج پانے کے زمانے سے عبارت محض یہ تھی کہ مستنصر کی طرف سے حضور کو براتِ سلطنت عطا کرنے کا موقع و امکان ہو گیا تھا۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ برات حاصل کرنے کے لئے حضور نے کیا کیا تحفے بھیجے ہیں۔ ہدیوں کے علاوہ یہ شرط

بھی پیش کی کہ برأت اس وقت عطا کی جائے گی جب کہ حضور تاتاریوں سے جنگ ترک کرنے کا وعدہ فرمائیں اس پر میں ضبط نہ کر سکا اور میں نے کہا کہ ہمارے ہاتھ میں جو گرز ہیں، ہمارے کمروں میں جو تلواریں لٹک رہی ہیں، ہماری رانوں کے نیچے جو گھوڑے ہیں، وہ ہمارے مال ہیں، وہ ہمارے ہدیئے ہیں، ہم تحفہ و رشوت سے سلطنت کے طالب نہیں۔ اتنے برسوں سے اپنی راحت و اقبال، اپنے ملک و مال، اپنی اولاد و عیال کو چھوڑ کر جو لوگ اپنے بادشاہ کے پیچھے پھر رہے ہیں اور اپنی جانیں اپنی ہتھیلیوں پر رکھے ہوئے ہیں، انھوں نے ہم سے یہ نہیں پوچھا کہ بادشاہ کو ناصر کی، طاہر کی، مستنصر کی برات مل چکی ہے یا نہیں۔ بغداد ہمیں اس کی دعوت دیتا ہے کہ ہم تاتاریوں سے لڑائی بند کر دیں۔ اُدھر لاکھوں اخوانِ دین بھوکے، ننگے، زخمی، قیدی ہمیں مدد کے لئے بلا رہے ہیں۔ کس آواز کے طرف دوڑنا مقتضائے اسلامیت ہے؟ تم یہ ذرا نہیں سوچتے کہ اگر ہم لڑائی سے ہاتھ اُٹھالیں، تو تاتاریوں کے گھوڑوں کا رُخ فوراً بغداد کی طرف ہو جائے گا، تاتاری ایک اشرفی کے لئے ایک ملک کو برباد کر دینے سے نہیں رُکتے۔ اِدھر ساری دنیا کی آدھی دولت اس شہر میں سمٹ کر جمع ہو گئی ہے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ

صلح و معاہدہ کی رعایت کرکے اس بات کی مہلت دیں گے کہ تم یہاں بیٹھے ہوئے سفاہت و رذالت میں وقت گزارو، اور اس شہر میں جسے تم نے جنت شداد بنا رکھا ہے، عیش کرو؟ افسوس! اجل تمھارے گریبان کو پکڑے ہوئے ہے اور تم اب بھی تخیلات میں زندگی بسر کر رہے ہو۔ تمھیں معلوم ہو کہ تمھاری زندگی جلال الدین کی زندگی سے قائم ہے۔ موت کی تلوار اور عذاب کی آگ تم تک پہنچنا چاہتی ہے، ایک جلال الدین ہے جو سدِ محافظت بنا کھڑا ہے، مگر تم ہو کہ اس سدِ محافظت کو ڈھانا چاہتے ہو۔ یقین مانو کہ جلال الدین یہ کہہ کر کہ اہل بغداد خود مصیبت میں پڑنا چاہتے ہیں، لڑائی سے ہاتھ اٹھا بھی لے، پھر بھی لوگوں کو مشرکوں کے گھوڑوں کے نعلوں کے نیچے نہ پسنے دیگا۔ میں نے اسی قبیل کی تقریریں کیں، وہ لوگ بہت زیادہ شرمندہ ہوئے۔ مجھے علقمی سے ملنے نہ دیا۔ اگر کسی اور بادشاہ کا سفیر ایسی حقارت آمیز تقریر اُن کے سامنے کرتا، تو غالباً موت کا مُنھ دیکھتا، مگر مظفر الدین کا واقعہ اُن کے حافظے سے ابھی باہر نہیں نکلا تھا، حضور کی صف شکن شمشیر کے سائے میں، حضور کے غلام نے خلقِ ظاہری کے سوا اُن سے اور کچھ نہ دیکھا۔

جلال الدین۔ خدا اُنھیں غارت کرے! کمینے! یہ سیکڑوں ملک جو جل کر راکھ ہو رہے ہیں، کیا اُن کا دھواں بھی اُن کو نظر نہیں آتا؟ یہ کروڑوں قیدیوں کے دلوں سے جو فریادیں نکل رہی ہیں، کیا اُنھیں نہیں سُنائی دیتیں، کہ اہل اسلام سے ہدیئے کے نام سے وہ جزیہ لینا چاہ رہے ہیں۔ جیسے دنیا میں تاتاریوں کو اور آخرت میں مالکِ دوزخ کو دینگے؟ مگر وہ کیسے دیکھ سکتے ہیں، کس طرح سُن سکتے ہیں؟ بغداد کی چار دیواری میں اُنھوں نے اپنے تئیں بند کر رکھا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جہاں وہ زندگی گزار رہے ہیں دنیا اُس سے، جس سفاہت میں وہ بسر کر رہے ہیں مال دنیا اُس سے عبارت ہے۔ اگر خدائے بزرگ و برتر نے ہم کو نصرت و فتح احسان و عنایت نہ فرمائی، تو بہت جلد وہ دیکھیں گے اور سنیں گے کہ تاتاریوں کے ہتھیار کس قدر خوں ریز، اُن کی زنجیروں کی آواز کتنی مہیب ہے۔ یہ اپنا مذہب بھی تبدیل کر ڈالیں گے جس طرح شیطان کی ملعنت کا سب سے بڑا حصہ اُس کو ملتا ہے جو اُس کے دھوکے میں آجائے، اسی طرح وہ مصیبت جو ان کے خنزیرپن کی وجہ سے پڑے گی، اس کا سب سے زیادہ حصہ اُن عاجز درماندہ لوگوں کو ملے گا جو اُن کے حلقۂ انقیاد میں ہیں۔ مولانا! علمائے بغداد سے بھی آپ کی

کچھ صحبتیں ہوئیں؟ کیا وہ بھی یہی خیالات رکھتے ہیں؟

نورالدین۔ نہیں، میرے بادشاہ! وہ یہ خیالات نہیں رکھتے، لیکن میرے نزدیک اُن کے افکار اس سے بھی زیادہ شنیع ہیں۔ حضور کو معلوم ہے علمائے بغداد میں ایک گروہ شیعی ہے، دوسرا سُنّی۔ شیعی گروہ حضور کے متعلق یہ کہتا ہے کہ چونکہ حضور نے مذہب شیعی کو ترک کردیا ہے اس لئے حضور کی اعانت کرنا جائز نہیں۔ سنیوں کا یہ خیال ہے کہ شیعی کسی وقت سُنی نہیں ہوتا اور جو مسلک کہ جلال الدین نے اختیار کیا ہے وہ محض لوگوں کے لبھانے کے لئے تقیہ ہے۔ اُس کے سُنّی پن پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا اور اس لئے اس کی امداد جائز نہیں۔

جلال الدین۔ یعنی اُن کی نظروں میں میرا سُنّی ہونا یا تقیہ کرنا چنگیز کے شرک سے زیادہ شنیع ہے کہ مجھے امداد سے محروم رکھنا اس سے زیادہ ضروری سمجھا گیا کہ تاتاریوں کے مقابل میں لاکھوں اصحابِ توحید کی معاونت کی جائے۔ مولانا، مولانا! یہ لوگ اپنے ان خیالات و حرکات کے لئے محکمۂ کبریٰ میں کیا جواب دیں گے۔

نورالدین۔ واللہ، اے میرے بادشاہ! علمائے بغداد میں سے

اکثر تو اس بات کو سوچتے بھی نہیں کہ آخرت میں کسی محکمۂ کبریٰ میں سوال و جواب ہوگا بھی یا نہیں۔ ابو نواس نے اپنے قصیدے میں جس جونی کی تعریف کی ہے، اس کی طرح ان کا اعتقاد بھی لا الہ الا الزعیف پر ہے۔ اپنے ولی نعمت علقمی کو اپنے نزدیک رزاق سمجھتے ہیں۔ اُس کی جس طرف مرضی ہوتی ہے، اُن کا اعتقاد بھی اُسی جانب پھر جاتا ہے۔ اُن کا اعتقاد جہل و تعصب سے مرکب ہے اور اُن قزاقوں کی طرح جو لوٹ کے مال میں سے فقیروں کو صدقہ دے کر اپنے خیال میں ثواب کماتے ہیں، یہ بھی آخرت میں ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

جلال الدین۔ یہ کیسے عالم ہیں، یہ کیسے مسلمان ہیں!

نورالدین۔ حضور کو معلوم ہے کہ ایک صدی قبل شمال کی طرف سے ایک قوم جو اپنی کثرت میں تاتاریوں سے مشابہ تھی، موصل میں اتابک کے پاس آئی اور کہا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں لیکن ہمارا ملک نہایت درجہ سرد ہے۔ اگر ہم بطور دوا مسکرات استعمال نہ کریں تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس مطالبہ پر وہاں کے علماء ایک محفلِ عیش و عشرت میں جمع ہوئے اور اس قدر شراب پی کہ زمین و آسمان میں فرق نہ کر سکے اور اس بدمستی کے

عالم میں گویا عالمِ استغراق میں اُن کی زبان سے یہ نکلا :-

"نہیں، جائز نہیں ہوسکتا !"

غرض کہ یہ اس قسم کے مسلمان ہیں۔ میں نے اُن میں ایسے آدمی دیکھے جنھیں دیکھ کر میں یہ کہنے کو ہوا کہ شیطان نے اللہ کے بندوں کو ستانے کے لئے انسان کی شکل میں مجرد مرکب پیدا کر دیا ہے۔

جلال الدین - اُن کے نازنین ادبا و شعرا کا کیا حال ہے ؟

نورالدین - اُن کا دوسرا ہی عالم ہے۔ اُنھیں جس وقت یہ خبر ہوئی کہ حضور کا سفیر آرہا ہے، تو حضور کے اوصاف میں اُنھوں نے قصیدے ترتیب دیئے اور حضور کی خدماتِ اسلامیہ کو ایسی فصاحت و بلاغت سے بیان کیا جس سے فرزدق، بحتری کی یاد تازہ ہوگئی۔

جلال الدین - تو اُمید ہے کہ اُن میں محبتِ حقیقت، شوقِ حمیت، عشقِ صداقت ہوگا۔

نورالدین - استغفراللہ، میرے بادشاہ ! اُن میں صرف محبتِ خلعت شوقِ نعم ہے، اور اس درجہ ہے کہ وہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں کہ خضر ہدایت حضور کے گھوڑے کی گھاس کا باربردار ہے، اسکندر حضور کا چاؤش، بہرام

رکاب دار، ملائکہ علیین حضور پر ہر وقت سورۂ فتح پڑھ کر دم کرتے ہیں۔

جلال الدین۔ میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ اس قسم کے مبالغہ آمیز ہذیان صرف فارسی زبان کے لئے مخصوص ہیں۔

نورالدین۔ عباسیوں نے جب سے کہ نمرود کی تقلید شروع کی، دنیا میں کون سا عیب ہے جسے بغداد میں منتقل کر کے انھوں نے درجۂ کمال کو نہیں پہنچایا ؟

جلال الدین۔ اُن کے اصحابِ سیف بھی کیا انھیں کی طرح ہیں ؟

نورالدین۔ وہ سپاہی نہیں، جلاّد ہیں، اے میرے بادشاہ ! اُن میں سے کسی کے خیال میں اُن مصیبتوں کا گزر نہیں ہوتا جو اُمتِ محمدؐ کے سر پر تاتاریوں کے ہاتوں نازل ہو رہی ہیں۔ جلال الدین کا نام سنتے ہی اُن کے دماغ میں منظفرالدین کے واقعہ کے انتقام کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں آتا۔

جلال الدین۔ کیسے دیوانے ہیں ! یہ اُن دو مینڈھوں کی طرح ہیں جو قصاب کی رسی میں بندھے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ رہے ہوں۔ چنگیز کے دائرہ تصنیق میں ہیں، لیکن اسلام ہی پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ الٰہی اور کیا زبان سے نکالوں، تو قہار ہے، میں نے ان سب کو تیرے صفتِ قہاری

کے حوالے کیا، لیکن الٰہی، ضعیفوں پر رحم کر، اُن پر تاتاریوں کو مسلط نہ کر۔ تو بغداد سے کوئی اُمید نہیں؟

نورالدین۔ ذرّہ برابر اُمید نہیں، اے میرے بادشاہ!

جلال الدین۔ یقیناً آپ نے بغداد پر ہی اکتفا نہیں کیا۔

نورالدین۔ بغداد میں کیا ملا کہ میں اس پر اکتفا کرتا۔ فرمانِ ہمایوں کے مطابق، میں جب بغداد سے مایوس ہوا، تو سیدھا شام گیا۔ ملک اشرف، مستنصر کی طرح نہیں ہے۔ نفیس طبع متواضع، اُس کی رفتار رافعی کی نمائش رفتار سے بالکل مشابہ ہے۔ غلام کو اُس نے چند مرتبہ اپنے حضوری میں بلایا جس قدر میری زبان نے یاری دی، میں نے متعدد دلائل سے اُس پر ثابت کیا کہ اگر ایک اتحاد کی بنا نہ ڈالی جائے گی، تو اسلام کے لئے جو خطرہ اُس کی وجہ سے ہم سب جلد محو ہو جائیں گے۔ اس پر سوائے اس کے، مجھے اور کوئی جواب نہ ملا، کہ کیقباد کے ساتھ اس کا جارحانہ و مدافعانہ معاہدہ ہے اور بغیر اُس کی رائے و اتفاق کے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے ہزار کوشش کی، مگر اُس میں کوئی نشانِ تاثر نہ دیکھا۔ اُس کے کندھوں پر چہرہ نہیں، بیل کا سر ہے۔ رنجیدہ ہو، خوش ہو، مزاج میں حدت آئے، شگفتگی پیدا ہو،

کچھ ہو، اُس چہرے میں اس کے علائم و آثار دیکھنے کی توقع کرنا فضول ہے۔ مجبوراً اُس سے ایک خطے کر میں فون گیا، کیقباد سے ملا، وہ حضور کے غلام سے نہایت بُری طرح پیش آیا۔ اُس نے حضور کی اور حضور کی دولتِ شاہانہ کے بارے میں نہایت بے ادبانہ زبان استعمال کی۔ اُس کی تفصیلات سے حضور کا وقت ضائع نہ کروں گا، کیونکہ اس غلام نے جواب میں کوئی کسر نہیں رکھی۔

جلال الدین۔ اپنے ملاقات کے نتیجے کو بیان کیجئے۔

نورالدین۔ نتیجہ کیا ہوتا؟ کیقباد اور اشرف میں اتفاق و معاہدہ ہے اور وہ حضور پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

جلال الدین۔ اللہ اللہ! تاتاری جو اسلام پر اک بلائے مبرم کی طرح چھائے ہوئے ہیں، کافی نہ تھے، غیاث کافی نہ تھا، سیف الدین کافی نہ تھا؟ کیا اب سلجوقی، ایوبی پیدا ہو گئے؟ صلاح الدین نے اُن اہلِ صلیب کا سر نیچا کیا تھا جو عیسائی دنیا کے سب سے زیادہ متعصب، سب سے زیادہ فداکار جنگ جویوں سے مرکب تھے؛ الپ ارسلان نے روما کی اُس شہنشاہی کو اپنا باج گزار بنایا تھا جو پانچ سو سال سے دنیا پر حکمرانی کر رہی

تھی؛ مگر اُن کی اولاد کو فتح کرنے کے لئے سوائے اس اسلامی ملک کے اور کچھ نہ ملا جسے میں نے چنگیز کے پنجے سے چھڑایا ہی اور مالِ یغما نہ ملا، تو شہیدوں کے مزاروں میں سے کفن ہی نکالنے کی آرزو کرنے لگے! اُن چند یادگار نفوس کو لے کر جو اخوانِ مسلمین کہلائے جا سکتے ہیں اور جو ہمارے آبا و اجداد کے مزاروں، ہماری اولاد کے گہواروں کی محافظت کے لئے مشرکین کے اسلحہ کے مقابلے میں سینہ سپر ہیں، ان مجاہدین کے اوپر پیچھے سے تیر چلاتا، کیا یہ مردانگی ہی، کیا یہ حمیت ہی، کیا یہ دین داری ہی؟

نورالدین - اپنی اصل پر جا رہے ہیں۔ اخلاط کا انتقام چاہتے ہیں۔

جلال الدین - آہ۔ میرے ذہن میں پھر سیکڑوں قسم کے خیالات آنا شروع ہو گئے ہیں، مظلوموں کے خون سے داغدار مقامات میری آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ مجھے خود اپنے سے نفرت ہونے لگی۔ نہ معلوم کتنی بلائیں اور ہمارے سر پر نازل ہوں گی۔ وہ جو کریں حق بجانب ہیں۔ میرے خلاف جو کچھ بھی اظہار دشمنی کریں، اس میں، میں انھیں موردِ الزام نہیں ٹھیراتا۔ کیا! ہم جیسے قاتلوں کو انسان کہا جا سکتا ہی؟

نورالدین - اے میرے بادشاہ، آپ کا عالی قلب، آپ کے ذہن

کو غلط توجیہ کرنے پر مجبور کرتا ہی وہ اس بات کو نہیں سوچتے کہ محاربۂ اخلاط
میں ہمارے کتنے آدمی مارے گئے۔ جنگ اخلاط کے مقتولوں سے زیادہ
اُن کے وصول کنندگان محاصل، اُن کے جلّاد، ہر روز آدمیوں کو تلف
کرتے ہیں۔ اس کا خیال اُن کے دل میں نہیں گزرتا، اُن کا مقصد مقتولین
اخلاط کا انتقام نہیں ہی بلکہ قلعہ کی اینٹ پتھر ہی۔

جلال الدین۔ مولانا! مولانا! اس قسم کے تصورات سے میں
اپنے دل کو قوت دینا چاہتا ہوں لیکن نہیں دے سکتا۔ اشرف اور کیقباد
کو چنگیز سے کیا تعلق، وہ اسلام کی کیوں بیخ کنی کر رہے ہیں۔ مجھ سے انتقام
اخلاط چاہتے ہیں، بہت اچھا! مبارک ہو، لڑائی ختم ہو جائے گی۔ بہت
ممکن ہی کہ اتحاد بھی ہو جائے۔ اُن کے فوج خصوصاً سواران عرب تاتاریوں
کے مقابلہ میں خوب کام دیں گے۔

نورالدین۔ اے میرے بادشاہ، افسوس کہ انسان تجربات کی بنا پر
یہ اُمید بھی نہیں کر سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آج کی بیماری پر تین دن بعد
آنے والی بلا کو ترجیح دیتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ حضور کو چنگیز کے مقابلہ
میں جو پوری کامیابی نہیں ہوئی، وہ صرف اس وجہ سے تھی کہ حضور کے

پاس آدمی کم، اور امرا خائن تھے۔ وہ اس خیال میں ہیں کہ اُن کے پاس سپاہی، حضور کے سپاہیوں سے زیادہ، افسرانِ فوج حضور کے افسروں سے زیادہ نمک حلال ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جلال الدین کے سوا یہ کارہائے عظیم کسی اور کے دست و بازو سے مترتب نہیں ہو سکتے۔ انھیں تاتاریوں کی زرا پروا نہیں۔ انھیں جس چیز کا خوف ہے وہ حضور کی سطوتِ شاہانہ، خاص کر عالمِ اسلام میں حضور کی شہرت ہے۔ انھیں اس بات پر ایک حقیقت مبرہن کی طرح اعتقاد ہے کہ حضور کی سلطنت نے اور قوت پکڑ لی، تو تاتاریوں کے بعد اُن کی نوبت آئے گی۔ حضور کو معلوم رہے کہ اخلاط کے لئے حضور نے جو چند ہزار سوارانِ کرد مہیا کئے ہیں اس سے اُن کے حسد و رشک میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔

جلال الدین۔ سبحان اللہ! وہ میری زندگی کی تاریخ سے واقف ہیں۔ میری کون سی حرکت سے وہ استدلال کر سکتے ہیں کہ میں سلطنت حاصل کرنے کے لئے قتال بین المسلمین کے وبال کو اپنے سر پر لے سکتا ہوں۔ میں مسلمانوں کا خون گرا کر اگر توسیعِ ملک کرنا چاہتا، تو کیا میرے لئے ممکن نہ تھا کہ بغداد کو فتح کر کے ایک عاجز، ناقابل شخص کو تختِ عباسی پر بٹھا کر اس کے

نام سے تمام دنیائے اسلام میں حکومت کرتا ؟ میں نے جو کچھ کیا ہی وہ سالہاسال سے لوگوں کی نظروں کے سامنے ہی۔ کیا ان آدمیوں نے اب بھی میرے مقصد کو نہیں پہچانا۔

نورالدین۔ لوگ اکثر کسی کے متعلق رائے اس کی اہلیت اور قابلیت سے قائم نہیں کرتے بلکہ اپنی ذاتی خواہش کی بنا پر اس کے بارے میں ایک خیال دل میں بٹھا لیتے ہیں۔ حضور کے متعلق اُن کے جو کچھ خیالات ہیں وہ حضور کے شاہانہ کاموں پر مبنی نہیں بلکہ وہ اُن کی ذاتی حسیات کا خلاصہ ہیں۔

جلال الدین۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔

نورالدین۔ اگرچہ سوء ادب ہی مگر میں عرض کرتا ہوں اے مرے بادشاہ ! حضور نے خدمت دین و طرفداریِ ملت کی راہ میں جو کچھ کیا اُسے جب وہ اپنے خواہشات و افعال پر منطبق کر کے دیکھتے ہیں تو کسی طرح انسانی فطرت کے مطابق نہیں پاتے اس لئے وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ایک نقاب ہی جو اصلی مقصد یعنی حصولِ سلطنت کو چھپانے کے لئے ڈالا گیا ہی۔ انھیں مکر و ریا کی اس قدر عادت ہی کہ اُن کے اعتقاد میں کوئی کام دائرہ

رہا سے باہر ہو نہیں سکتا۔ اُن کے کچھ ندیمانِ خاص سے میری ملاقات ہوئی حضور نے جو غیرت اسلامیہ کا اظہار فرمایا ہے اُسے وہ طرز عوام فریبانہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے نزدیک لوگوں پر حضور کی بہادری سے زیادہ اس عوام فریبانہ طرز کا اثر ہے۔

جلال الدین۔ الٰہی! اگر تیری محکمہ عدالت میں ثبوتِ ایمان لوگوں کی گواہی پر منحصر ہوتا تو ہم جیسے عاجز کیا کرسکتے۔ خیر یہ لوگ جو چاہیں سمجھیں جو چاہیں باور کریں میں ہر شخص کے خیالات کو بدل دینے پر قادر نہیں ہیں نے جو کچھ خدمتِ دین کی ہے وہ اس لئے تو نہیں کی کہ ان حضرات کی تحسین و توصیف کا تمغہ حاصل کروں یا اُن کی رائے کو اہمیت دوں۔ دیکھو وہ جو چاہیں شرط پیش کریں۔ اخلاط کیسا گُرجستان کے بھی طالب ہوں اور مجھے کمزور اور ذلیل سمجھیں پھر بھی میں مسلمانوں پر تو تلوار کھینچوں گا نہیں۔ مجھے معلوم ہے آپ کا جسم تھک جائے مگر آپ کی ہمت میں فتور نہیں آتا یہ بھی اللہ کی راہ میں ایک خدمت ہے۔ لیجئے، تیاری کیجئے۔ قونیہ، شام، جہاں ضرورت ہو وہاں جایئے اور فوجِ اسلام سے اس اختلاف کے دُور کرنے کی کوشش کیجئے۔ لڑائی نہ ہونی چاہیئے۔ صلح کے لئے جو شرائط پیش کئے جائیں میں سب

کے لئے راضی ہوں۔

اور خاں ۔ مجبوراً میں بھی حضور کی سمع خراشی کرونگا۔ اے میرے بادشاہ! اعادۂ صلح کا امکان باقی نہیں رہا۔

جلال الدین ۔ کیا کہا۔ صلح میں کس وقت خلل آیا کہ اعادۂ صلح کا امکان باقی نہ رہے۔

اور خاں ۔ اے میرے بادشاہ! صلح میں خلل پڑے چوبیس[۲۴] گھنٹے ہوگئے۔ چونکہ حضور کی طبیعت نصیب اعدا کچھ ناساز تھی میں نے خبر نہ دی۔

جلال الدین ۔ یہ کیا فضول بات ہے کیا تمھیں میرا مجھ سے زیادہ خیال ہے۔ بادشاہ کی طبیعت ناساز بھی ہو تو کیا اُسے ملک کے حالات سے بے خبر رکھا جا سکتا ہے۔ میرے ماتحت جس قدر مسلمان ہیں اگر انھیں کوئی گزند پہنچے تو اس کا ذمہ دار میں ہوں۔ تم نے کس جسارت سے مجھے خبر کئے بغیر لڑائی شروع کر دی میں دیکھتا ہوں کہ آج کل تمھارا طرزِ عمل عجیب ہے۔ میں تمھاری وفاداری سے بھی شبہ کرنے لگوں گا۔

اور خاں ۔ ہاں اے میرے بادشاہ! بیشک ہمیں حضور کا خیال حضور سے ہزار مرتبہ زیادہ ہے۔ ہزار مرتبہ کہنا بھی کم ہے۔ ہم نے کبھی حضور

کو اپنے نفسِ ہمایوں کا خیال کرتے نہیں دیکھا کہ ہم اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ حضور اپنی ذات پر کس قدر رحم فرماتے ہیں اور کس قدر شفقت۔ ہاں میرے بادشاہ، اگر کوئی بادشاہ بیمار ہوتا ہے تو طبیبوں کا یہ حکم ہوتا ہے کہ اُس کے اعادۂ صحت کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ فکر و اندیشہ و اشتعال سے بچایا جائے اور اس سے مجبوراً اُسے ملک کے حال سے بے خبر رکھا جاتا ہے۔ ہم حضور کے غلام ہیں۔ حضور کے سپاہی ہیں جلاد نہیں ہیں کہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں کہ حضور کس اضطرابِ روحانی میں مبتلا ہیں اور پھر ایسی خبرِ بد حضور کو سنائیں جو قلبِ شاہانہ پر شدید اثر کرنے والی ہو۔ ہمارا دل اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ اپنے ولی نعمت کو شکنجہ میں ڈالیں۔ ہم نے ذاتِ ہمایوں کو اطلاع دیئے بغیر جو کام کیا اُس کی ذمہ داری خدا کے نزدیک حضور پر نہیں۔ یقیناً خدا کے نزدیک اور حضور کے نزدیک بھی ہم غلاموں پر ہے جو لڑائی چھڑ گئی ہے۔ اُس کی مسئولیت تمام تر مجھ پر ہے۔ اے میرے بادشاہ! لڑائی ہم نے شروع نہیں کی۔ کیقباد اور اشرف اچانک راہ زنوں کی طرح آ پڑے اور اُن مسلمانوں پر اور اُس ملکِ اسلام پر جو حضور کے زیرِ فرمان تھا مسلط ہو گئے۔ نہ معلوم اُن کے جسموں میں اُن تاتاریوں کی ارواحِ خبیثہ

گھس گئی تھیں جنھیں ہم نے تہ تیغ کیا تھا یا کیا جو گاؤں، قصبہ اُن کے راستہ میں پڑتے ہیں جس طرح سانپ اپنے بچوں کو کھا جاتا ہی یہ لوگ وہاں عورتوں اور بچوں تک کو نہیں چھوڑتے۔ میں نے پے در پے دو ایلچی اُن کے پاس بھیجے۔ صلح کی طرف مائل ہونا کیسا وہ یہ بھی نہیں بتاتے کہ وہ چاہتے کیا ہیں؟ اُن کے منھ میں انتقام کے سوا دوسرا کوئی کلمہ نہیں، اُن کی تلواروں سے خون۔ تیروں سے زہر برس رہا ہی۔ ہم نے چند ہزار آدمیوں کی جمعیت اُن کے مقابلے کے لئے بھیجی مگر اُن کو تنبیہ کر دی کہ صرف مدافعانہ لڑائی لڑیں۔

جلال الدین ۔ آہ! اخلاط۔ اخلاط! یہ ساری مصیبت ہم پر اُس حرکت سے آئی جو اخلاط میں کی گئی۔

اورخاں ۔ اے میرے بادشاہ! اخلاط پر ضرب فوج کی طرف سے پڑی تھی۔ عورتوں سے جو اپنی زندگی تمام لڑائیوں سے علیحدہ بسر کرتی ہیں اور بچوں سے جو خدا کی نظر میں بھی معصوم ہیں کیا ان سے انتقام لیا جا سکتا ہی؟

نورالدین ۔ اے میرے بادشاہ! حکم دیجئے کہ ایک مکمل فوج ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کی جائے تاکہ مسلمانوں کے سر سے ان کا

کو اپنے نفسِ ہمایوں کا خیال کرتے نہیں دیکھا کہ ہم اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ حضور اپنی ذات پر کس قدر رحم فرماتے ہیں اور کس قدر شفقت۔ ہاں میرے بادشاہ، اگر کوئی بادشاہ بیمار ہوتا ہے تو طبیبوں کا یہ حکم ہوتا ہے کہ اُس کے اعادۂ صحت کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ فکر و اندیشہ و اشتعال سے بچایا جائے اور اس سے مجبوراً اُسے ملک کے حال سے بے خبر رکھا جاتا ہے۔ ہم حضور کے غلام ہیں۔ حضور کے سپاہی ہیں جلّاد نہیں ہیں کہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں کہ حضور کس اضطرابِ روحانی میں مبتلا ہیں اور پھر ایسی خبرِ بد حضور کو سنائیں جو قلبِ شاہانہ پر شدید اثر کرنے والی ہو۔ ہمارا دل اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ اپنے ولی نعمت کو شکنجہ میں ڈالیں۔ ہم نے ذاتِ ہمایوں کو اطلاع دیئے بغیر جو کام کیا اُس کی ذمہ داری خدا کے نزدیک حضور پر نہیں۔ یقیناً خدا کے نزدیک اور حضور کے نزدیک بھی ہم غلاموں پر ہے جو لڑائی چھڑ گئی ہے۔ اُس کی مسئولیت تمام تر مجھ پر ہے۔ اے میرے بادشاہ! لڑائی ہم نے شروع نہیں کی۔ کیقباد اور اشرف اچانک راہ زنوں کی طرح آ پڑے اور اُن مسلمانوں پر اور اُس ملکِ اسلام پر جو حضور کے زیرِ فرمان تھا مسلط ہو گئے۔ نہ معلوم اُن کے جسموں میں اُن تاتاریوں کی ارواحِ خبیثہ

گھس گئی تھیں جنھیں ہم نے تہ تیغ کیا تھا یا کیا جو گاؤں، قصبہ اُن کے راستہ میں پڑتے ہیں جس طرح سانپ اپنے بچوں کو کھا جاتا ہے یہ لوگ وہاں عورتوں اور بچوں تک کو نہیں چھوڑتے۔ میں نے پے درپے دو ایلچی اُن کے پاس بھیجے۔ صلح کی طرف مائل ہونا کیسا وہ یہ بھی نہیں بتاتے کہ وہ چاہتے کیا ہیں؛ اُن کے منھ میں انتقام کے سوا دوسرا کوئی کلمہ نہیں، اُن کی تلواروں سے خون۔ تیروں سے زہر برس رہا ہے۔ ہم نے چند ہزار آدمیوں کی جمعیت اُن کے مقابلے کے لئے بھیجی مگر اُن کو تنبیہ کر دی کہ صرف مدافعانہ لڑائی لڑیں۔

جلال الدین - آہ! اخلاط۔ اخلاط! یہ ساری مصیبت ہم پر اُس حرکت سے آئی جو اخلاط میں کی گئی۔

اورخاں - اے میرے بادشاہ! اخلاط پر ضرب فوج کی طرف سے پڑی تھی۔ عورتوں سے جو اپنی زندگی تمام لڑائیوں سے علیٰحدہ بسر کرتی ہیں اور بچوں سے جو خدا کی نظر میں بھی معصوم ہیں کیا ان سے انتقام لیا جا سکتا ہے؟

نورالدین - اے میرے بادشاہ! حکم دیجئے کہ ایک مکمل فوج ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کی جائے تاکہ مسلمانوں کے سر سے ان کا

شر رفع ہو۔

جلال الدین - مولانا! وہ بھی مسلمان ہیں۔ ہم ان کا شر مسلمانوں پر سے ہٹائیں گے یا تاتاری مشترک ہمارا شر ان کے سر سے دفع کرینگے۔

نورالدین - میں چاہتا ہوں کہ بات مختصر ہو، مگر بات میں سے بات نکلتی ہے۔ مجبور ہوں حضور کی سمع خراشی کروں۔ حضور یہ اسلام نہیں۔ مسلمان اپنے بھائیوں کے مذہب و عرض و جان پر ضرب نہیں لگاتا۔ حضور مجھے معاف فرمائیں، مگر کیا حضور کا مقصد یہ نہیں کہ مسلمانوں کو اس تاتاری بلا سے نجات دی جائے۔

جلال الدین - تو کیا آپ بھی میرے مقصد سے شبہ کرنے لگے۔

نورالدین - استغفراللہ اے میرے بادشاہ! شبہ نہیں بلکہ ایک مسئلہ کو نتیجہ تک پہنچانے کے لئے بطور مقدمہ کے عرض کیا تھا۔ اب چونکہ مقصد یہ ہے کہ عالم اسلام کو تاتاری پنجے سے چھڑایا جائے، تو سب سے اول کیا یہ لازم نہیں کہ جس چیز سے تاتاریوں کو قوت اور مسلمانوں کو ضعف حاصل ہوتا ہے، اُسے شکست دی جائے۔

جلال الدین - بیشک لازم ہے، اچھا دیکھیں آپ اس مسئلہ کو کس

نتیجہ پر پہنچاتے ہیں۔

نورالدین ۔ اس نتیجہ پر لے بادشاہ ! تاتاریوں کو جو چیز قوت دے رہی ہے وہ ان کا اتفاق ہے نہیں جس چیز سے ضعف پہنچ رہا ہے وہ ہمارا آپس کا اختلاف ہے۔ اس اختلاف کے ہوتے تاتاریوں کا مقابلہ کرنا، ایک ٹوٹی ہوئی تلوار سے لڑائی کو نکلنا ہے۔

جلال الدین ۔ مگر کیا کروں ۔ اختلاف کا سبب میں نہیں۔ تم ان کا حال نہیں دیکھتے۔

نورالدین ۔ نہیں میرے بادشاہ ! حضور اختلاف کا سبب نہیں مگر اس میں شبہ نہیں کہ حضور اُن تدابیر سے استغنا فرماتے ہیں جو اتحاد کے لئے لازم ہیں۔

جلال الدین ۔ وہ کونسی تدبیر ہے جس سے میں نے استغنا ظاہر کیا ہے۔

نورالدین ۔ میری عرض یہ ہے کہ اگر عالم اسلام لطف و عنایت سے متحد نہیں ہوتا، تو جبر و قہر سے اُسے متحد کرنے کی تدبیر نہیں کی گئی۔

جلال الدین ۔ مولانا ! کیا آپ واقف نہیں کہ تلوار جدا کرتی ہے ملاتی نہیں۔

نورالدین۔ جانتا ہوں اے میرے بادشاہ! مگر زخموں سے جو خون بہے گا وہ ملادے گا۔

جلال الدین۔ اللہ اللہ! دنیا میں ہر شخص کی آرزو مسلمانوں کے خون سے ہی حاصل ہوتی معلوم ہوتی ہے۔ تاتاری مسلمانوں کے خون کے خواہاں، خلیفۂ اسلام مسلمانوں کے خون کا خواہاں، سلاطین اسلام مسلمانوں کے خون کے خواہاں، یہاں تک کہ نجات اسلام جیسا مقصدِ مقدس بھی مسلمانوں کے خون کا خواہاں معلوم ہوتا ہے۔ کیوں؟

نورالدین۔ ہاں میرے بادشاہ! ہم ایسے بدبخت زمانے میں ہیں کہ وہ مقصدِ مقدس بھی بغیر مسلمانوں کے خون کے حاصل ہوتا نظر نہیں آتا۔

جلال الدین۔ مولانا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا میرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ تاتاریوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ تیغ آزمائی کروں۔

نورالدین۔ اگر حضور مسئلہ کو اس طرح ہر قسم کی شرائط سے علحدہ اور مجرد کرکے ملاحظہ فرمائیں گے تو البتہ میرے معروضات ہذیان معلوم ہونگی۔ غلام یہ عرض نہیں کرتا کہ مسلمانوں سے لڑائی مطلقاً، مشرکوں سے غزا کرنے کے مقابلہ میں کار ثواب ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ تاتاریوں سے

جنگ آزمائی کرنے کے بجائے جن پر غلبہ پانے کے لئے ہزار میں ایک احتمال بھی نہیں کیونکہ ہمارے پاس اتنی جرّاری قوت ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ مسلمانوں کو ایک رایت حمیت کے ماتحت لانے کی غرض سے انھیں اُن خائنوں کے پنجۂ تسلط سے آزاد کرنے کی کوشش کریں۔ حضور آپ خیال فرماتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ اہانتِ اسلام میں سب کے سب تاتاریوں سے بھی بدتر ہیں، اس کو ان آنکھوں نے دیکھا ہے۔

جلال الدین (بات کاٹ کر) جانتا ہوں، جانتا ہوں۔ اگر لڑائی میں وہی آدمی مارے جاتے جنھیں آپ نے خائن کے لقب سے یاد کیا ہے تو اُن سے لڑنا تاتاریوں سے مقابلہ کرنے کی نسبت ہر قسم کے فرض سے بالاتصور کرتا، مگر آپ یہ نہیں سوچتے کہ اُن سے لڑائی لڑنے میں کتنے بے قصور مارے جائیں گے۔ وہ خائن ہیں، مگر اُن کے سپاہیوں کا کیا قصور وہ بیچارے کیا جانیں کہ کون خائن ہے۔

نورالدین۔ اے میرے بادشاہ! اگرچہ سادہ دل سپاہیوں کو یہ خائن اُن غازیانِ اسلام کے مقابلہ میں کشاں کشاں لے آئیں جو حضور کے تابع ہیں تو اس کا وبال حضور کی گردن پر نہیں، اگر ہم اس خیال سے

اصحابِ غفلت کو اُن کے حال پر چھوڑ دیں کہ اپنے کئے کی سزا وہ خود بھگتیں گے تو شیطان سے بڑھکر چند ملعون ممالک اسلام میں جس قدر احرار مسلمین ہیں اُن سب کو مشرکوں کی زنجیر تغلب میں پابند کرا کے رکت سے غزان اور کاشغر سے غرناطہ تک ساری اقلیم کو اسیروں کا بازار کر دینگے۔

(راستہ کے کپڑے پہنے ہوئے ایک سپاہی کمرے میں داخل ہوتا ہے اور اور خاں کو ایک خط دیتا ہے)

جلال الدین (اور خاں سے جو خط کھول کر پڑھتا ہے) یہ کیا ہے؟

اور خاں - اے میرے بادشاہ! یہ امیر ابراہیم کا جسے ہم نے دشمن کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا خط ہے۔

جلال الدین - پڑھو۔

اور خاں (خط پر نظر ڈال کر اُسے نور الدین کو دیتا ہے اور حدت و تاثر سے بھری ہوئی آواز میں کہتا ہے) آپ پڑھیئے۔

جلال الدین - مولانا آپ ہی پڑھئے' اور خاں ایسی متانت قلب کا مالک ہے کہ اُس نے اپنے حقیقی بھائی کو جو فوج اسلام سے علیحدہ ہو گیا تھا، اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کیا، مگر اس کاغذ کے ٹکڑے نے اُس کو رُلا دیا

ہے، کون سی مصیبت اس میں درج ہے۔

نورالدین (پڑھتا ہے) "حضور کے تعمیل ارشاد میں ہم ازنجان کی طرف بخط مستقیم جارہے تھے کہ دو منزل بعد ہمیں دشمن کا ہراول ملا، یہ ممکن تھا کہ ایک حملہ میں میں اُن کو روک دیتا مگر چونکہ حضور کا حکم نہ تھا اس لئے میں نے صرف اُن راستوں کی ناکہ بندی کردی جدھر سے وہ گزرتے۔ دو ایک قیدی جو ہاتھ آئے اُن کے بیان سے معلوم ہوا کہ دشمن پچیس ہزار کی قوت سے ہماری طرف آرہا ہے، گاؤں والے اُس کی قوت کو اور بھی زیادہ بیان کرتے ہیں۔ اگر اُن کے بیان پر اعتبار کیا جائے تو ایک لاکھ سپاہیوں کی فوج آرہی ہے، مگر بظاہر یہ عوام کا واہمہ ہے۔"

جلال الدین (اُس کے پڑھنے کو روک کر) ممکن ہے ایک لاکھ سوا مبالغہ ہو۔ لیکن حضرات ہلاک اتنے ہمت والے نہیں کہ محض پچیس ہزار کی جمعیت سے مجھ پر حملہ آور ہوں۔ بہر حال آگے پڑھئے۔

نورالدین (پڑھتا ہے) ہیبت اللہ قزوینی جس سے آپ واقف ہیں حج شریف سے واپسی کے وقت ادھر سے گزرا تھا۔ حضور واقف ہیں کہ وہ باہوش ہے اور صاحب تدقیق ہے اور حضور کے وفادار بندوں میں سے ہے

کہتا تھا کہ جب میں شام میں تھا تو وہاں جن اشراف و امراء سے ملاقات ہوئی اُن کا خیال یہ پایا کہ جب تک دولتِ خوارزم شاہ بالکل نیست و نابود نہ کر دی جائے باقی حکومت کو آرام نصیب نہ ہوگا۔ اس غرض کے لئے آپس میں متحد ہونے کے علاوہ اُنھوں نے عیسائیوں اور تاتاریوں کے پاس ایلچی بھیجے ہیں اور اُن کے بیان سے یہ بھی مترشح ہوتا تھا کہ اُنھیں حسب مراد جواب بھی مِلے ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ اس تاتاری بلا کی وجہ سے دولتِ خوارزم شاہی کا ظہور ہوا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سلطنت مٹے تو فتنہ تاتاری کو بھی سکون ہو۔"

جلال الدین - کیا خوب عاقبت بینی ہے۔ کیا یہ لوگ چمگادڑ کی طرح روشنی نہیں دیکھ سکتے۔

نورالدین - یہ خیال کیا جائے گا کہ مسلمان بادشاہ اپنے ہم مذہبوں سے لڑنے کے لئے کفار سے مراجعت نہ کریں گے۔ مگر میں نے ان لوگوں میں کوئی اثرِ اسلام نہیں دیکھا اور اس لئے اُن کے متعلق جو خبریں میں نے سُنی وہ صحیح ہوں گی۔ اُن مردوں کو جو اپنی عورتوں کو بچانا چاہتے ہیں اور اُن ماؤں کو جو اپنے بچوں کی جان بچانے کی کوشش کرتی ہیں یہ لوگ خاوندوں

کو عورتوں سے سینہ بہ سینہ اور بازو بہ بازو کرکے اور اسی طرح ماؤں کو بچوں کے ساتھ ملا کر اُن کے جسموں میں میخ ٹھوک دیئے ہیں۔ میں نے ایک ہزار سے زیادہ اس طرح کے جوڑے تڑپتے دیکھے آدھے تو مر چکے تھے اور آدھے اس شکنجہ میں مبتلا ہزار اذیتوں سے جان دے رہے تھے۔

جلال الدین ۔ بس نورالدین بس۔ یہ ملعون چنگیز سے بھی بڑھ گئے حجاج ابن زیاد سے بھی! نہیں نہیں، نہ یہ مسلمان نہ ان کے سپاہی مسلمان تاتاری کیسے، شیطان سے بھی اول ان سے مقابلہ کرنا ہمارا فرض ہے اورخاں ہماری فوج کس قدر ہے اگر ہم آج یہیں سے فوج بھیجیں تو کتنے آدمی بھیج سکتے ہیں؟

اورخاں ۔ آٹھ دس ہزار کے قریب،

جلال الدین ۔ انشاء اللہ ہمارے دس ہزار ان کے ایک لاکھ پر بھاری ہونگے جاؤ افسروں کو حکم دو۔ آج کوچ ہے۔

نورالدین ۔ اے میرے بادشاہ! خدا آپ کا معین و مددگار ہو کام اب شروع ہوا ہے۔

جلال الدین (اپنا ہاتھ آنکھوں پر لے جا کر مایوسانہ انداز سے)

مجھے خوف ہے کہ شاید ہم اس کام کی انتہا تک نہ پہنچیں گے۔ مولانا تیاری کیجئے نوکروں سے کہئے کہ ملک سے جاکر کہیں کہ یہاں آئیں (اپنے ہاتھ سے اپنے سر کو ٹکراتا ہے اور کمرہ میں اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے) نہیں یہ ابتدار کار نہیں ہے۔ انتہائے کار ہے۔ یہ آگ کیا ہے جو میرے جسم کو جلا رہی ہے۔ یہ توہمات یہ خیالات جو مشابہت کو حقیقت بتا رہی ہیں، جو مہرجہاں کو نیرہ بنا رہے ہیں کہاں سے آرہے ہیں۔ یہ آگ تپ محرق ہے۔ یہ مقدمہ موت ہے۔ میں نے نیرہ کو اپنے ہاتھ سے دریائے سنت میں چھوڑ دیا تھا اور اپنے ہاتھ سے اُسے نکال کر دریا کے ساحل پر دفن کیا۔ مہرجہاں دیکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیرہ زندہ ہوگئی۔ یہ خیال مجھے کبھی کبھی عین حقیقت معلوم ہونے لگتا ہے۔ اُف! ... ملت ... باپ ... رکن الدین .... نیرہ ... قطب الدین .... یہ سب فدا ہوگئے۔ ہاتھ سے گئے ..... ناصر... غیاث کیقباد ... اشرف.... خیانت، خیانت، خیانت (بیہوش ہوکر ایک طرف کو روتا ہوا گرتا ہے) دنیا جسے کہتے ہیں وہ دار امتحان ہے، انسان وہ مخلوق ہے جو قرب الٰہی سے مردود ہوکر یہاں پھینکی گئی ہے (کوشش سے ہوش میں آکر) سکراتِ موت، سکرات موت! آہ،

خدا نے مجھے کیسا بدبخت پیدا کیا کہ جس قدر شہید ہونے کی آرزو کی اس قدر ہی زیادہ زندہ رہا۔ میں شدید تپ میں مبتلا ہوں۔ سکراتِ موت کی کیفیت ہے۔ لیکن وہ بھی میری زندگی کو بڑھا رہی ہے۔ اے فلک، کیا اس لئے کہ مجھے اپنے پر بھروسہ ہے تو مجھے مصیبتوں میں ڈالتا ہے یا ربّی! یا ربّی! ان مصیبتوں سے، ان غموں سے، تو میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ میرے قلب پر ہزاروں شکنجے اپنا کام کر رہے ہیں۔ ہزاروں دوزخیں بھڑک رہی ہیں اے میرے اللہ! اے میرے اللہ! میں اس زندگی سے بیزار ہو گیا، اگر میرے جسم اور میرے ذہن پر ضعف آنے کو ہے، اگر میں خدمتِ اسلام سے عاجز ہونے کو ہوں تو تیری عزت کا واسطہ، میری جان فوراً لے لے۔ مجھے اسلام کو بالکل ذلیل ہوتا ہوا نہ دکھلا۔ غیرت! غیرت! کہیں یہ نہ ہو کہ میری وجہ سے اسلام چند ملعونوں کی لسانِ استہزا کا ہدف بن جائے۔

مجلس سوم

جلال الدین۔ مہر جہاں

(مہر جہاں مسرت و اشتیاق کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتی ہے)

اے میرے بادشاہ! آپ نے مجھے بلایا؟ ایک مدت سے یہ لطف و عنایت آپ نے میرے حال پر نہیں کی، اس عنایت سے آپ نے مجھے ایک زندگی تازہ بخشی، مجھے کیا حکم ہے میرے جلال؟

جلال الدین ۔ میری جان! اس قدر خوش نہ ہو، زرا ادھر کو آؤ، میں لڑائی پر جا رہا ہوں، ایک دور کا رشتہ دار ہے .... مگر دیکھو، تم بگڑنا مت۔ ہاں۔ تو بات یہ ہے کہ قونیہ کا کیقباد مسلمانوں سے تیغ آزمائی کرنے کے لئے چنگیز کا جانشین ہونا چاہتا ہے۔ ایوبیہ طائفے کے اشرف نے اس کے ساتھ اتفاق کیا ہے کہ بیت المقدس اہلِ صلیب کو ہدیتاً پیش کریں گے۔ دونوں مل کر میرے اوپر چڑھائی کر رہے ہیں اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے تاتاریوں اور عیسائیوں کے ساتھ متحد ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مہر جہاں ۔ کیقباد جو نہ کرے تھوڑا ہے۔ رہے قونیہ والے سلجوقی وہ ہم میں سے نہیں آپ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ ہمارے ہمیشہ مخالف رہے ہیں اور آپ کے لڑائی پر جانے سے میں کیوں بگڑوں۔ آپ کی شان شاہانہ میں یہ فتح و ظفر اور شامل ہو جائے گی۔

جلال الدین ۔ یہ تو خدا کے سوا اور کون جان سکتا ہے کہ غلبہ کس کو رہے گا۔ لیکن تمھارے کہنے ہی کے مطابق ایک نئی فتح حاصل کرنے کے لئے اگر جاؤں تو چند دنوں تک مجھ سے علیحدہ رہنے پر راضی ہو جاؤ گی ؟

مہرجہاں ۔ اے میرے بادشاہ ! میں آپ سے کیوں علیحدہ رہوں؟ کیا سفرِ گرجستان میں میں نے آپ کے ساتھ رہ کر آپ کی خدمت میں کوئی کمی کی ؟

جلال الدین ۔ نہیں، نہیں، بات یہ ہے کہ سفر میں میرے آرام کے لئے اس قدر مشقت و تکلیف اٹھاتی ہو کہ میں تمھیں اپنے ساتھ لے چلنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہو سکتا۔

مہرجہاں ۔ اے میرے بادشاہ ! میں جنت میں رہوں اور وہاں کے عیش و آرام حاصل ہوں لیکن اگر آپ سے علیحدہ رہوں تو وہ دنیا کی ہر قسم کی مشقت کے مقابلہ میں جو آپ کے ساتھ رہ کر ملے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

جلال الدین ۔ اسے میں جانتا ہوں ۔ مگر تمھیں تکلیف میں دیکھ کر مجھے اضطراب ہوتا ہے۔

مہرجہاں ۔ اے میرے جلال ۔ آپ کے دل سے جو بات نہیں نکلتی

اُسے زبان پر لانا آپ کے لئے مناسب نہیں آپ کی باتوں کو مجبوراً میں دوسرے معنی پہناؤں گی۔

جلال الدین - آؤ - میرے پاس آؤ .... (مہرجہاں کے سر کو اپنے کندھے پر رکھتا ہے دو ایک منٹ حیران حیران، آنکھوں سے اُس کے چہرہ پر نظر ڈالتا ہے اس کے بعد کمال شفقت سے کہتا ہے) مجھ پر رحم کھاؤ اور اس مرتبہ میرے ساتھ مت چلو میرے حال کو نہیں دیکھتیں اور تمھیں نہیں معلوم کہ میرا یہ حال تمھاری ہی وجہ سے ہے۔

مہرجہاں - میرے جلال! میں نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ آپ کی کون سی حالت میری وجہ سے ہوئی؟

جلال الدین (چند منٹ اُس کے چہرہ پر پھر اُسی طرح نظر ڈال کر) نہیں، ساتھ نہیں لے جاؤں گا اور اگر ساتھ لے بھی گیا تو اپنے تئیں سنبھال نہ سکوں گا۔ مجھ پر رحم کرو۔

مہرجہاں - اے میرے بادشاہ! خدا کے لئے کہئے تو آپ کو کیا ہو رہا ہے۔ مجھے مار ڈالئے۔ مگر مجھے حزیں نگاہوں سے تو نہ دیکھئے۔

جلال الدین - مہرجہاں! اگر تم میرے دل کو چیر کر دیکھو تو اُس کے

اندر تم کو ایک عجیب راز ملے گا۔ تم اُس کی دہشت کا مقابلہ نہ کر سکو گی۔

مہرجہاں۔ مجھ سے متعلق آپ کے دل میں کیوں کوئی راز چھپا بیٹھا رہے میں ہر بلا، ہر مصیبت کے مقابلہ کی طاقت رکھتی ہوں۔ اگر کسی مصیبت کی طاقت نہیں رکھتی تو یہ کہ آپ کے دل سے بیگانہ رہوں۔

جلال الدین۔ میں سوتے میں جو باتیں کہتا ہوں اُس سے کوئی راز نہیں رہتا۔ مگر مجھے نیند ہی کب آتی ہے کہ نیند میں باتیں کروں مگر جب میں بیہوش ہو جاتا ہوں اور اس وقت باتیں کرتا ہوں کیا اُن سے بھی تم کچھ نہیں سمجھیں۔

مہرجہاں۔ اے میرے بادشاہ! میں تو کچھ نہیں سمجھی۔ خدا کے لئے اپنے دردِ دل کو مجھ سے کہئے۔ اندیشہ و فکر سے میرا دل دھڑک دھڑک کے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔

جلال الدین۔ آہ ... کس قدر مشابہ ہو!

مہرجہاں۔ کس سے مشابہ ہوں؟

جلال الدین۔ اس قدر مشابہ ہو کہ کسی چیز میں تو ذرہ برابر فرق نہیں۔ سوائے اس کے کہ تمھارے بالوں میں زردی ذرا زیادہ ہے اور کسی

بات میں کسی حال میں بھی تو سر مو فرق نہیں، تمھارے چہرہ کو جب دیکھتا ہوں
تو مجھے یہ خیال آتا ہی کہ خدا نے جب تم میں سے ایک کو پیدا کیا تو خود اس نے
اس قدر پسند کیا کہ ایک تمثال ثانی بھی بنائی ۔

مہرجہاں (خوف زدہ لہجہ میں) اے میرے پادشاہ ! میں کس سے
مشابہ ہوں ۔میرے اور کس کے درمیان ذرّہ برابر فرق نہیں ۔

جلال الدین ۔ اور کس سے مشابہ ہو گی؟ میرے دل میں سے
باہر آؤ۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہی کہ میں دریاے سنت میں ہوں! اور کس سے
مشابہ ہو گی؟ اس ملکہ سے مشابہ ہو جسے میں نے اپنے ہاتھوں قربان کیا ۔

مہرجہاں (ڈر کر جلال کے پاس سے ہٹ کر) میرے بادشاہ !

جلال الدین ۔ بالکل اُس سے مشابہ ہو ۔ میرا ذہن پریشان ہی ۔
میرا قلب مضطرب، میں تمھارے چہرہ پر نظر ڈالنے کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔
جلال پر رحم کھاؤ اور اس سفر میں ساتھ نہ چلو .... (جلال تیزی سے
باہر جاتا ہی ۔ مہرجہاں روتی ہوئی ایک طرف کو گر پڑتی ہی)

(پردہ گرتا ہی)

پردۂ سیزدہم

مجلس اول

مہر جہاں، اس کے بعد ایک کنیز

مہر جہاں (صوفے میں آہستہ آہستہ بیٹھکر) آہ! چند برس کے لطف زندگی کا یوں ایک دم محو ہو جانا بھی کیسی سخت مصیبت ہے۔ روح ہر وقت پُرلذت تاثرات سے لطف اندوز تھی۔ ہر وقت، ایسے جان پرور منظر پیش نظر تھے کہ یکایک اب جدھر نظر ڈالتی ہوں تاریکیِ عدم کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ عیشِ زندگی کے کس قدر مخالف ہے، روح بیزار ہے۔ دنیا میرے لئے مزار ہو گئی۔ دنیا کس قدر بڑا مزار ہے، انسان اُسے کس قدر دہشت ناک پاتا ہے (ایک لونڈی کمرہ میں داخل ہوتی ہے) لڑکی! باہر گڑ بڑ ہے، کیا ہے (لونڈی باہر جاتی ہے۔ مہر جہاں اپنے دل سے باتیں کرتی

ہی) ظالم تو نے مجھے کیسی غفلت میں ڈال رکھا تھا، اس پردۂ غفلت کے پیچھے جو شکلیں مجھے نظر آتی تھیں میں اُنھیں عین حقیقت تصور کرتی تھی۔ اور اُن کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہی تھی اس زندگی کے ہر لمحہ کو فردوسی اور ابدی لمحہ سمجھتی تھی جو کبھی متغیر نہ ہوگا۔ یوں لذت کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھی۔ کیا یہ انصاف ہے کہ ایک غافل بچہ کو ایک عاجز دیوانے کو۔ جو بے ضرر کھیلوں میں مصروف ہو اُسے اُن سے محروم کر کے اُس کی ساری عمر وقف گریہ والم کر دی جائے! اُف ... یہ جو کبھی کبھی التفات کی چھوٹی چھوٹی نشانیاں مجھے نظر آتی تھیں جنھیں میں ہزار جان سے عزیز رکھتی تھی یہ التفات یہ عنایات، میرے لئے نہ تھے۔ میں تو اُس کی نظر میں انسان بھی نہیں۔ میں تو ایک مردہ کی تصویر تھی۔ یہ جو کبھی کبھی عجیب ناقابل فہم حزن و ملال، یہ جو کبھی کبھی جگر دوز برودت نظر آتی تھی۔ یہ سب اُسی کی وجہ سے تھی۔ آہ .... میرے دل کے حسیات، میرے دل کے خوف سب صحیح نکلے میں اصل سبب نہیں سمجھتی تھی ... بھلا کون اس بات کا خیال کر سکتا ہے کہ دو جدا سلطنتوں کے خاندانوں میں دو عورتیں ایسی پیدا ہوں جو ایک دوسرے سے بالکل مشابہ ہوں اور وہ دونوں ایک ہی آدمی پر عاشق ہوں ؟

دیوانی ؟ دیوانی ! کاش کہ تو تصویر میت نہ ہوتی تو مصنع تعظیم۔ جھوٹا التفات تیرے نصیب میں نہ ہوتا۔ شاید کبھی ایک نظرِ محبت۔ ایک نگاہِ کشش تیرے لئے بھی ہوتی۔ اب محبت اور نظرِ عاشقانہ کیسی ؟ ساختہ حرمت اور تلطفاتِ کذب کا بھی امکان باقی نہیں وہ اب تجھ سے نفرت کرتا ہے۔ تجھ سے ڈرتا ہے۔ تجھے جادوتیاں کرتا ہے... آہ ! یہ جسم۔ یہ مزار منفور۔ یہ جسم جو حقیقت میں ایک جنازہ ہے کیوں بے جان نہیں ہو جاتا۔ کیوں اپنے قفس میں روح کو لئے ہوئے عذابِ جہنم سہہ رہا ہے (تھوڑی دیر خاموش رہتی ہے پھر روتی ہوئی ایک طرف کو گر پڑتی ہے) یا ربّی ! یا ربّی ! اگر تیرا ارادہ یہی تھا کہ میں اور نیرہ ہم شکل پیدا کی جائیں تو چاہیئے تھا کہ اس سے اول تو جلال کو مجھے دکھاتا، تیرا کیا بگڑتا جو وہ راحت و آرام جو سنت کی موجوں میں تو نے اُسے احسان و عطا کیا وہ میرے نصیب میں ہوتا۔ کیا تیری ترتیب خلقت بگڑ جاتی۔

کنیز (داخل ہوکر) حضور تشریف لا رہے ہیں۔

مہر جہاں (حیرت سے) کیا بادشاہ ؟

(جلال الدین داخل ہوتا ہے۔ چہرہ پر انتہا درجہ کا ضعف، حالت پریشان و بگڑی ہوئی ہے)

مجلس دوم

مہرجہاں - جلال الدین

مہرجہاں (گھبرائی ہوئی جلال کے پاس جاکر) اے میرے بادشاہ ایسے اچانک کیسے آئے؟

جلال الدین - ہزیمت خوردہ سپاہی اپنا ہی پیغام بر ہوتا ہی اُس کی خبرِ بد خود اُس کے سوا کون لائے گا۔

مہرجہاں - کیسا شکست خوردہ سپاہی؟

جلال الدین - ہاں شکست خوردہ - ایسا شکست خوردہ جیسا جوارِ غزنہ میں ہم نے تاتاریوں کو تلوار کے بجائے محض چھڑیوں سے بھگا دیا تھا ذلیل و کمینے سپاہی، لڑائی کے زمانہ میں مجھے کچھ تھکن محسوس ہوئی تو میں محض ٹیکا لگانے کے لئے ایک درخت کے نیچے ہوگیا، وہ سمجھے کہ میں فرار کر رہا ہوں میں کہ یا میری فوج ساری کی ساری دشمن کی طرف چلی جائے یا بالکل محو ہوجائے۔ لڑائی سے مُنہ پھیرنے والا نہیں - اُنھوں نے جب یہ خیال کیا کہ میں فرار کر رہا ہوں تو ذرا یہ بھی تو دیکھا ہوتا کہ دشمن کے غلبہ کا کوئی تھوڑا سا

نشان بھی ہو یا نہیں۔ آہ۔ میں انھیں سکھاؤں گا۔ انشاء اللہ پھر میدانِ جنگ آراستہ ہوگا اور اگر اس وقت میری تلوار کا خوف دشمن کے ہتھیاروں سے زیادہ نہ ہو تو وہ بے شک میدانِ جنگ سے اُلٹے پھر آئیں، میں کہتا ہوں کہ ہم پھر میدانِ جنگ میں جائیں گے مگر انشاء اللہ تاتاریوں سے مقابلہ ہوگا ان سے نہیں، ملوک طوائف بھی پدر مرحوم کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے سپاہیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے پھر بھی ہمارے دشمن بھاگ گئے حالانکہ اُن کی قوت ہم سے تگنی تھی۔ عدل الٰہی بھی کس قدر عظیم الشان ہو، اُس نے میرا جسم، میرے طالع کے مناسب بنایا ہو میں نئی مصیبت میں مبتلا ہوا لیکن اس مصیبت میں پڑتے ہی وہ نا اُمیدی، وہ خوف آمیز تصورات سب الحمد للہ غائب ہوگئے۔ آسیکون کے میدان میں مجھے جو اطمینان حاصل تھا جو اُمنگیں وہاں تھیں وہ پھر رونما ہو رہی ہیں مگر مجھے خوف ہو کہ اس آفتاب شوق کا طلوع کہیں اُس روشنی کی مانند نہ ہو جو غروب آفتاب کے بعد اُفق میں ہوتی ہو مگر شکر ہو کہ میرے دل میں ایسی کشادگی و انشراح ہو کہ معلوم ہوتا ہو کہ میں از سرِ نو دنیا میں آیا ہوں، مایوسانہ خیالات میں کیوں وقت گزاروں میں تو صرف تمھیں دیکھنے یہاں آیا تھا، تمھیں دیکھنے کو میرا اتنا دل چاہا کہ

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیدائش سے لے کر اس وقت تک میں تمھیں دیکھنے کی آرزو میں تھا۔

مہرجہاں (اپنے دل سے) یہ جانتی ہوں کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں دل سے نہیں کہہ رہے ہیں مگر پھر بھی اُن کی باتوں پر یقین کرنے کو میرا دل چاہتا ہے۔

جلال الدین۔ کیوں ایسی کھنچی ہوئی بچی ہوئی بیٹھی ہو۔ کیا مجھ سے بگڑی ہوئی ہو۔

مہرجہاں۔ توبہ، توبہ، میرے بادشاہ۔ میں تو خیال کرتی ہوں کہ آپ گھبرائیں گے۔

جلال الدین۔ خدا کے لئے۔ ملکہ اس قدر غمزدہ ہو کر تو نہ بیٹھو اور میرے انبساط دل کو خراب نہ کرو (کچھ سوچکر) آہ! تم مجھ سے اس لئے روٹھی ہوئی ہو کہ میں ساتھ نہیں لے گیا۔ پریشانی اور بیماری کی حالت میں جو باتیں میرے مُنہ سے نکلیں اُن سے ناراض نہ ہو، تمھیں خبر نہیں کہ اس وقت میرا کیا حال تھا، میری جان! بخار کے ہذیان میں جو باتیں مُنہ سے نکل جائیں کہیں کوئی اُن کا بھی خیال کیا کرتا ہے۔

مہرجہاں۔ اے میرے بادشاہ! میں بگڑی نہیں ہوں۔

جلال الدین - جانتا ہوں۔ چھپاؤ مت بخار میں بھی انسان جو کچھ کہتا اور سنتا ہے اس کے ذہن میں خواب کی طرح باقی رہتا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا وہ مجھے سب یاد ہے۔ میری جان ملکہ! تمھارے چہرہ کی بناوٹی مسرت بھی صبح کاذب کی طرح خوب صورت معلوم ہو رہی ہے۔ مہر جہاں، تمھیں مغموم دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ جو دنیا کے آلام و غم میرے دل میں جمع ہو گئے ہیں انھیں کون تسلی دے گا۔

مہر جہاں - آہ! آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے اگر ہزار میں سے ایک کو بھی صحیح سمجھوں تو مجھے وہ مسرت نصیب ہو جو جنت میں حوروں کو ازل سے ابد تک بھی نصیب نہ ہو گی۔

جلال الدین - اگر میں حقیقت میں محبت نہیں کرتا تو مجھے کون سی ضرورت ہے کہ محبت کا سوانگ بھروں۔ ایک دن میں نے اپنا حال بیچاری زاہدہ سے کہا تھا تو وہ بولی کہ خدا تمھیں اس قدر دوست رکھتا ہے کہ چونکہ تم نے اپنی محبوبہ کو اس کی راہ میں فدا کیا اس نے تمھارے لئے تمھاری محبوبہ کی ایک ہم شکل بھیجی اور عنایت کی۔ اس عنایت کو وسیلۂ محبت سمجھتا ہوں حقیقت میں خدا نے اپنے کسی بندے پر جو کرم نہیں کیا وہ مجھ پر کیا۔ کیا میں

ایسا احمق ہوں کہ اس عنایت کو ایک وسیلۂ الم قرار دوں۔

مہر جہاں (اپنے دل سے) شاید صحیح کہہ رہے ہیں (جلال سے) آپ اُسے چاہیں یا نہ چاہیں، مگر مہر جہاں تو آپ کی اسیر، آپ کی فدائی ہی، ہر شخص اپنی جان سے زندہ رہتا ہی۔ میں آپ کے وجود سے زندہ ہوں۔ ہر شخص اپنے محبوب کے وصل کا تصوّر باندھتا ہی میں آپ کی راہ میں قربان ہونے کے سوا اور کچھ نہیں سوچتی (دروازہ سے ایک کنیز داخل ہوتی ہی اُس سے) کیا ہی ؟

کنیز۔ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے مجھے یہ دیا گیا ہی اور مجھ سے کہا ہی کہ فوراً پیش کروں۔

جلال الدین۔ لاؤ (کنیز جلال کو دو اطلس کے خریطے پیش کرتی ہی جلال اُنھیں کھول کر پڑھتا ہی کنیز باہر جاتی ہی)

جلال الدین۔ کس قدر فضول القابوں کا تار باندھ دیا ہی مقصد کیا ہی۔ صلح چاہتے ہیں، مخصوص ایلچی بھی بھیجے ہیں ؟

مہر جہاں۔ کس نے میرے بادشاہ !

جلال الدین۔ (نظر کا غذ پر) کیقباد اور اشرف (نظر اُٹھا کے)

بہت خوب، مسلمانوں میں خوں ریزی حرام ہے، مصالحت سید الاحکام ہے؛ خوب، اسے جانتے تھے تو میرے اوپر چڑھائی کیوں کی۔ کیا میں نے تمہیں لڑائی کے لئے بلایا (کچھ سوچ کر) ان کا اصل مقصد کیا ہے۔ میرے سرادل کے کئی سو آدمیوں کے دھاوے کو اُنھوں نے دیکھا اور اپنی ہزیمت کو از قبیل قضا سمجھا، اب ڈر کر پھر تنہا اپنے نصیبے کو آزمانا نہیں چاہتے اپنے دوستان خالص تاتاریوں اور عیسائیوں کا انتظار کرنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہے انتظار کریں۔ میرا فرض تو یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں میں تلوار نہ چلنے دوں۔ صلح چاہتے ہیں تو صلح کرلوں، نتیجہ کی خرابی کا میں ہی ذمہ دار ہونگا۔ اگر وہ عہد شکنی کرینگے تو عدالت الٰہی میں اس کا نتیجہ بھگتیں گے (ملکہ سے) آج شام کھانا ہم تم ساتھ کھائیں گے۔

مہرجہاں (نہایت خوش ہوکر) کیسی عنایت، اے میرے بادشاہ!

جلال الدین ۔ اب بھی تمھارا روٹھنا نہیں گیا، لو۔ قسم لو، اب جہاں جاؤں گا تمھیں ساتھ لے جاؤں گا۔ میں تمھارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

مہرجہاں ۔ اے میرے بادشاہ! خدا کی توفیق و عنایت ہر وقت

آپ کے ساتھ ہو (جلال الدین باہر جاتا ہے) یا اللہ کیا جلال کی باتیں صحیح ہیں، کیا میں اُس کی نظر میں نیرہ کا بھوت نہیں، بلکہ نیرہ کی ہم شکل محبوبہ ہوں؟

پردۂ چہاردہم

ایک کمرہ جس میں ایک کنیز ہی ایک طرف کو جلال سو رہا ہی۔
دوسری طرف ایک چھوٹی چوکی پر اک تنہا موم بتّی جل رہی ہے۔
نورالدین زمین پر ایک نمدے پر بیٹھا ہی۔ سامنے دواؤں کے بڑے
بڑے شیشے رکھے ہیں انھیں دیکھتا ہی۔ اُس کے پاس نوکروں کا سردار
سو رہا ہی کمرے کے بائیں جانب ایک اور کمرہ ہی جس کے دروازہ
پر پردہ پڑا ہی۔ اس کے مقابل میں ایک بند دروازہ نظر آتا ہی

مجلس اول

جلال الدین سوتا ہوا۔ نوکروں کا سردار سوتا ہوا
نورالدین اور اُس کے بعد مہرجہاں

نورالدین (دواؤں کے شیشوں پر نظر ڈال کر، اپنے دل سے) کچھ نہیں
یہ حکیم خاک بھی حکیم نہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ طب و حکمت ایک چیز ہی وہ کس قدر
غلط کہتے ہیں۔ دو تین مٹھی معدے میں ایک دو گھنٹہ کے اندر، تین چار سیر

پانی بھر دینا یہی حکمت ہے؟ شاید ایک زمانہ ایسا آئے گا جب کہ جو فائدہ اس
تین چار سیر پانی سے حاصل ہوتا ہے وہ دو قطروں سے حاصل ہوگا۔ مگر
نتیجہ کیا؟ رازی، فارابی، ابن سینا نے کیا کیا حقائق کشف کئے سب
اپنے ساتھ مزاروں میں لے گئے۔ ممکن ہے کہ بقراط اپنی حکمت کے زور سے
مُردوں کے بدن میں حرکت لے آئے، مگر یہ اس کے اختیار میں نہ تھا کہ اپنے
بیماروں کو جنھیں اجل نے اپنے پنجے میں پکڑ لیا تھا اس سے روک لے
کہ وہ انسان سے مٹی کا ڈھیر بن جائیں۔ اُف! ہر چیز مجہول اور نامعلوم
ہے، اور زمانۂ آیندہ اُس سے زیادہ نامعلوم۔ ازل سے تاریکی میں دنیا
میں آئے، کچھ آنکھیں کھلیں، کچھ روشنی نظر آئی اور اُس کے بعد سیدھے
ابد کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابد کی پہلی منزل موت ہے۔ یہاں آنکھیں پھر
بند کر دی جاتی ہیں۔ اک وقت آئے گا کہ پھر کھلیں گی؟ مگر کب کھلیں گی؟
کیا زمانہ مزار بھی اتنا لمبا ہے جتنا ازل سے دنیا میں آنے کا زمانہ؟ مگر
یہ خیالات کے گھوڑے دوڑانے کا وقت نہیں۔ بادشاہ بیمار پڑا ہے اور
کیسا بیمار؟ کیسی مصیبت ہے؟ چہرے کا رنگ ایسا زرد پڑ گیا ہے جیسے
آفتاب غروب کے وقت ہوتا ہے۔ اُس کا جسم ایسا ہو گیا ہے جیسے قبر سے

کوئی مردہ اُٹھ کھڑا ہوا ہو۔ جسم میں وہ آگ بھڑک رہی ہے گویا اندر ایک جہنم بند ہے۔ یہ حال دیکھنے سے تو بہتر ہے کہ انسان دنیا ہی میں نہ آئے۔ پیدا ہونے سے پہلے مزار میں چلا جائے۔ مگر ارادہ الٰہی سے لڑائی نہیں لڑی جا سکتی۔ سوائے اس کے چارہ نہیں کہ اپنی بساط بھر کوشش کی جائے (پاس کے شیشوں کو اُٹھا کر) اس میں سے ایک ایک گھنٹہ بعد اک قدح، اس میں سے دو دو گھنٹے بعد اک قدح پلانے کی ہدایت ہے۔ بہت اچھا طبیب صاحب! مگر اسے جگائے کون؟ اس بیمار کو، جسے اک دو گھنٹے کی نیند اب نصیب ہوئی ہے۔ اس بیمار کو جو حمیت، اسلامیت، انسانیت کا نو طلوع آفتاب ہے، جو ہم سب کی امید نجات ہے، کس کا ایسا پتھر کا دل ہے کہ اس عزیز بیمار کو اس کی آرام کی نیند سے بیدار کرے۔ قسم ہے خدا کی، اگر ہمارے اطبا کا اپنے بیماروں کے ساتھ یہ سلوک ہے تو اُن کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ چنگیز کی فوج میں سپاہی ہو جائیں۔

مہر جہاں (دروازے میں سے نظر آتی ہے) مبارک! مبارک! مبارک (سوتے سے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے) حضور

نورالدین (جس دروازے سے مہر جہاں داخل ہو رہی ہے،

اس کے سامنے جاکر) ملکہ! کچھ حکم ہے!

مہرجہاں۔ مولانا! کیا آپ بادشاہ کی نگرانی کر رہے ہیں۔

نورالدین۔ میری اور مبارک کی نوبت ساتھ ساتھ تھی۔ اس بیچارے کی آنکھ لگ گئی۔ معاف کیجئے۔

مہرجہاں۔ میں اس مہینے بھر میں جس قدر سوئی ہوں اُسے جمع کیا جائے تو چار گھنٹے نہ ہوں۔

مبارک (اٹھکر) حضور کیا حکم ہے۔

مہرجہاں۔ ٹھیر ہیں ٹھیر، تو غیر تھوڑا ہی ہے۔ (نورالدین سے) مولانا! طبیب بادشاہ کی بیماری کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ کچھ آپ کے بھی سمجھ میں آیا۔

نورالدین۔ حضور نے بڑا مشکل سوال کیا ہے۔ ہمارے ملک میں طبیب ہی کون؟ میرا خیال تو یہ ہے کہ بادشاہ کی بیماری تفکرات کی وجہ سے ہے۔ باقی اس مصیبت کی تشخیص میرے بس کی نہیں لیکن خدا کی درگاہ سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ ملت اسلامیہ پر رحم فرمائے گا اور میرا خوف از سر تا پا غلط ثابت ہوگا۔

مہرجہاں - سمجھتی ہوں سمجھتی ہوں۔ آپ کو جس بات کا اندیشہ ہی اُسے میں بھی سمجھتی ہوں، بادشاہ کی تپ، تپِ محرقہ سے مشابہت رکھتی ہی! اب معلوم ہوتا ہی کہ بادشاہ نے اس دنیائے دنی سے اپنے تئیں بالاتر پایا اور اُسے اپنے رہنے کے قابل نہیں سمجھا۔ دنیا کو دشمن کے پنجے سے چھڑا نہ سکا، خود اپنے تئیں دنیا کے پنجے سے چھڑانا چاہتا ہی۔ اگر خودکشی ممنوع نہ ہوتی، تو میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ کب کا خودکشی کر چکا ہوتا۔ (اپنے دل سے) آہ! اگر خودکشی کر لیتا، تو مجھے یہیں چھوڑ جاتا اور اپنی چہیتی نیرہ کے پاس چلا جاتا (بہ آواز) اس کی روح، اجل سے اس عنایت کی خواستگار ہی کہ اُسے علائق دنیا سے آزاد کر دے، جس طرح وہ دولت و ملت کی سطوت و شان کو زیادہ کرنے کی کوشش کرتا تھا، اسی طرح اپنی بیماری بڑھانے کی کوشش کر رہا ہی۔ اس کے دل کی نا اُمیدی کو کس طرح رفع کریں۔

مبارک - میں اگرچہ ایک چھوٹا آدمی ہوں مگر میرے دل میں روشنی کی ایک تھوڑی سی جھلک کے مانند ایک خیال ہی اُسے عرض کرتا ہوں، میری ناچیز رائے میں بادشاہ کو اس نا اُمیدی اور اس حالتِ یاس سے نجات دینے کا ایک ہی چارہ کار ہی اور وہ یہ کہ تاتاریوں کے ساتھ

لڑائی کی جائے۔

نورالدین۔ ہمارے بادشاہ کو جس چیز نے سب سے زیادہ مایوس کیا وہ مسلمان بادشاہوں کا نا اتفاقیوں سے اتفاق کرنا تھا۔ اپنے بھائی غیاث الدین کی خیانت نے بھی اس کے دل پر اتنی چوٹ نہ لگائی تھی اُس کی ساری کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ہو اس لئے جو محض ذاتی کاوشوں کی وجہ سے لوگوں نے خیانتیں کیں۔ بغاوتیں کیں۔ اس کو اس نے کچھ زیادہ اہمیت نہ دی، اس کا ہر ایک کام نجات اسلام کے لئے تھا اور مسلمانوں سے بھی وہ اسی کی توقع کرتا تھا لیکن اُس نے سب سے بڑی خیانت سب سے بڑی بے وفائی مسلمانوں ہی سے دیکھی۔ اس کے بھائی اس کے ہم مسند مسلمان ہی تو تھے، میں خیال کرتا ہوں کہ حضرتِ آدم جنت سے نکلتے وقت جس قدر مایوس ہوئے ہونگے۔ ہمارا بادشاہ بھی جس فردوسِ دنیا کا تصور اپنے ذہن میں کئے ہوئے تھا اُس سے محروم ہو کر اتنا ہی نا اُمید ہوا ہو گا۔

مہر جہاں۔ آہ، بے شک ایسا ہی ہے اور جس طرح حضرت آدم دوبارہ جنت کو گئے۔ یہ بھی جنت کو جانا چاہتا ہے۔ وہاں اس کے لئے

ایک قصر اور اس قصر میں ایک حور اس کی منتظر ہے۔

جلال الدین (بستر میں کروٹ بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے) اپنے بالوں کو مٹی سے صاف کر۔ کیا تو بھوت بن گئی ہے، کیا قبر سے نکل کر مجھے ستانے کے لئے آئی ہے۔ میں نے تجھے اللہ کی راہ میں قربان کیا تھا دنیا میں تیرا کیا کام ؟

مہرجہاں۔ الٰہی! الٰہی! میں ہی اُس کے نظروں کے سامنے ہوں، تپ کی حالت میں بھی آنکھیں بند ہیں مگر میں ہی اس کے سامنے پھر رہی ہوں۔ میں دنیا سے اُٹھ بھی جاؤں تو بھی اُس کے ذہن میں یہی خیالات رہیں گے۔

جلال الدین (بستر میں حرکت کرتے ہوئے) بچہ کہاں ہے، قطب الدین کو کیا کیا۔ اُسے مٹی میں دبا کے یہ زندہ کا بوس کیا ہے جو تیرے ساتھ پھر رہا ہے۔ مبارک مہرجہاں کا ہے۔ اس کا غلام ہے تیرے پاس کیوں ہے۔ سنت کی ندی تمھیں نظر نہیں آتی۔ بالکل خاک مزار کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اندر مردوں کی ہڈیاں ہیں، ہڈیوں کے ٹکڑے ہیں، غیاث! اپنے کئے کی سزا پائی ملعون! دیکھا تو نے۔ اسلام کی ہزیمت کا باعث ہونا کس

عاقبت کو پہونچتا ہے۔ بیچاری زاہدہ اب بھی بیٹھی اس مجرم کے سرہانے رو رہی ہے جو اللہ کی رحمت سے محروم ہو گیا ہے، مگر کیا کرے بیچاری عورت یہ ماں کی مامتا ہے، کاش کہ اس خنزیر کو جننے کے بجائے ایک سانپ جنتی تو اس کا ضرر بہت پہنچتا بہت پہنچتا تو چند آدمیوں تک پہنچتا چنگیز مرگیا مردود چنگیز۔ جس کی خواہشوں کے لئے دنیا تنگ تھی وہ چار گز زمین میں دبا پڑا ہے۔ ملعون تو اس دنیا کو اپنے لئے اور خدا کے لئے ایک جگہ کم سمجھتا تھا۔ جو لوگ خدا کے بندوں کے لئے زندگی بسر کرتے تھے انھیں کہتا تھا کہ جائیں اور دوسری دنیا تلاش کریں۔ آج مرا پڑا ہے قبر میں دھنسا پڑا ہے۔ دیکھو بلند ہوتا ہے۔ پھول رہا ہے۔ پھول پھول کر بغداد پہونچا عباسیوں کے تخت کو خاک سے ملا دیا۔ پھر بلند ہوتا ہے۔ آسمان تک بلند ہوتا ہے۔ ملعون دور فلک کو لوٹا کر کیا پھر دنیا میں آئے گا، الٰہی ایسا نہ ہو۔ اپنے بندوں پر رحم کر۔ ایک بجلی بھیج جو اس ملعون کے مزار کو اس کی طرح تحت الثریٰ میں لے جائے۔

مہرجہاں۔ بادشاہ کے اس حال کی میں متحمل نہیں ہو سکتی، میں اُسے جگاؤں گی۔ خواب میں اُسے جو تکلیف پہنچ رہی ہے وہ ناقابل برداشت ہے۔

نورالدین۔ آپ کو ترس نہیں آتا، اتنے دن ہوئے بادشاہ دو گھنٹہ کی نیند بھی نہیں سوئے۔

جلال الدین (بڑبڑاتے ہوئے) اے میرے اللہ، اے میرے اللہ، تونے فرعون جیسے، چنگیز جیسے لوگوں کی جو تیری ذاتِ مقدس سے شریک ہونے کا دعویٰ کرتے تھے رسّی دراز کی تیری حکمت انسانی عقل سے بالا ہے، اُن کی جزا و سزا بھی .... مگر یہ ظالم جو تیرے دین، تیرے پیغمبر، تیری شریعت کے نام کو چنگیز و فرعون سے بھی بڑھکر دنیا سے اُٹھانا چاہتے ہیں اور جن پر اتنی لعنتیں ہوں کہ چنگیز و فرعون پر بھی کبھی نہیں ہوئیں انھیں کب تک وقت دیا جائے گا۔

مہرجہاں۔ خدا کی قسم میں بادشاہ کو جگاؤں گی۔ یہ نیند آرام کی نیند ہے۔

جلال الدین (بستر میں حرکت کرتے ہوئے) اُف ... جلا جا رہا ہوں۔ میرے معدہ میں، میرے دل میں آگ بھڑک رہی ہے۔ کوئی نہیں جو مجھے تھوڑا سا پانی، تھوڑی سی دوا دے۔

مہرجہاں۔ لائی میرے بادشاہ (نقاب اُٹھا کر دوا دیتی ہے)

جلال الدین۔ یہ تمھارے پاس کون کھڑے ہیں؟

مہرجہاں ۔ نورالدین اور مبارک، اسی وجہ سے نقاب ڈالے ہوئے ہوں۔ میرے بادشاہ!

جلال الدین ۔ کیا باتیں کر رہے ہو؟

مہرجہاں ۔ آپ کے حال کے سوا اور کیا باتیں کر سکتے ہیں۔ خواب میں بھی آپ دنیا کو سنوارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بڑبڑانے کی حالت میں بھی آپ پُر درد باتیں کرتے ہیں۔

جلال الدین (بات کاٹ کر حدت کے ساتھ) خدا کا واسطہ۔ حرمت اسلام کا واسطہ۔ مجھے مت چھیڑو، مجھے میرے حال پر رہنے دو، میں نے چند دفعہ شہید ہونے کا ارادہ کیا میرا دامن پکڑ لیا۔ مجھ سے کہا فرض ہی فرض ہے اور پھر کسی نے بھی اپنا فرض ادا نہ کیا۔ مجھ سے کہا غیرت لازم ہے اور پھر سب غائب ہو گئے۔ میں ایک خرقہ۔ ایک لقمۂ نان پر قناعت کر سکتا تھا مگر کسی نے دنیا کے بہترین نعمت کو لقمہ اور بہترین خلعت کو خرقہ کی نظر سے دیکھنے کی کوشش نہ کی۔ مجھے یہ نہیں سمجھ سکتے، انھیں میں نہیں سمجھ سکتا خدا انھیں جو شہید ہو گئے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے جو زندہ ہیں وہ سلامت باقی رہیں۔

مہر جہاں - اے میرے بادشاہ! کیا میں بھی اُس زمرہ میں داخل ہوں جس نے آپ کو نہ سمجھا اور آپ کو سمجھکر آپ کے مطابق نہ ہوا۔

جلال الدین - نہیں تم نہیں ہو۔ نورالدین بھی نہیں۔ مبارک بھی نہیں، اُن کے علاوہ چند اور لوگ ہیں مگر کیا کریں۔ یہ اُمید کب تک رکھیں کہ دس بارہ آدمی دنیا کو پنجۂ فلک سے چھڑا دیں گے۔ آہ، والد مرحوم! والد مرحوم! آپ ہزار درجہ عقل مند تھے۔ پس آپ میں اتنی کمی تھی کہ آپ نے ایفائے فرض کی اتنی کوشش نہ کی جتنی میں نے

نورالدین - اے میرے بادشاہ! کیا اب ہم ترکِ فرض کرینگے۔

جلال الدین - دشمن کے مقابلہ میں، دین کی راہ میں آرزو کرنے کے سوا اب ہمارا فرض اور کیا رہ گیا ہی۔ ہم اُسے چھوڑنا بھی چاہیں تو وہ ہمیں نہ چھوڑے گا۔

مہر جہاں - میرے جلال۔ میرے بادشاہ! اپنے اوپر رحم کیجئے کہ آپ کا اپنے پر رحم کرنا عین اسلام پر رحم کرنا ہی۔ مجھے حمیت اور غیرت آپ کی محبت نے سکھائی۔ وہ جلال الدین جو معالی میں دنیا کا استاد تھا کیا اب ایک عورت سے سبق لینے کا محتاج ہو گیا۔

جلال الدین۔ میرے ساتھ مرنا چاہتی ہو۔

مہرجہاں۔ اے میرے بادشاہ۔ آپ کے دو بازو ہیں، مجھے بھی خدا کی راہ میں فدا کیجئے تاکہ ایک بازو میں نیزہ اور دوسرے بازو میں مہرجہاں ہووے اور اس طرح جو دیوان الٰہی میں ہم منظر پیش کریں کیا وہ منظر خراب ہوگا۔

جلال الدین افسوس۔ کہ ایک کے جسم سے پانی کے قطرے گرتے ہوں گے۔

مہرجہاں۔ انشاء اللہ۔ میرے بدن سے خون شہادت بہتا ہوگا۔

مجلس دوم

اشخاص سابق۔ اورخاں

(کمرے کا دروازہ آہستہ آہستہ کھٹکھٹایا جاتا ہے)

نورالدین۔ کون ہے؟

اورخاں (باہر سے) میں ہوں۔ اورخاں، بادشاہ کو بیدار کیجئے ایک اہم واقعہ پیش آیا ہے۔

جلال الدین - میں جاگ رہا ہوں - کیا کہنا چاہتے ہو؟

اورخاں (باہر سے) حضور سے تنہائی میں شرف یاب ہونا چاہتا ہوں جو بات عرض کرنی ہے وہ بہت اہم ہے۔

جلال الدین - کہو،

اورخاں - حضور کے سوا اور کسی سے نہیں کہہ سکتا۔

جلال الدین (مبارک سے) دروازہ کھولدے) آجائیے

اورخاں (داخل ہوکر) حضور سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں

جلال الدین - یہ نقاب والی عورت میری حرم ہے - یہ نورالدین ہے - یہ مبارک ہے - تنہائی کی کون سی ضرورت ہے۔

اورخاں - میں نے دیکھ لیا، میرے بادشاہ، آپ لوگ یہاں سے جائیے - میرے ساتھ جو سپاہی ہیں ان میں سے چند نفر کے ساتھ نورالدین ملکہ کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں - باقی فوج میرے ساتھ یہیں رہے گی مرتے دم تک میں حضور کے حفاظت کی کوشش کروں گا۔

جلال الدین - کس سے محافظت کی کوشش کروگے؟

اورخاں - اے میرے بادشاہ، عراق میں ہمارے جتنے آدمی

ہیں خدا اُن سب کو برباد کرے اور برباد تو ہو ہی گئے خدا اُنھیں آخرت میں اُن کی غفلت کی سزا دے۔ شمالی ایران محو ہو گیا، ہمارے دشمن کے نیزے ہمیں نظر آرہے ہیں۔ جب تک اُنھیں نیزے نظر نہ آئے اُنھوں نے دشمن کے گھوڑوں کے ہنہناہٹ اور اُن کے ٹاپوں کی آواز نہ سُنی۔ ہمارے پاس پانچ ہزار آدمی بھی نہیں۔ تاتاریوں کے پاس ایک لاکھ سے زیادہ فوج ہے، آدھ گھنٹہ نہ گزرنے پائے گا کہ ہم سب اسیر یا ہلاک ہو جائیں گے اگر حضور حکم دیں تو میں دشمن کو تین چار گھنٹے روک سکتا ہوں، اس عرصہ میں حضور اپنا کچھ انتظام فرمالیں۔

جلال الدین - جاؤ۔ مرحباں اور مبارک، تم اس کمرہ میں جاؤ (وہ جاتے ہیں، نورالدین سے) مولانا، میں اورخاں کے ساتھ مقابلے کو نکلوں گا۔ ملکہ کو کس کے سپرد کریں۔

نورالدین - میرے بادشاہ، مسلمان حکمراں سب کے سب بے وفا بے غیرت نکلے۔ کوئی یزید، کوئی حاکم بامراللہ کی تقلید کرتا ہے۔ میں نے حضور کو ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کی صلاح دی تھی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ اورخاں کا ساتھ دینے میں میں اس وقت حضور سے آگے

رہوں گا۔ حضور اب مجھ سے رائے نہ لیں، اس کے بعد میرا مقصد، میری فکر میری رائے یہ ہے کہ جان دیدوں (نورالدین جاتا ہے)

جلال الدین (اپنے دل سے) سبحان اللہ، اس قدر اصحاب ہمت ہیں سے کسی کو بھی مصائب دنیا کے برداشت کرنے کا اقتدار نہ رہا کریں بھی کیا بیچارے۔ اصحاب تصوف کی تعریف کے مطابق قلب ایک جدا دنیا ہے۔ مگر اس بھاری بوجھ کے نیچے یہ دنیا بھی پاش پاش ہوجائے گی۔ دل باندازۂ حیات مختصر مگر دنیا کے تکالیف دنیا کی طرح بے پایاں۔ اچھا ٹھہرو۔ ملکہ۔ مبارک۔ یہاں آؤ۔ (دونوں اندر داخل ہوتے ہیں) مبارک۔ لڑائی نے دوسری شکل پیدا کرلی ہے۔ ملکہ کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ ان پہاڑوں کے پیچھے اپنے تئیں جاکر چھپالو اور میرا خیال مت کرو، میرے متعلق ایک فرض ہے اُسے پورا کروں گا۔

مہرجہاں۔ میرے بادشاہ! میرے بادشاہ! میں آپ سے جدا ہوکر کہیں نہیں جاؤں گی۔ جس طرح فلک جسم سے سایہ کو جدا نہیں کرسکتا مجھے بھی آپ سے جدا نہ کرسکے گا۔ آپ جہاں جانا چاہتے ہیں جائیے جو کرنا چاہتے ہیں کیجئے، میں سایہ کی طرح آپ کے قدموں میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔

آپ جہاں رہیں وہاں تھوڑی سی جگہ مجھے بھی دیں، جنت ہو تو وہاں، زمین ہو تو وہاں۔ آپ کے بستر میں میرے لئے تھوڑی سی جگہ تھی تو کیا آپ مزار میں اُس تھوڑی سی جگہ کو مجھے نہ دیں گے؟

مبارک۔ اے بادشاہ! میں ملکہ کا سایہ ہوں۔ میں اس کی ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں مگر اُس کے تابوت کا اُٹھانا میرے ہاتھوں سے نہ ہو سکے گا۔ میرے حال کو دیکھئے۔ مصیبتیں اُٹھا اُٹھا کر جہنم کے خدام کا ہم شکل ہو گیا ہوں جہنم کے خدام کے ہم شکل آدمی کا ایک شہید کے مزار میں کیا کام، مجھ پر تو رحم ہی کیجئے۔

جلال الدین۔ نکل یہاں سے او نا مبارک (مبارک باہر جاتا ہے جلال مہر جہاں سے کہتا ہے) اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، میں تم سے جدا ہو کر جاؤں گا۔ میری بات سنو، نیرہ کے واقعہ کو جانتی ہو۔ نیرہ بالکل تمہاری طرح تھی۔ ہمارے سامنے دریا آیا۔ میں نے اُسے دریا میں ڈبو دیا۔ تم نے ابھی کہا تھا کہ میں خون کے دریا میں ڈوبوں گی۔ میں خون کا دریا کہاں سے لاؤں کہ اُس میں تمھیں ڈبو دوں اگر کہیں تم تاتاریوں کے ہاتھ پڑ گئیں تو تمھارا جو حال ہو گا اس کا خیال مجھے مزار میں وہ تکلیف دے گا جس کی

نہ خدام جہنم نہ ملائکہ سوال سے مجھے اُمید ہے۔ کیا تم اصرار کرکے میرے ساتھ جانا چاہتی ہو اور پھر کسی مشرک تاتاری کی ہم بستر لونڈی بننا چاہتی ہو؟

مہر جہاں۔ آہ، جلال! جلال! آپ جہاں جائیں گے میں وہاں جاؤں گی۔ آپ جو حکم دیں گے وہ کروں گی۔ آپ کے کسی حکم کی مخالفت نہ کروں گی۔ کسی مشرک کی ہم بستری؟ یا ربی، یا ربی! ایسے وقت انسان کیا کرے۔ کیا موت اُس کے حال پر رحم نہ کرے گی؟ میرے بادشاہ مجھے حکم دیجئے کہ میں کیا کروں۔ آہ۔ دیکھو، آپ کی آنکھیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں۔ میرا جانا ہوا میرا تبریز میں دیکھا ہوا جلال یہ تھا۔ اُس وقت اس چہرہ کے ایک طرف آتشِ فروزاں کی روشنی اور دوسری طرف دُھوئیں کا عکس تھا۔ اس وقت اس مبارک چہرہ کے ایک طرف آتشِ غیرت اور دوسری طرف دودِ مایوسیت ہے مگر اس وقت کے چہرہ سے یہ چہرہ زیادہ روشن ہے۔ آہ، جلال، بے ہوش ہو جاؤں گی ... نہیں بے ہوش نہیں ہوں گی ... مشرکوں کی ہم بستر لونڈی نہیں بنوں گی ... میں آپ سے جدا نہ ہوں گی، جدا ہوں گی بھی تو دنیا میں موت کے ذریعہ جدا ہوں گی۔ اور آخرت میں انشاء اللہ پھر ہم ایک جگہ ہوں گے

اللہ منصف ہی، فرمائیے - میں کیا کروں - حکم دیجئے کہاں جاؤں ؟

جلال الدین (کمال جہد و متانت سے مہرجہاں کے ہاتھ چومتا ہی) میری طرح طبیعت پر قابو رکھو، مبارک کو بلاؤ اس سے کہو کہ اول تمھیں سامنے کے پہاڑوں کے پیچھے لے جائے - میں دوسری جگہ جاؤں گا - اگر فلک نے رخصت دی تو انشاءاللہ پھر ملیں گے - مبارک کے پاس کچھ سپاہی بھی ہیں مبارک لڑائی بھی لڑ سکتا ہی۔

مہرجہاں (بے ہوشی کے عالم میں) جلال، جلال، آپ کی کمر میں جو خنجر ہی وہ مجھے دیجئے کہ اگر کوئی تاتاری مجھے پکڑنے آئے اور آپ میرے پاس نہ ہوں اور لڑائی بھی ایسی بے رحم نکلے کہ میں زندہ رہوں (زور سے جلال کے کمر سے خنجر نکال لیتی ہی) اب مہرجہاں پر آپ بھروسہ کر سکتے ہیں - مجھے ڈبونے کے لئے اگر خون کا دریا آپ کو نہ ملے گا تو میں خود پیدا کر لوں گی • جائیے اے میرے بادشاہ، راہ مولا آپ کے لئے کشادہ ہو (جلال جاتا ہی) مبارک! مبارک! (مبارک داخل ہوتا ہی) ہمارے آقا گئے، کیا تم نے دیکھا ؟

مبارک - ہاں میں نے جاتے دیکھا،

مہر جہاں - تمھیں کہاں جانے کے لئے حکم دیا ؟

مبارک - پہاڑوں کے پیچھے جانے کے لئے، لیکن ....

مہر جہاں - لیکن ولیکن کچھ نہیں، سپاہیوں کو حاضر کرو، میں ابھی جاتی ہوں، تمھارے پاس کوئی مردانہ لباس ہی -

مبارک - ہی مگر ....

مہر جہاں (بات کاٹ کر) اگر مگر کچھ نہیں، کہاں ہی لباس ؟

مبارک - اندر کے کمرے میں -

مہر جہاں - میں جاکر لاتی ہوں، تم دو منٹ میں تیار ہوجاؤ (جاتی ہی)

مبارک (اپنے دل سے) ملکہ - ملکہ، جس قدر بادشاہ سے تمھیں محبت ہی اگر اللہ اور دین سے بھی اتنی ہی محبت ہی تو یقیناً تم مقام ولایت میں ہو، بادشاہ کہاں گئے، وہ بھی تلاشِ موت میں گئے ہیں - عجیب بات ہی ملکہ بھی موت کی عاشق ہوگئی ہی - موت میں اُن میں اور ہم میں فاصلہ رہے گا یا مزار میں یہ کسے معلوم ! (مبارک جاتا ہی)

(پردہ گرتا ہی)

پردہ پانزدہم

(پہاڑ کی چوٹی پر، برف کے درمیان، درختوں کی شاخوں
اور سرکنڈوں سے بنایا ہوا اک جھونپڑا نظر آتا ہے)

مجلس اوّل

جابر

جابر (گاتا ہے) کوہ و صحرا برفانی
جنگل وحشت ویرانی
سردی سردی موت کی سردی
عریانی کی بیدردی
کیسے جائے گی ؟ پیسے سے
(جیب سے اشرفیوں کی ایک تھیلی نکال کر ہاتھ میں اچھالتا ہے)
ہمارا حاجب بھی کیا خوب آدمی ہے چنگیز کے بیٹے میں اس نے حلول

کیا، یہاں تک کہ مجھے بھی برانگیختہ کر دیا۔ یہ دیکھو اشرفیوں کی تھیلی اور اگر اس کا کہا کر ڈالوں تو دس تھیلیاں اور ملیں (تھیلی کھول کر) استغفر اللہ اس کا رنگ ایک بری چیز سے کس قدر مشابہ ہے۔ نہ معلوم آدمیوں کو اس کی کون سی بات پسند ہے کہ جسے دیکھو اس کی پرستش کرتا ہے۔ ہاں ناراض نہ ہو پیارے سونے! تو نہایت حسین ہے۔ تیرا رنگ آفتاب سے ملتا ہے۔ دیکھ مجھ سے جدا نہ ہونا۔ تو اس وقت بھی اُس کے مانند ہے اور ہمیشہ اُس کے مانند رہے گا۔ باعظمت و جبروت چنگیز خاں! آج اس کی مسند پر او کتائی بیٹھا ہے۔ کل نہ معلوم کون بیٹھے گا (تھیلی کو پھر کھول کر) لیکن تو ہر وقت اور ہمیشہ کے لئے بادشاہ ہے۔ اگر حضرتِ آدم کے زمانے میں تیری قدر و قیمت معلوم ہوتی تو ہابیل و قابیل کی لڑائی، مطلقاً تیری ہی وجہ سے ہوتی۔ آج کل تو جتنی جنگ و جدل ہے سب کا باعث تو ہی ہے۔ خنزیر سونے! زرد جوڑے۔ پیلے کتے! ٹھیر ٹھیر ناراض نہ ہو میرے پیارے زرد پھول جیسے سونے۔ خدا کسی کو تیرا محتاج نہ کرے۔ کم سے کم میرے پاس تیری کمی نہ ہو (تھیلی کو ہوا میں اُچھال کر) دیکھ تجھے تھیلی میں رکھتے ہیں تھیلی کو تجھ سے کس لئے بھرتے ہیں؟ اس لئے کہ میرا دین و ایمان

خریدیں۔ تجھے۔ اُس تھیلی میں کس نے بھرا۔ ایک شخص نے جو ایک دوسرے شخص کے قدم بہ قدم چل رہا ہے۔ سونا! سونا! وہ شخص کون ہے؟ تجھے خبر ہے؟ وہ میرے ہی طائفہ کا، میرا ہی عزیز چنگیز خاں کا بیٹا، اوکتائی ہے جس نے اسّی آدمیوں کو ایک ساتھ آگ میں جلایا۔ سونا! سونا! اور اُس کے قدم بہ قدم کون چل رہا ہے؟ اُسے بھی کیا تو نہیں جانتا؟ سن وہ براق حاجب ہے جس نے میری تین برس کی ایک بہن کو جس کے بال، جس کے ابرو، جس کا جسم تجھ ہی جیسا سنہرا تھا، پاؤں تلے روند ڈالا مگر اس مبارک آدمی کی حیثیت سے مجھے کچھ غرض نہیں۔

سونا! سونا! براق حاجب قرہ خطا کا رہنے والا ہے۔ اس کا چہرہ بھی قرہ خطا کی طرح قرہ، سیاہ ہے۔ میں گو جلاد ہوں، مگر بات کو سمجھتا ہوں سُن تیرا نور بھی اُس سیاہی کو دُور نہیں کر سکتا۔ سونا! سونا! اگر تو کہے کہ کیا تیرے چہرے کی سیاہی بھی دُور نہیں ہو سکتی تو میں کیا جواب دوں گا۔ تھیلی کو ہاتھ سے چھوڑ کر، مجھے چھوڑ دے۔ لیکن تو مجھے چھوڑے بھی تو میں تجھے کب چھوڑوں گا۔ ابھی تو تجھ سے بھری بھری تھیلیاں مجھے اور ملنے والی ہیں۔ مگر کس کے خون کے عوض میں؟ اگر جلال کو قتل کر سکوں

توجلال کا خون کرنے کے انعام میں۔ یہ جلال کون ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اگر جلال مرجائے، زمین میں دفن ہوجائے تو زمین کے اوپر ایک نئی
دنیا آباد ہوجائے حالانکہ وہ میری طرح اک ذرا سا آدمی ہے۔ تاتاریوں کے
پاس، قد میں اس سے دُگنے ایک لاکھ آدمی ہیں لیکن اُسے نابود نہیں کر سکتے
اکیلا جلال دنیا سے اُلجھ رہا ہے۔ ہا ہا! کیسا جلال! ایک ڈیڑھ گز کا جلال،
کیسی عجیب بات ہے۔ جابر کے برابر جلال! دنیا سے جنگ کر رہا ہے، مگر اس
چھوٹی سی تھیلی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ بھی عجیب بات ہے دنیا میں جس قدر
مخلوق ہے اس پر سب سے زیادہ حکومت سونے ہی کی ہے۔ سونا! سونا!
شاید تجھے آفتاب سے نکال کے دنیا میں لاتے ہیں۔ سونا! سونا! آ ادھر آ
میرے دل میں تو تو ہے ہی، میری بغل میں بھی آ۔ سونا! سونا! تجھے لوگوں
نے اس تھیلی میں بھرا اور مجھے دیا۔ تیری قوت سے میں یہاں تک آیا۔ اب
اگر میں جلال کو مار ڈالوں، تو تجھ سے بھری ہوئی چند اور تھیلیاں مجھے ملیں؛
بلکہ تیری قوت سے میں کعبہ تک جاکر وہاں بھی سونا چوری کر سکتا ہوں مگر
اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ فی الحال تو اتنا ہی سونا کافی ہے۔ اگر میں نے
جلال کو قتل کرلیا تو میرا سونا اور بڑھ جائے گا ..... قتل کرونگا۔ والسلام

میرے باپ نے مجھے جلاد بنا کے پالا۔ اب تک جتنے آدمی میرے ہاتھ سے قتل ہوئے ان کی تعداد سو سے اوپر ہی، ان میں کون ایسا تھا جس کی جان لی جانی چاہیئے تھی، کس کی نہ لی جانی چاہیئے تھی۔ اسے میں نے کبھی نہ سوچا۔ اگر سارے کے سارے انسان ایک جگہ جمع کئے جائیں اور سب کو ملا کر ایک انسان بنایا جائے اور مجھ سے کہا جائے اسے قتل کر ڈال، تو مجھے کچھ تردد ہوگا؟ کہتے ہیں کہ جلال دنیا میں سب سے بڑا انسان ہی۔ دنیا کے انسانوں کے مجموعہ سے بڑا ہی۔ اگر اُسے مار ڈالوں تو کیا ہوگا۔ کیا جو سونا مجھے ملنے والا ہی اُس میں کمی آجائے گی۔ کہتے ہیں ممکن ہی جلال مجھے مار ڈالے۔ مگر یہ ممکن نہیں۔ ان پہاڑوں کے ہر پتھر کے پیچھے ایک آدمی چھپا ہوا ہی اور ہر آدمی کے بغل میں، میری طرح اشرفیوں کی ایک تھیلی ہی (جس پتھر پر خود بیٹھا ہی، اُس سے نیچے کی طرف دیکھتا ہی) دیکھو، ایک آدمی آرہا ہی، فقیروں کا لباس پہنے ہوئے ہی، یہاں اس وقت اس کا کیا کام ہی۔ ذرا میں یہاں سے ہٹ جاؤں۔

مجلس دوم

(جلال درویشوں کے لباس میں آتا ہے جلاد تیمر کے پیچھے ہو بیٹھتا ہے)

جلال الدین۔ کہتے ہیں موت ہر وقت انسان کے پیچھے لگی رہتی ہے، مگر آہ! ایسے بھی انسان ہیں کہ مہینوں برسوں موت کے پیچھے دوڑتے ہیں اور وہ اُن سے بھاگتی ہے اور اُن کی آرزو پوری نہیں ہوتی۔ اور خان نورالدین ضرور شہید ہو چکے ہوں گے۔ مجھے یہاں تک کون لایا۔ تاتاریوں نے تعاقب کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے یہ درویشی لباس اس لئے اختیار نہیں کیا کہ مجھے کوئی بادشاہ یا بڑا آدمی نہ سمجھے۔ میں نے یہ لباس اس غرض سے پہنا ہے کہ جس وقت میں شہید ہوں تو میرا لباس، میری شباہت ویسی ہو جیسی کہ قرون اولیٰ کے مجاہدین کی ہوتی تھی میرے ساتھ جتنے سپاہی تھے انھوں نے کفن پہن رکھے تھے وہ کیا ہوئے؟ کہاں گئے؟ آہ! ہوئے کیا، سب شہید ہو گئے۔ ان کے جسم خون آلود خاک میں پڑے ہونگے، مگر ان کی روحیں عرش اعلیٰ کی سیر کر رہی ہوں گی۔

جابر (تیمر کے پیچھے، اپنے دل میں) یہ ضرور جلال الدین کے

آدمیوں میں سے ہی۔

جلال الدین - نہیں یہ نہیں ہوا بلکہ سب بھاگ گئے۔ دس میں سے ایک بھی نہیں مرا۔ ذلیل، رذیل۔ الٰہی! میں جب ان کی نظروں کے سامنے تھا، اس وقت انھوں نے مجھ سے وفا نہ کی، ساتھ نہ دیا، تو میں جب اُن کی آنکھوں سے چھپ جاؤں گا تو بھلا خدمتِ دین میں وہ کیا ثابت قدم رہیں گے۔

جابر (پتھر کے پیچھے سے سر اُٹھا کر، اپنے دل میں) یہ جلال کا سپاہی نہیں، بلکہ غالباً خود جلال ہی (تھیلی کو ہاتھ میں لے کر) سونا! سونا! بتا کیا کروں؟

جلال الدین - سب سے یہی اُمید رکھتا تھا کہ بھاگ جائیں گے۔ مگر اور خاں سے، نورالدین سے، مبارک سے اور کیا نام لوں، وہ نیز کی تمثال ثانی، مہر جہاں سے یہ اُمید نہ رکھتا تھا کہ میری تلاش بھی نہ کریں گے۔ شاید مر گئے، اگر مر گئے تو انھیں مجھ سے پہلے نہ مرنا چاہیے تھا۔ آج کے دن، دین محو ہو رہا ہے، وطن محو ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا خون ایک سیلاب بن کر حجاز کی طرف جا رہا ہے۔ بیت اللہ رخنہ دار ہو گا۔ پیغمبر

کو مزار اقدس میں آرام سے نہ چھوڑا جائے گا۔ کیا میں اپنے تمام ساتھی مجاہدین کو ختم کر کے ختم ہوں گا۔ بے شک ادائے فرض ضروری ہے مگر وہ مبارک فرض ضرورت سے زیادہ ظالم نکلا (جس پتھر پر بیٹھا ہے اسی پر گر پڑتا ہے)

جابر (اپنے پتھر کے پیچھے سے ایک دفعہ پھر سر نکالتا ہے) ضرور یہ جلال ہے (اس کے پاس جاکر) تم یہاں کیا کر رہے ہو۔

جلال الدین۔ تو کون ہے، تیرا کیا کام ہے۔

جابر ۔ میرا کچھ کام نہیں۔ مگر چونکہ میں آپ سے واقف ہوں اس لئے عرض کرتا ہوں، کیا آپ ہمارے بادشاہ نہیں ہیں۔

جلال الدین ۔ ہاں میں تمھارا بادشاہ ہوں، تنہا تمھارا نہیں ساری دنیا کا بادشاہ ہو سکتا ہوں، اس لئے کہ سچائی کا بادشاہ ہوں، میں نے چونکہ سچائی کی خدمت کی لازم تھا کہ دنیا مجھے بادشاہ سمجھتی۔

جابر۔ اگر آپ سچائی کے بادشاہ تھے تو دشمن کے سامنے سے کیوں بھاگے۔ یہ درویشوں کا لباس کیوں پہن رکھا ہے۔ کیا آپ موت سے چھپتے پھرتے ہیں۔ اہل و عیال کو تاتاریوں کے پنجے میں چھوڑ کر تمھاری مدد کو آنے والے تمھیں کہاں پائیں گے۔ فقیروں کے لباس میں۔ سنسان

جگہوں میں ......

جلال الدین (بات کاٹ کر) خبیث! ادب سے بات کر۔ میں وہ ہوں کہ میں نے دنیا کی تین سمتوں میں ہر جگہ علیحدہ علیحدہ ایک سلطنت قائم کی، عراق عرب میں زمانۂ بنی امیہ میں جو نفاق مشہور تھا وہ آلِ عباس کے عہد میں عراقِ عجم میں منتقل ہو گیا۔ عراق کے میرے تمام افسروں اور عمالوں نے مجھ سے بے وفائی کی۔ وہ سلطنت جسے میں نے تیسری دفعہ قائم کیا تھا وہ بھی میرے ہاتھ سے گئی مگر اب میں ایک چوتھی سلطنت قائم کرنے کے لئے یہاں آرہا ہوں، تجھ جیسے کتے کیا سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے درویشی لباس کیوں پہنا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے میں ایک اور سلطنت قائم کروں گا اور تم جیسے مسلمان مرتدوں سے جنھوں نے اپنی عورتیں، اپنے بچے تاتاری مشرکوں کے سپرد کر دیئے ان سے جنگ کروں گا اور شہید ہوں گا۔

جابر (جلال جس وقت عالم جذب میں کہہ رہا تھا جابر آہستہ آہستہ اس کے پاس آتا ہے۔ جلدی سے اپنی کمر سے ایک خنجر نکال کر جلال کے سینہ میں بھونک دیتا ہے) جنگ کر، اگر موت کے پنجہ سے اپنے تئیں چھڑا سکتا ہے تو جتنی چاہے جنگ کر۔

جلال الدین (باوجود زخمی ہونے کے جابر کا ہاتھ پکڑ کر غور سے اُس کے چہرے کو دیکھتا ہے) ضرور میں نے اس کے چہرہ کو کہیں دیکھا ہے۔

جابر (تھوڑی دیر ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرکے) پہچانا!

جلال الدین۔ ہاں پہچانا، حاجب کا جلاد خنزیر، تو حاجب کا جلاد نہیں ہے؟

جابر۔ ہاں۔

جلال الدین۔ میری جان لینے کا کیوں قصد کیا۔

جابر۔ اس لئے کہ مجھے سونا دیا گیا، میرے ہاتھ کو اس قدر نہ دباؤ ..... جو سوال کروگے میں بتاؤں گا۔ براق حاجب کے آدمیوں نے مجھے اشرفیاں دیں، اصل میں تاتاریوں نے انھیں دی تھیں۔ مجھے چھوڑ دو میں بھی تمھیں چھوڑ دوں گا ورنہ اس وقت اگر آواز دوں تو ان پتھروں کے پیچھے سے چالیس آدمی نکل آئیں گے۔

جلال الدین۔ الٰہی تو انصاف کر! ایک قاتل کے چالیس مددگار یا ایک میں مظلوم ہوں کہ اگر میں کہوں میری مدد کو آؤ تو کون آئے گا

مہرجہاں (ہاتھ میں وہ خنجر لئے ہوئے جو اُس نے جلال کی کمر سے

لیا تھا) میں آؤں گی اے میرے بادشاہ! اللہ کے مومن بندے آئیں گے۔
یہاں سے نیچے نظر ڈالئے دیکھئے کتنی تلواریں آپ کے حکم کی منتظر ہیں (جابر
کے ساتھ جو اُس کے ساتھی جمع ہو گئے تھے۔ آہستہ آہستہ چلے جاتے ہیں)

جلال الدین۔ میری نیرہ تو فرشتہ ہونے کی قابل تھی۔

مہرجہاں۔ اب بھی نیرہ! (جلال سے) نیرہ نہیں ہے میرے بادشاہ
مہرجہاں (اپنے دل میں) میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ (جلال سے)
وہ جو دوسری نیرہ ہے، وہ مہرجہاں جو دوسری نیرہ بننا چاہتی ہے! آپ نے
جو وعدہ کیا تھا کہ میں خون کے دریا میں ڈبو دی جاؤں گی وہ وقت آپ
دیکھنا چاہتے ہیں۔

جلال الدین۔ باری! باری! (جابر کے ہاتھ کو پکڑے رکھ کر)
میں تیرے احسان کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔ مجھے قتل ہو کر ہی مرنا تھا
میں ایک ملعون جلاّد کے ہاتھ سے شہید ہو رہا ہوں جس نے طمع زر سے
مجھے مارا ہے۔ جو یہ کہہ کے مجھے زخمی نہیں کرتا کہ میں نے اسلام پر ظلم کیا یا
میں نے اپنے ادائے فرض میں کمی کی۔

جابر (اپنے دل میں) یہ دیوانہ ہے گیا۔ مر تو رہا ہے اور مرنے کے لئے

خدا کا شکر ادا کرتا ہی۔

جلال الدین (جابر کو زور سے جھٹکا دے کر گراتا ہی) ہٹ یہاں سے او قاتل۔ دفع ہو، اگر میرے سپاہی تجھے اس وقت دیکھیں تو تیرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے جانوروں کا لقمہ بنادیں گے۔ جا جہنم میں یہاں سے ملعون، مگر میں نے تجھے معاف کیا، اگر میرے نصیبے میں شہادت ہی تو میں نے حضور باری میں بھی تجھے معاف کیا۔

مہرجہاں (پاس آکر) آپ کا چہرہ خاکستری ہوگیا، کیا ہوگیا (جلال گر پڑتا ہی اور اس کے سینہ سے خون اُبل اُبل کر باہر نکلتا ہی) یہ خون کیسا، خون کے دریا میں تو میں ڈوبنے والی تھی، آپ ڈوب رہے ہیں اے میرے بادشاہ! میرا نام آپ کی صفات کا مظہر تھا۔ کیا وہ آفتاب خون میں غروب ہورہا ہی (ٹیلے پر چڑھ کر سپاہیوں کو آواز دے کے) اس قاتل کو پکڑو، اس نے بادشاہ کو ہلاک کردیا۔

جلال الدین۔ چپ رہو۔ میں نے اسے معاف کیا، اس کی ہزار جان بھی ہو تو وہ خون کا عوض تو نہیں ہوسکتی۔

مہرجہاں۔ اے میرے جلال۔ آپ ملک نصرت سے کچھ کم رہنے والے

نہیں۔ آپ قاتل کو معاف کرسکتے ہیں مگر ہم معاف نہیں کریں گے۔ میں آپ ہی کے انصاف پر چھوڑتی ہوں۔ خون مقتول کا نہیں ہوتا اس کے وارثوں کا ہوتا ہے، اے میرے بادشاہ، آپ اپنی رعایا، اپنی فوج کے باپ تھے ملعون نے لاکھوں مسلمانوں کو یتیم کردیا۔ یہ خنزیر امتِ محمدؐ کی تاتاریوں کے اسیر ہونے کا باعث ہوا۔

جلال الدین ۔ میرے پاس آؤ۔ میری زندگی چند منٹ کی اور ہے میں اللہ کے حضور میں جارہا ہوں۔ دنیا میں تیرے سوا میرا کوئی رفیق نہیں اگر تمھیں جلال سے محبت ہے۔ اگر تمھیں اللہ سے محبت ہے تو کہو، نورالدین اورخان۔ مبارک کہاں ہیں۔

مہرجہاں ۔ اورخاں، نورالدین شہید ہوگئے، مبارک میرے ساتھ آیا ہے اور آپ کے حکم کا منتظر ہے۔

جلال الدین ۔ میرے پاس آؤ۔ میرا زخم کاری ہے۔ تمھارے چہرہ کو دیکھوں شاید زخم کی تکلیف میں کچھ کمی آئے۔

مہرجہاں ۔ آئی میرے بادشاہ! انشاء اللہ کوئی بات نہیں۔

جلال الدین ۔ میرے بائیں طرف تو دیکھو۔

مہرجہاں۔ آہ، خون! خون! الٰہی! الٰہی، تونے ہر شخص کی جان اس کے جسم سے کیوں وابستہ کردی ہے۔ تونے کیوں یہ اختیار نہیں دیا کہ ایک شخص اپنی جان دوسرے کو بخش دے۔

جلال الدین۔ چپ رہو، موت کا وقت ہے، آخرت کی سب سے قریب منزل میں خدائے تعالیٰ کی حکمتوں کے متعلق نعوذ باللہ جرح وقدح نہیں کی جاسکتی۔ آہ، مر رہا ہوں، دنیا میں کون باقی رہا ہے۔ تمھارے پاس قلم کاغذ نہیں کہ ایک تھوڑی سی وصیت لکھواؤں۔

مہرجہاں۔ میری چھوٹی انگلی قلم کا کام دے سکتی ہے اور میرے پیراہن کا کپڑا کاغذ بن سکتا ہے۔ اے میرے بادشاہ۔

جلال الدین۔ سچ کہتی ہو، اپنے پیرہن سے ایک ٹکڑا پھاڑو۔

مہرجہاں۔ لیجئے۔

جلال الدین۔ اپنی چھوٹی انگلی ادھر لاؤ۔

مہرجہاں (نہایت درجہ رنج اور گھبراہٹ کے ساتھ پیچھے ہٹ کر) آپ کے خون میں میرے جلال!

جلال الدین۔ ہاں۔ میرے خون میں، جو وصیت میں کروں گا

وہ اسی قابل ہے کہ جلال کے خون سے لکھی جائے۔ کیوں بچتی ہو، چالیس سال سے اپنے خون کو میں نے خدمت دین کے لئے وقف کیا تھا۔ کیا وہ اس قابل بھی نہیں ہے کہ میرے آخری وقت میں اُمتِ مرحومہ کے لئے روشنائی کا کام دے۔ اپنی چھوٹی اُنگلی کو ڈبو۔

مہرجہاں۔ لیجئے ڈبولی، میرے بادشاہ کا دنیا میں اور آخرت میں جو حکم ہو اسے لکھوں گی۔

جلال الدین۔ لکھو۔

مہرجہاں۔ فرمائیے میرے بادشاہ!

جلال الدین۔ تاتاریوں سے جس قدر جنگ کرنا ممکن تھا میں نے جنگ کی مگر منظور توفیق نہ ہوا۔ چونکہ ہم توفیق الٰہی کے لائق نہ تھے۔

مہرجہاں۔ میں نے لکھا اے میرے بادشاہ!

جلال الدین۔ تمھاری اُنگلی میں خون نہیں رہا۔

مہرجہاں۔ ایسی باتیں نہ کہئے۔ میں دیوانی ہو جاؤں گی۔

جلال الدین۔ خدا کے لئے ضبط سے کام لو، میرا خون شدت سے بہ رہا ہے، موت میرے گرد منڈلا رہی ہے، لاؤ اپنی انگلی بڑھاؤ۔

مہر جہاں ۔ بہت اچھا، میرے بادشاہ

جلال الدین ۔ "ہم میں سے پانچ اگر خدا کی راہ میں جنگ کرتے تھے تو پانچ ہزار اپنے نفع کا خیال کرتے تھے۔ اس بے حمیتی کی وجہ سے تاتاریوں کا مقابلہ کرنا ناممکن ہوگیا تھا، دولتِ عباسیہ جس نے اسلام کے اوپر اس بلا کو بلایا میرا یقین ہے کہ خود اُسے دشمن بہت جلد محو کر دے گا۔"

مہر جہاں ۔ لکھ لیا میرے بادشاہ ۔

جلال الدین ۔ لو اور خون لو ۔

مہر جہاں ۔ اُف، یا ربّی، یا ربّی ۔

جلال الدین ۔ بے فائدہ افسوس سے وقت مت گنواؤ اگر مجھ سے محبت کرتی ہو، تو لکھو۔

مہر جہاں ۔ فرمائیے، میرے بادشاہ ۔

جلال الدین ۔ تاتاری بھی انسان ہیں، جب ہم سے اُن کا خلا ملا ہوگا تو یقیناً اسلام کے فیضِ شرف کو دیکھیں گے ۔ اُن کا دل اُس کی حقانیت کی طرف مائل ہوگا، اس لئے جو مسلمان قوم اُن کی مفتوح نہیں ہوئی ہے اُس کا فرض یہ ہے کہ اپنے وطن کی محافظت میں اُن سے آخر دم تک

جنگ کرے جنھیں تاتاریوں نے فتح کرلیا ہے اُن کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اُنھیں مسلمان کرنے کی کوشش کریں،" لکھ لیا ؟

مہر جہاں۔ لکھ لیا، اے میرے بادشاہ

جلال الدین۔ اب جاؤ۔ وصیت نامہ مبارک کے حوالہ کردو پھر میرے پاس آؤ۔ (مہر جہاں مبارک کے پاس جاتی ہے) مرنے کے بعد بھی اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ تاتاریوں نے اسلام قبول کرلیا تو محشر تک میں اپنی قبر میں آرام سے سوؤں گا۔

غیب سے ایک آواز۔ اطمینان رکھ، ایسا ہی ہوگا۔

جلال الدین (چاروں طرف نظر ڈال کر مگر کسی کو نہ دیکھ کر) الٰہی۔ کیا میں اس قدر تیرے مقبول بندوں میں سے ہوں کہ ہاتفِ غیب مجھے اطمینان دلا رہا ہے، میں مطمئن ہوا اور تیری حضورِ عزت میں خوش خوش آ رہا ہوں۔ اس کے بعد اگر حیاتِ جاودانی بھی میرے قدموں پر پڑی ہو تو اُس پر نگاہ نہ ڈالوں (بے ہوش ہو جاتا ہے)

مہر جہاں۔ مبارک!

مبارک۔ حضور!

مہرجہاں - بادشاہ کا یہ وصیت نامہ ہے اور تم اس پر مامور ہو کہ اس کی تبلیغ کر دو۔

مبارک - فوج کے لئے کیا حکم ہے۔

مہرجہاں - پڑھو تو۔ مرتے دم تک جنگ کرنے کا حکم ہے۔

مبارک - بادشاہ کا کیا حال ہے۔

مہرجہاں - بادشاہ کو حلال کر دیا۔ میں چیختے چیختے تھک گئی کسی نے میری آواز بھی نہ سنی، جاؤ میرا وقت مت لو، ہم دونوں آخرت کے مسافر ہیں، اس دنیائے دنی سے چھٹکارا پائیں گے۔

مبارک - میں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لئے جا رہا ہوں۔ حق نعمت بخش دیجئے۔

مہرجہاں - بخشا۔ انشاء اللہ اب لوائے حمد کے نیچے ملیں گے۔

مبارک (مہرجہاں کے قدم چومتا ہے تلوار نکال کر) دنیا اور آخرت کے درمیان کی گہرائیوں پر سے سب سے زیادہ بے خوف گزرنے کے لئے پل یہی ہے، شہادت۔ شہادت، الٰہی، میرے دل میں شہادت کے سوا اب اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔

مہر جہاں (جلال کے پاس جاکر) میرے جلال، میرے بادشاہ!

جلال الدین۔ آہ، نیزہ، نیزہ۔

مہر جہاں۔ پھر وہی نیزہ، میں نیزہ نہیں ہوں، اے میرے بادشاہ، مہر جہاں پر بھی تو ایک نگاہ ڈالو۔

جلال الدین۔ تم ہو مہر جہاں؟ ... میں موت کے عالم میں ہوں، جو شخص پنجۂ اجل میں گرفتار ہو اُس سے جو کچھ دیکھا جائے کم ہے۔ میری باتوں سے ناراض نہ ہو، الٰہی، الٰہی، آگے اب سعادت ہی سعادت ہے۔ اپنے حبیب اکرم کی حرمت کا واسطہ، اپنے قہر و غضب کو ضعیفوں پر نہ بھیج .... دیکھو میں تمھیں ایک مژدہ سناتا ہوں، دین و ملت کی اگر تمھیں محبت ہے تو میں جانتا ہوں .... بھول گیا۔ میں کیا چاہتا تھا۔

مہر جہاں۔ میں نے دنیا میں ہر قسم کی محبت آپ سے سیکھی، اے میرے بادشاہ، میں دین و ملت کو چاہتی ہوں۔ اُس کے چھوٹے سے چھوٹے مقصد کے لئے میرے ہزار جان ہو تو اس پر فدا کروں، فرمائیے آپ کیا مژدہ دے رہے تھے۔

جلال الدین۔ اک زمانہ آئے گا کہ تاتاری عموماً دین حق کو قبول کر لینگے

مہرجہاں۔ آہ،

جلال الدین (رُک رُک کر) آہ مت کہو.... اس بات پر ایسا یقین کرو جیسا تمھیں اللہ کی .... وحدانیت کا..... یقین ہے . . . . . جیسا میرے ..... موجود ہونے کا .... یقین ہے ..... یقین کرو . . . . . جس وقت تم وصیت نامہ .... مبارک کو دینے کے لئے گئیں . . . میں نے حضورِ الٰہی میں دعا کی کہ تاتاریوں کے قبولِ اسلام .... کی خبر ... کو آخرت میں ہی سہی مجھے سُنائی جائے .... میری دعا .... قبول ہوئی . . . . . ہاتفِ غیب سے .... "اطمینان رکھ" کی آواز آئی . . . میری روح مسرت سے بھری عالمِ بالا ....کو جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے .... ہاتف .... جھوٹ نہیں کہہ سکتا .... اس قدر خواب ... اس قدر تپ کے تجربوں کے بعد سکراتِ موت .... میں گزر کر ... خیال اور حقیقت میں .... فرق کر سکتا ہوں .... یقین کرو (بے ہوشانہ حالت میں) میں خوش نصیب ہوں، مہرجہاں ..... میں شہید ہوں .... الحمدللہ .... الٰہی، الٰہی .... مجھے تو نے ... وہ سعادت بخشی ... جس پر دنیا کی .... کل موجودات .... رشک کرے ... تیری شانِ عظمت کو .... تیری مخلوقات تیری بڑائی کو کیا سمجھ سکتی ہے ... آہ روح

.... ایک جہان معنوی .... ایک عالم علوی .... سے نیچے گر کر .... اس زمین پر
.... سیکڑوں بلاؤں ہزاروں اذیتوں میں مبتلا ہوئی مگر .... اس چرکین جسم
.... کے کون سی بات سے محبت کرتی ہے .... کہ اس سے جدا ہوتے وقت
.... اس قدر مضطرب ہوتی ہے .... دنیا بھی .... میری زندگی طرح نظر سے
.... غائب ہوگئی .... مہر جہاں تم .... بھی نظر نہیں آتیں .... نہیں نظر آرہی ہو
.... ہر قسم کے نور و عظمت میں ڈوبی ہوئی نظر آرہی ہو (بے ہوش ہو جاتا ہے
اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تسلیم روح کر دی)

مہر جہاں ۔ (استغراق کے عالم میں، تھوڑا سا سوچنے کے بعد) گیا!
اسلام کا سب سے پہلا سپاہی، اسلام کا سب سے آخری ملجا، گیا، جلال الدین
جو دنیا میں سب سے بڑا، دنیا پر جس کا اقتدار حاوی جو کل انسانوں پر غالب
تھا، وہ ان پتھروں سے" اس زمین سے جس پر وہ پڑا ہے زیادہ عاجز
ہے .... کریں امید .... دیوانے لوگ، اس دنیا سے وفا کی، اور اقبال سے
بقا کی، کریں امید .... آہ، وہ بادشاہ کہ جس زمین پر اس کے قدم پڑتے
تھے اور آفتاب کی طرح جہاں اس کا سایہ پڑتا تھا وہ نور اور زندگی میں
غرق ہو جاتی تھی۔ اس نے ایک عظیم الشان سلطنت، ایک جہانِ حمیت پیدا

کیا۔ دشمنوں کے ٹڈی دل فوجوں کو محو کیا، آج، ایک قاتل کے خنجر کا جو کتّے کی طرح ذلیل تھا کشتہ پڑا ہے۔ اس کی قوت بازو سے بے بس لوگ اجل سے محفوظ رہتے تھے، بدنصیب لوگ اُس کی درایت سے فائدہ اُٹھاتے تھے حمیت کہاں ہے وہ استنادگاہ، (نہایت زور سے) آہ، میرے بادشاہ، اس کے بعد کون بال بکھرے ہوئے بیواؤں کے، خون رونے والے یتیموں کے، پابجولاں قیدیوں کے، تلواروں کے نیچے تڑپنے والے بیکسوں کی امداد کو پہونچے گا؟ زمین پر آپ ملک العباس تھے، آہ ہم کیسے گنہگار بندے ہیں کہ قہار منتقم نے آپ کو بھی ہم سے چھین لیا، آپ شہید ہو گئے، اب تاتاریوں کی تلواروں اور نیزوں سے ایک موحد بھی زندہ نہ رہے گا۔ آہ قبر میں، وہ صاحب حمیت اس غم سے آرام سے نہ سو سکے گا۔ صد حیف، گیا، جلال گیا، اللہ کو یہی منظور ہے کہ نور دنیا سے غائب ہو جائے اور تاریکی اُسے گھیرے، یاربّ، یاربّ، کیا قیامت پورے ہول و وحشت کے ساتھ دنیا میں آگئی۔ تجھے یہ مصیبت کے دن بھی ہمیں دکھانے تھے، میرے سینہ پر ایک شہید کا زخم بھی تو نہیں؛ ایک جنت کی کھڑکی بھی تو نہیں کہ اُس سے اُس عالم کو دیکھوں اور یہ جاں گداز سماں بھول جاؤں (رحواس باختہ عالم میں اپنی انگلی پر نظر ڈال کر) آہ، اس کا

خون میری انگلی میں لگا ہوا ہے اور میں اس طرح پھر رہی ہوں گویا اپنے ہاتھوں میں حنا لگائی ہے۔ یہ خنجر کیا میرے جلال سے اس لئے لیا تھا کہ میں مزار میں عذاب کے فرشتوں سے لڑوں گی؟ الٰہی، اگر یہ فعل گناہ ہے تو اس کی سزا تو دے گا، انسان تو نہ دیں گے (خنجر اپنے مارلیتی ہے) آہ، اس کے بستر پر جو میری جگہ تھی کیا اس کے مزار میں خالی رہے گی، (نہایت گھبراہٹ سے اپنی جگہ سے ہٹ کر) دیوانی، دیوانی، وہاں تو اس کی نیرہ موجود ہے۔ اس کی عزیز نیرہ، تو تو ایک مردہ کی تصویر تھی جس میں جان ڈال دی گئی تھی اور اس کے بستر پر مسلط ہوگئی تھی، تو نیرہ کا ایک خیال حزیں تھی جو اس کی قبر میں سے نکلا تھا، تو نیرہ کی بھوت تھی، کہیں جلال جنت میں اپنے پاس بھوت کو بلا کر اپنی چہیتی ملکہ، اپنی محبوب حور کو جلائے گا؟ آہ، نہیں، نہیں، یارب میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں، شیطان نے میرے قلب پر قبضہ کرلیا ہے کہ مجھے تیری عدالت سے شبہ کرا رہا ہے۔ کیا اس قدر شدید محبت تو نے میرے دل میں اس لئے رکھی کہ میں دنیا اور آخرت میں ہر قسم کی سعادت سے محروم ہو جاؤں مگر وہ شہید جسے تو نے دولتِ شہادت عطا کی کیوں تا ابد ایک ہی عورت اس کے حصہ میں آئے۔ جلال نے نیرہ کو خدا کی راہ میں فدا کیا، میں بھی اپنے تئیں

اسی راہ میں فدا کرتی ہوں۔ نیرہ حسین تھی، میں بھی حسین ہوں گی۔ کیوں کہ جلال کہا کرتا تھا کہ میں بالکل نیرہ سے مشابہ ہوں، میں نیرہ سے رشک نہیں کرتی، وہ مجھ سے کیوں رشک کرے گی، جس دن سے کہ جلال پر میری نظر پڑی اس دن سے میرے دل میں ایک آفتاب کی جگہ تھی، کیا آفتاب سے زیادہ نور کسی چیز میں ہے کہ نیرہ کا عشق میری محبت پر غالب آجائے۔ آہ، وہ شہید ہوئی اور شہیدوں میں رشک جیسی ذلیل عادت کیوں ہونے لگی ؟ عدالت! مرحمت! اللہ کی عدالت اور جلال کی مرحمت میں پناہ لیتی ہوں، جلال سے، میں دنیا میں جدا نہ رہ سکتی تھی، آخرت میں اس سے جدائی کی کیوں کر متحمل ہوسکوں گی، اگر میں اُن بندوں میں سے ہوں جنھیں خدا اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے گا تو جنت میں اس سے جدائی کا جہنمی عذاب اور اگر اس کے مغضوب بندوں میں سے ہوں تو جہنم میں ایک دوسرا عذاب جہنم میرے نصیب میں کرتا۔ اس کی شان سے بعید ہے، آہ، میرے بادشاہ، کیا تو آخرت میں مجھے اپنے پاس سے ہٹا دے گا، آہ جلال ... جلال ....،

جلال الدین (آنکھ کھول کر) آہ ... اس مغموم آواز سے کیا تم مجھے عقبیٰ سے پھر دنیا میں بلانا چاہتی ہو مہرجہاں۔

مہرجہاں - میرے بادشاہ! الحمدللہ آپ عالم حیات میں ہیں۔

جلال الدین - نہیں، عالم حیات کو اب جارہا ہوں .... تمھیں کیا ہوگیا۔

مہرجہاں (جلال کے آغوش میں گرکر) کیا میں نے وعدہ نہیں کیا تھا اے میرے بادشاہ کہ خون میں تیر کر آپ کے پاس پہنچوں گی؟ دیکھیے میں نے وعدہ پورا کیا۔

جلال الدین - آ، نیزہ تو میری داہنی طرف آ.... تو میری بائیں طرف آ ... عالمِ بقا کو ... عالمِ حیات کو ساتھ ساتھ چلیں .... پنجۂ اجل ... اجل ... اب میری روح کو کھینچ ... رہا ہے ... اٰمنت باللہ ... ورسولہ ... (تسلیم روح کرتا ہے)

مہرجہاں - آہ، ظالم .... مجھے اُمید دلانے کے لئے ... مجھے زندگی دے کر پھر مار ڈالنے کے لئے ... اس کی روح اس کے بدن میں ... لوٹ آئی تھی ... کیا میری بدنصیبی جو زندگی بھر ساتھ رہی اب بھی مجھے نہ چھوڑے گی۔ جلال، گیا اور میں زندہ ہوں (خنجر تین چار دفعہ اپنے سینہ میں گھونپ کر) الٰہی، مجھ عاجز پر جو ملت کو ذلت میں دیکھنا

اپنے ناموس کو دشمن کے پنجے میں دینے کے لئے دنیا میں زندہ رہنا نہیں چاہتی رحم کر... مجھ عاجز پر... جو محبت کی راہ میں شہید... ہو رہی ہے رحم کر... (جلال کے سینہ پر گر کر اور اس کے چہرے پر نظر گاڑ کے) اللہ جل جلالہ'

(تسلیم روح کرتی ہے)

(رحمتہ اللہ علیہا)

ختم شد